COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کالا کفن

7

PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

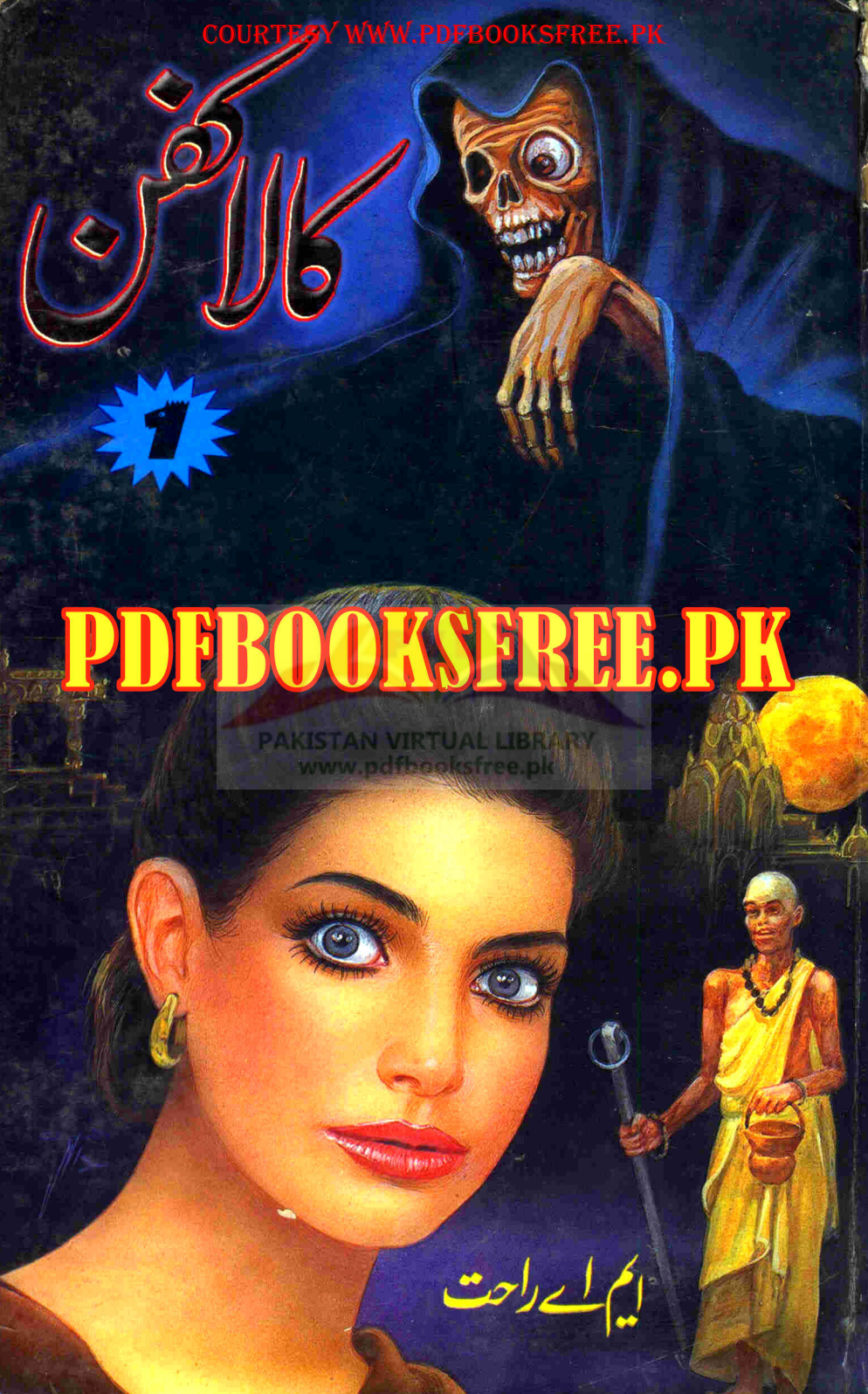

ایم اے راحت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیباچہ

مافوق الفطرت واقعات سے مزین دلچسپیوں کی انتہاؤں کو چھوتی ہوئی ایک اثر آفرین داستان، جو ذہنوں پر قبضہ جمانے کی صلاحیت رکھتی ہے، اور جس میں سنسنی خیزی کا سلسلہ کہیں بھی نہیں ٹوٹتا۔

تجسّس سے معمور ایک ایسے بہادر نوجوان کی سرگزشت، جسے جادوئی دُنیا کے پراسرار واقعات سے نہ صرف رغبت تھی بلکہ اُسے اس پوشیدہ دُنیا کا ایک حصہ بن کر اس کی حقیقت جاننے کا جنوں کی حد تک شوق تھا۔ پھر اُسے یہ مواقع حاصل بھی ہو گئے جہاں اُس کا واسطہ بدی کی انتہائی طاقتور طاقتوں سے پڑا، جو اُسے مادی دُنیا کی ہر آسائش اور عیش و عشرت کے دلفریب اور زہد شکن ماحول میں جکڑ کر اپنی راہ پر ڈالنا چاہتی تھیں۔ مگر آفرین سچائی کے اُس پرستار پر اور قوتِ ایمانی کی پختگی کے مالک، اس نوجوان پر جس کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور اُس نے قدم قدم پر ثابت کیا کہ سچائی کے راستے کے مسافر بدی کی بھول بھلیوں کی چال میں نہیں آ سکتے۔ نیکی اور بدی کی کشمکش کے دلچسپ واقعات سے بھرپور یہ ایک ایسی کہانی ہے، جو آپ کو ایک ہی نشست میں پڑھنے پر مجبور کر دے گی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

زمانہ قدیم میں لوگوں کے پاس بڑا وقت تھا' مرغے لڑاتے تھے' شاعری کرتے تھے' قوالیاں کراتے تھے' سر دھنتے تھے' کبھی اپنا کبھی دوسروں کا' بڑے آرام سے جنگیں لڑا کرتے تھے' گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر تلواروں اور ڈھالوں سے وقت کی بات ہے' فرصت کے لمحات کے ایسے ہی کھیل ہوتے ہیں۔ جدید دور تو تیز رفتاری کا دور ہے' اگر جھگڑا ہو جائے تو قریب جا کر پہلے دشمنوں کو للکارنے' اس کے بعد چھری چاقو کا کھیل کھیلنے کی بجائے بس' ایک کارتوس ضائع کرو' ٹھس کی آواز دشمن کا خاتمہ۔ اس سے آگے کی بات ہو تو دوسرے ہتھیار موجود ہیں' بڑے بڑے ملکوں نے خود جھگڑا کرنے کے بجائے یہ ذمہ داری بھی کمپیوٹر کو سونپ دی ہے۔ سائنس آسمان کی خبر لا رہی ہے اور خلا کی کہانیاں زمین تک آ چکی ہیں۔ بزرگوں کی کوششوں نے آج تک ذہن الجھا رکھے ہیں۔ مثلاً محاورے نجانے کیا کیا محاورے ایجاد کر گئے ہیں جنہیں سمجھنے کیلئے بھی سر کے بل کھڑا ہونا پڑتا ہے' اپنے بارے میں اگر کوئی محاورہ کہنا چاہوں تو بس ایک ہی محاورہ ذہن میں آتا ہے باپ پر پوت پیتا پر گھوڑا' بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔

اصل میں ہمارا خاندان عالموں کا خاندان رہا ہے' میں تو خیر نہیں کہتا لوگ کہتے ہیں کہ اس خاندان میں بڑے بڑے جید عالم گزرے ہیں' جن کی داستانیں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی چلی آئیں۔ آپ تو یہ جانتے ہی ہیں کہ علم و عمل کی اس دور میں کیا عزت ہے۔ پہلے ہمارے بزرگ جو کچھ بھی کرتے ہوں ان کا تذکرہ کریں تو مذاق ہی محسوس ہو گا' تعلیم ہمارے خاندان میں بس مذہبی معلومات کی حد تک رہی تھی۔ مختلف قسم کے علوم سے گزرتی ہوئی یہ نسل آخرکار ہمارے والد صاحب تک پہنچی کیونکہ عالموں کی تقدیر میں دولت نہیں ہوتی بلکہ قدرتی طور پر انہیں اپنی محنت سے روزی کمانی ہوتی ہے۔ وہ بھی اتنی کہ تن ڈھک جائے' پیٹ بھر جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ ماں بہنیں ماں باپ کو کوستی رہتی ہیں کہ خدا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

غارت کرے ان عقل کے اندھوں کو کہاں باندھ دیا' جہاں پیٹ بھر روٹی اور تن بھر کپڑا بھی مشکل ہو' مگر بات وہی تقدیر کی آ جاتی ہے۔

مختصر سا خاندانی تعارف تو آپ سے ہو چکا ہے لیکن اس میں کوئی عجیب بات ابھی تک نہیں آئی۔ پہلی عجیب بات یہ تھی کہ عالموں کے اس خاندان کا وہ فرد جو میرا باپ تھا۔ محنت کش کیلئے کوئی مناسب راستہ نہ پا کر کچھ بندر پکڑ لایا اور اس نے ان بندروں کو سدھا کر پیٹ بھرنے کا بندوبست کیا تھا۔ آپ کہیں گے بھلا اس میں عجیب بات کیا ہوئی۔ یعنی علیت سے بندر تک۔ عجیب بات جو میں بتا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ پتہ نہیں کیوں حمید اللہ صاحب یعنی میرے والد صاحب کو سوجھی کہ اپنے بیٹے کو تعلیم دلائی جائے۔ بندر نچانے والے حمید اللہ نے بڑی مشکل سے اپنے بیٹے کو میٹرک کرایا' اور بس اس کے بعد ہمارے بس میں تعلیم ہی نہیں تھی۔ گویا میں دنیاوی علم کے سمندر کو عبور کر گیا تھا لیکن میں نے جو پہلی بات کہی یعنی محاورے والی کہ باپ پر پوت پیتا پر گھوڑا بہت نہیں پر تھوڑا تھوڑا مگر میں بہت تھا تھوڑا تھوڑا نہیں تھا۔

اپنے باپ دادا کے کارنامے نہ سنتا تو شاید کام کا آدمی ہوتا لیکن مجھے تو نجانے کہاں کہاں کی سنائی جاتی رہیں تھیں کہ یوں تھا وں تھا۔ بارات جا رہی تھی۔ سارے لوگ سٹیشن سے ٹرین میں سوار ہوئے لیکن دادا مرحوم اس وقت نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے' جب ٹرین کے روانہ ہونے کا وقت تھا اور پلیٹ فارم پر نماز پڑھتے ہی رہ گئے لیکن ٹرین جب 24 گھنٹے کا سفر طے کر کے اپنی منزل پر پہنچی تو دادا مرحوم وہاں بھی نماز پڑھتے ہوئے نظر آئے اور دوسروں نے وہیں ان سے ملاقات کی۔

یہ تو ایک واقعہ ہے' ایسے ہزاروں واقعات جو میرے خون میں شامل ہو گئے تھے اور رات کو میں بستر پر لیٹ کر اپنا جہان سجا لیتا تھا' میرے خاندان کی بدقسمتی تھی کہ میں نے میٹرک کر لیا تھا ورنہ باقی لوگ ایسے کسی جھگڑے میں نہیں پڑتے تھے۔ چنانچہ ایک دسویں پاس کی سوچ معمولی نہیں ہوتی' جدید ترین سائنس کے ساتھ ساتھ میرے ذہن میں پراسرار علوم سیکھنے کا جنون پیدا ہو گیا تھا اور اس کیلئے ہماری بستی کسی طرح کم نہیں تھی۔ مسجدیں بھی تھیں' مندر بھی تھے' جنگل بھی تھے اور ویرانے بھی تھے۔ روایتیں بھی تھیں اور مزارات بھی تھے' مٹی بھی تھی' کیا گل و گلزار جگہ تھی۔ بات چھوٹی سی بستی کی نہیں ہے میں

قریب و جوار کی بھی باتیں کر رہا ہوں۔ پیلی پگڈنڈیاں اپنے اندر نجانے کیسی کیسی کہانی رکھتی تھیں' تالاب کے کنارے کا سر کٹا اپنی ایک الگ داستان رکھتا تھا اور ٹوٹی حویلی میں املی کے درخت جن پر رات کو بڑی بڑی آنکھیں چمکتی تھیں اور لوگ مغرب ہونے کے بعد سے املی کے ان درختوں کے نیچے سے گزرنا پسند نہیں کرتے تھے' آپ اسے شیخی خوری نہیں سمجھیں۔ میں نے راتوں کو سونے کے بجائے گھر کی دیواریں پھلانگ پھلانگ کر املی کے ان درختوں کے نیچے کئی کئی گھنٹے گزارے تھے' مگر یہ الگ بات تھی کہ کافی دن تک وہ آنکھیں مجھے نظر نہیں آئی تھیں۔ لیکن ایک رات گڑبڑ ہو گئی' میں املی کے ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اور بلندیوں کو گھور رہا کہ چمٹا بجنے کی آواز آئی۔ رات چونکہ کافی ہو گئی تھی اور بستی کے لوگ سو چکے تھے اس لئے مجھے حیرت ہوئی کہ یہ کون ہے؟ پلٹ کر دیکھا تو دبلے پتلے بدن کا ایک عجیب سا آدمی قریب کھڑا ہوا تھا۔ چمٹا اس کے ہاتھ میں تھا۔ بڑی عجیب سی شکل تھی۔ پچکے گال' ڈھانچے نما بدن' سر پر گھٹی ہوئی چوٹی۔ میں نے تعجب سے کہا۔

''کون ہے بھئی تو؟''

''کیوں اپنے باپ کی جاگیر میں بیٹھا ہوا ہے کیا؟'' تیجا ہے ہمارا نام۔

''بدتمیزی کیوں کر رہے ہو؟ تمہیں گالی تو نہیں دی صرف تمہارا نام پوچھا ہے۔'' اتنی رات گئے تو یہاں کیا کر رہا ہے؟

''کیوں؟ کیا یہ تمہارے باپ کی جاگیر ہے' تمہاری مملکت ہے؟''

''ہاں ہے۔''

''ٹھیک ہے' نکال سکتے ہو تو نکال دو مجھے یہاں سے۔''

''جھگڑا کرے گا مجھ سے؟ اگر تم مجھ سے جھگڑا کر رہے ہو تو میں تم سے کم نہیں ہوں' بگاڑ لو میرا اگر کچھ بگاڑ سکتے ہو تو۔

وہ مجھے بغور دیکھتا رہا اور اس کے بعد وہاں سے واپس چلا گیا۔ لیکن نہ جانے کیوں اس کے جانے کے بعد میرے دل کو ایک خوف کا سا احساس ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے' لیکن کیا گڑبڑ ہوئی ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ نجانے وہ تھی کیا بلا' بہرحال میں نے اس بارے میں زیادہ غور نہیں کیا۔ گھر کے لوگوں کو میری ان

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کوششوں کے بارے میں معلوم تھا اور حمیداللہ صاحب اکثر میری ماں سے کہا کرتے تھے کہ یہ لڑکا کبھی نہ کبھی نقصان پہنچائے گا۔ انہوں نے ایک بار مجھ سے پوچھا بھی تھا۔ دسویں پاس کر لی ہے تو نے اور کچھ نہیں تو بندر نچانے کا کام ہی سیکھ لے۔ کچھ تو کمائے گا۔ کتا گھر کا ہے نہ گھاٹ کا' دھوبی کا کتا بنا ہوا ہے۔ پورے کا پورا۔ نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرتا ہے۔ ابے میں کہتا ہوں کہاں سے کھائے گا؟ کہاں سے کمائے گا؟ آخر سوچا کیا ہے تو نے اپنے مستقبل کے بارے میں؟

''اتنے پریشان کیوں ہوتے ہو؟''

''پریشان ہوتا ہوں اپنے بڑھاپے کیلئے' اولاد جوان ہوتی ہے تو انسان سوچتا ہے کہ چلو سہارا ہو گا مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔''

''اللہ مالک ہے اب' اللہ ہی کوئی نہ کوئی سبیل نکالے گا۔'' جو اب میرے پاس اتنے تھے کہ ہر ایک کی زبان بند کر سکتا تھا۔ ابا بیچارے ایسے موقعوں پر خاموش ہو جایا کرتے تھے۔ غصہ آیا تو زیادہ سے زیادہ بیچارے بندروں پر اتر جاتا تھا۔ میں چونکہ اماں کا لاڈلا تھا' لاڈ تو ابا بھی کرتے تھے لیکن وہ ذرا مختلف قسم کے آدمی تھے۔ بہرحال میں سوچتا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے۔ کوئی کام کروں ہو سکتا ہے کوئی بات بن جائے۔ ایک لمحے میں ان لوگوں کے دلدر دور ہو جائیں بس انہی چکروں میں مارا مارا پھرتا تھا۔

املی کے درخت کے نیچے جس سوکھے سڑے بوڑھے سے جھگڑا ہوا تھا اس کا خیال تک ذہن سے نکل گیا تھا۔ ہو جاتے ہیں ایسے واقعات' لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ بات کچھ بگڑی ہوئی ہے۔ اس دن بھی میں ایسے ہی دوپہر کے وقت گھومنے نکل گیا۔ آج گرمی کچھ زیادہ تھی اور ویرانوں میں نکل آنے کے بعد اس کی شدت کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ گھر واپس لوٹنا چاہئے' لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے کسی کو دیکھا' نہ جانے وہ کون تھا' مجھ سے کچھ فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ کوئی سادھو ہو۔ اس کا ڈھیلا ڈھالا لباس ہاتھوں میں پکڑی ہوئی سوٹی ایسی ہی لگ رہی تھی۔ نجانے میرے دل میں کیا خیال آیا۔ میں تیز تیز قدموں سے اس کے پاس پہنچ گیا۔ سادھو کی پشت میری طرف تھی۔ میں نے اسے آواز دی تو وہ رک گیا۔ میں نے کہا۔ ''سنو بابا جی میری بات سنو۔'' کون ہو تم اس دوپہر میں کہاں جا رہے ہو؟

وہ میری طرف پلٹا اور اس کی صورت دیکھ کر گم رہ گیا۔ یہ وہی سوکھا ہوا بوڑھا تھا جو مجھے املی کے درخت کے نیچے ملا تھا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں نفرت کے آثار تھے۔

''کہنے لگا بیٹا بڑے دنوں سے تیری تاک میں تھا' آج آخر ہاتھ لگ ہی گیا۔ کیا کہا تھا تو نے اس دن یاد ہے؟''

''خیر یہ تو مجھے یاد نہیں کہ میں نے اس دن کیا کہا تھا لیکن تو میرا کیا بگاڑ لے گا۔ اتنا ماروں گا کہ ہوش ٹھکانے نہیں رہیں گے۔''

''یہ بات ہے۔'' اس نے کہا اور پھر اچانک ہی اس نے اپنا منہ میری طرف کر کے پھونک مارنا شروع کر دی۔

مجھے ایک دم ایسا لگا جیسے میرے چاروں طرف گردوغبار طاری ہو گیا ہو' کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس گردوغبار سے بچنے کی کوشش کی لیکن میرے پاؤں من بھر کے ہو گئے۔ نجانے کیا کیفیت ہو گئی تھی میری۔ میرے حلق سے آواز تک نکل نہیں پا رہی تھی اور میں ایک عجیب و غریب پریشانی کا شکار ہو گیا تھا۔ لیکن آخر کار یہ گردوغبار چھٹا اور پھر اس کے بعد جب میں دیکھنے کے قابل ہوا تو میرے قرب و جوار میں کچھ نہیں تھا۔ لیکن اس وقت دل پر ایک خوف سا طاری ہو گیا تھا۔ میں گھر کی جانب چل پڑا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے بدن پر بے پناہ بوجھ آ گیا ہو۔ بہرحال گھر واپس آنے کے بعد میں اپنے کمرے میں گیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ نجانے کتنی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو سورج نکلا ہوا تھا اور میں شدید بخار میں مبتلا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیفیت ہے؟ پھر میں نے کچھ آوازیں سنیں اور مجھے اندازہ ہوا کہ ابا ڈاکٹر صاحب کو بلا کر لائے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مجھ سے میری طبیعت پوچھنے لگے۔ سینے وغیرہ کا معائنہ کیا اور نسخہ لکھ دیا۔ بازو میں انجکشن بھی لگایا تھا' بہرحال مجھے شدید بخار تھا۔ میں جانتا تھا کہ میں خوف کا شکار ہو گیا ہوں یا بوڑھے نے مجھے اپنا شکار بنا لیا ہے' لیکن کسی کو کچھ بتانا بالکل بیکار تھا۔

ڈاکٹر کی دوائیں گھر میں آ گئیں۔ ابا جان' اماں جان کو برا بھلا کہنے لگے۔ مقصد یہ تھا کہ لڑکا آوارہ پھرتا رہتا ہے' لو لگ گئی ہے۔ میرے گھر کے لوگ ڈاکٹر کی دوا کے اثر کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انتظار کرتے رہے۔ میرے حلق میں دوائیں ٹھونسی جاتی رہیں اور تمام دن گزر گیا۔ کڑوی کسیلی دوائیں اوپر سے فاقہ کشی میں بھوک سے نڈھال تھا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ کسی سے کھانے کیلئے مانگتا تو وہ ڈانٹ دیتے۔ مجھ پر غشی طاری ہوگئی۔ بہرحال بڑی مشکل میں گرفتار ہوگیا۔ گھر والے سخت پریشان تھا۔ ابا جان بیچارے زبان کے بے شک خراب تھے لیکن میری محبت ان کے دل میں تھی اور مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سخت پریشان ہیں۔

مجھے ہوش میں دیکھ کر میرے قریب آئے اور بولے۔ ''فرید بیٹے تجھے کیا ہو گیا ہے؟ میری جان سوکھ کر کانٹا ہوا جا رہا ہے۔''

''نہیں میں ٹھیک ہوں ابا۔'' اور واقعی اس کے بعد سے میری کیفیت کچھ بہتر نظر آنے لگی۔ کئی دن گزر گئے تھے اور میں بڑی کمزوری محسوس کر رہا تھا لیکن ایک بات پر آپ یقین کریں یا نہ کریں میں جانتا تھا کہ اس دن کیا ہوا تھا' لیکن بوڑھے تیجا سے مجھے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا تھا۔ جو ہوا تھا وہ ایک الگ بات تھی لیکن میں نے دل میں یہ ضرور سوچا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے میں اس بوڑھے سے مقابلہ ضرور کروں گا۔

غالباً یہ پانچویں رات تھی میں سو گیا' تب میں نے خواب میں اس بوڑھے کو دیکھا۔ اس کا چہرہ انسان کا تھا اور باقی جسم بھینسے کا' سر پر سینگ موجود تھے اور وہ اپنے کھڑے زمین گھس رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ابھی وہ اپنے نوکیلے سینگ میرے سینے میں گھونپ دے گا۔ میں اس کے سامنے موجود تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کاش میرے ہاتھ میں کوئی کپڑا ہوتا تاکہ میں ایک بل فائٹر کی طرح اس کے وار ناکام بنا دیتا۔ پھر اچانک ہی بوڑھے کی شکل تبدیل ہوگئی۔ اس کا سر اپنا تھا لیکن باقی بدن سانپ کا۔

ساری رات میں ایسے ہی بھیانک خواب دیکھتا رہا تھا۔ کئی بار میری آنکھ کھلی تو میرے کانوں میں بلیوں کے رونے کی آواز سنائی دی۔ یہ رات بڑی بھیانک گزر رہی تھی مجھ پر۔ اور چونکہ اچھی طرح سو نہیں پایا تھا اس لئے صبح ہونے سے پہلے پھر میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے پھر خود کو ایک ویران کھنڈر میں دیکھا۔ کھنڈر کی دیواریں شکستہ تھیں۔ چھت سے اینٹیں نکل نکل کر نیچے گر رہی تھیں اور میں ان سے بچ رہا تھا۔ ایک بار تو ایک اینٹ بالکل میرے سر کے پاس سے نکلی اور میں اچھل کر دیوار سے جا لگا لیکن جیسے ہی میں دیوار سے ٹکا اس دیوار نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ایک زوردار دھماکے کے ساتھ مجھے کسی اور کی چیخ

سنائی دی اور پھر بہت سی آوازیں ابھر آئیں۔ مجھے ایک دم احساس ہوا کہ میں جاگ رہا ہوں اور جو کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ ایک خواب تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل آیا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ آوازیں میری والدہ کے کمرے سے ابھر رہی ہیں۔ میں پھرتی سے کمرے میں داخل ہوگیا جہاں میرے گھر کے افراد جمع تھے اور میری چھوٹی بہن سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ میرا چھوٹا بھائی اور ماں بھی وہیں موجود تھے لیکن فرش پر میں نے جو چیز دیکھی اسے دیکھ کر خوش بھی ششدر رہ گیا۔ یہ تین کالی بلیوں کی لاشیں تھیں جن کے سر غائب تھے۔ بلی کی کٹی ہوئی گردنوں سے بہا ہوا خون دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے انہیں ابھی اسی جگہ ذبح کر کے ان کے سر غائب کر دیئے ہوں۔

والدہ صاحبہ کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا اور ان کی آنکھوں میں شدید خوف کے آثار تھے۔

''یہ کیا ہے اماں؟'' میں نے پوچھا۔

''پتہ نہیں بیٹے۔ اللہ ہی جانتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے ہم پر جادو کرانے کی کوشش کی ہو۔'' مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو ویسے ہی غریب لوگ ہیں' ہمارے اوپر جادو کرا کے کسی کو کیا ملے گا؟ ہماری تو کسی سے دشمنی بھی نہیں ہے۔

میں بالکل خاموش کھڑا ہوا تھا۔ بہرحال والد صاحب نے ہمت کی' سر کٹی بلیوں کی لاشوں کو اٹھایا اور دروازہ کھول کر باہر پھینک دیا لیکن سارے گھر والے خوفزدہ ہوگئے تھے۔ میں سب کی طرح طرح کی باتیں سن رہا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں تیجا کے بارے میں کسی کو کچھ بتانا پسند نہیں کیا۔ والد صاحب بیچارے بندروں کو ساتھ لیکر روزی کیلئے نکل کھڑے ہوئے تھے لیکن میں آج گھر میں ہی رہا تھا۔ ویسے بھی بدن میں کمزوری سی ہوگئی تھی اور دل باہر جانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ والد صاحب تھوڑے بہت پیسے کما کر کھانے پینے کی چیزیں لیکر واپس آگئے لیکن گھر کی فضا پر ایک خاص ہی کیفیت طاری تھی۔ الٹا سیدھا کھانا کھا کر جب سب سونے کیلئے لیٹ گئے تو میں بھی کمرے میں چلا آیا۔ کمرے میں داخل ہو کر دروازہ میں نے اندر سے بند کر دیا۔ کھڑکیاں بھی بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ حالانکہ اس کمرے میں گھٹن پیدا ہوگئی تھی لیکن نجانے کیوں اب میرے اعصاب پر تھوڑا سا خوف سوار تھا۔ بستر پر لیٹنے سے پہلے میں نے اپنا تکیہ اٹھایا تو بری طرح اچھل پڑا۔ تکیے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے نیچے ایک سیاہ رنگ کی چھپکلی بیٹھی ہوئی تھی۔ بے حد بھیانک اور مکروہ شکل کی چھپکلی تھی۔ حالانکہ ہمارے اس ٹوٹے ہوئے مکان میں اکثر دیواروں پر چھپکلیاں نظر آ جاتی تھیں لیکن اس قدر خوفناک چھپکلی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ تکیہ ہٹاتے ہی چھپکلی دوڑ کر پلنگ کے نیچے گھس گئی۔ اب میں اس قدر دلیر بھی نہیں تھا کہ ایسے ہی پلنگ پر آرام سے لیٹ جاؤں میں نے پورا بستر دیکھا' پلنگ الٹ کر دیکھا مگر چھپکلی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ میں پریشانی سے سوچنے لگا کہ اب کیا کروں۔ یہاں سے کہاں جاؤں؟ چھپکلی تو کمرے میں موجود ہی ہے لیکن وہ ادھر تکیے کے نیچے کیوں چھپی تھی' میں نے سن رکھا تھا کہ چھپکلی بہت زہریلی ہوتی ہے۔ کیا وہ مجھے کاٹنا چاہتی تھی۔ آخر کار میں نے کمرے میں نہ سونے کا فیصلہ کیا بستر اٹھا کر باہر نکل آیا۔ باہر کا موسم بڑا اچھا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ چھت پر جا کر سو جاؤں چنانچہ میں دری اور چادر لیکر چھت پر پہنچ گیا۔ چھت پکی تھی اور صاف ستھری ہوا کرتی تھی۔ میں نے دری بچھائی اور تکیہ رکھ کر لیٹ گیا۔ پورے چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں ذہن سے خوف کو جھٹکنے کیلئے چاند کو گھورنے لگا۔ تیجا بار بار میرے ذہن میں آ رہا تھا۔ کمبخت نہ جانے کیا بلا تھی؟ اتنا تو مجھے یقین تھا کہ یہ سارا کیا دھرا تیجا ہی کا ہے۔ پتہ نہیں یہ مصیبت کیوں گلے پڑ گئی۔ میں بہت دیر تک سوچتا رہا۔ تیجا سے مقابلہ کرنے کیلئے مجھے کیا کرنا چاہئے۔

سچ بات یہ ہے کہ جو حالات یکے بعد دیگرے پیش آ رہے تھے وہ بے حد خوفناک تھے۔ لیکن میں بھی ذرا مختلف قسم کا آدمی تھا۔ میرے اندر خوف کی بجائے یہ احساس ہوا کہ یہ بات معلوم کروں کہ یہ سارا قصہ کیا ہے اور یہ ہو کیا رہا ہے؟

کہیں دور سے ڈھول بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ غالباً کسی کے گھر میں شادی تھی۔ باقی چاروں طرف سناٹا طاری تھا۔ میں دل ہی دل میں بوڑھے خبیث کو گالیاں دینے لگا پھر میں نے کہا کہ دیکھوں گا بیٹے تیجا تو مجھے کتنا پریشان کرتا ہے۔ یہ تو اچھی بات ہے کہ تو نے مجھے ایک راستے پر لگا دیا ہے۔ اب میں غور کروں گا کہ اگر ایسی صورتحال کسی کو پیش آ جاتی ہے تو اسے کیا کرنا چاہئے۔ آخر کار میں نے سر پر چادر اوڑھ لی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ آنکھوں میں غنودگی آ گئی۔ غالباً کہیں دور سے گھڑی کے دو گھنٹے بجے تھے' نجانے کیوں میری آنکھ کھل گئی اور میں ایک لمحے کیلئے فضا میں پھیلے ہوئے سناٹے پر

غور کرنے لگا لیکن اچانک ہی مجھے ایک آہٹ سنائی دی اور میں پوری طرح ہوشیار ہو گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے کوئی چھت پر چل رہا ہو۔ میں نے چہرے پر چادر اوڑھی ہوئی تھی لیکن اس وقت تو نیند کی کیفیت تھی اور آنے والا بالکل ہی قریب آ جائے تو دیکھوں کیا قصہ ہے' بالکل جیسے ہی قدموں کی چاپ بالکل میرے قریب پہنچی' میں نے زور سے چادر اتار پھینکی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے ایک بھیانک چیخ سنی تھی اور پھر مزید کئی چیخیں ایک ساتھ گونجیں۔ میں نے اپنے قریب ہی ایک انسانی جسم کو محسوس کیا جو چیخ رہا تھا۔ لیکن پھر نیچے سے بھی چیخوں کی آوازیں سنائی دیں۔ غالباً یہ چیخیں سن کر نیچے والوں کی بھی آنکھ کھل گئی تھی اور چونکہ وہ سوتے سے جاگے تھے اس لئے اپنے ذہن پر قابو بھی نہیں رکھ سکے تھے۔ پھر سیڑھیوں پر قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ سب سے آگے آنے والے میرے والد صاحب تھے جن کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ۔ انہوں نے ٹارچ کی روشنی پہلے مجھ پر' اس کے بعد اس سائے پر ڈالی جو میرے قریب کھڑا ہوا تھا اور اب میں نے بھی اس سائے کو دیکھا۔ یہ میرا بھائی نعیم تھا اور نعیم ہی چیخا تھا۔ والد صاحب اس سے صورتحال معلوم کرنے لگے تو نعیم نے کہا۔

''ابا جان میں باتھ روم نے کیلئے اٹھا تھا' مجھے چھت پر ہلچل محسوس ہوئی تھی۔ مجھے یوں لگا جیسے اوپر کوئی موجود ہے۔ پہلے تو مجھے ڈر لگا پھر میں نے سوچا کہ کوئی چور وغیرہ نہ ہو' ہمت کر کے میں اٹھا اور چھت پر آ گیا۔ یہاں میں نے کسی کو چادر اوڑھ کر سوتے ہوئے دیکھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ بھائی جان ہیں۔ اچانک ہی بھائی جان چادر پھینک کر کھڑے ہو گئے اور میرے حلق سے ڈر کی وجہ سے چیخ نکل گئی۔''

تمہاری ایسی تیسی راتوں کو بھی سونے نہیں دیتے' کمال کی بات ہے بڑی مصیبت آ گئی بھئی۔ یہ تو پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے پھر سب لوگ نیچے چلے گئے۔ والدہ ضد کر کے مجھے بھی نیچے لے گئیں اور انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں اپنے کمرے میں نہ سونا چاہوں تو ان کے کمرے میں سو جاؤں۔ خیر اس وقت تو میں نے ان کی بات مان لی تھی لیکن دوسرے دن میں نے صاف کہہ دیا کہ مجھے کمرے میں گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ میں چھت پر سونا چاہتا ہوں۔

والد صاحب نے کہا نعیم بھی چھت پر ہی سو جائے گا لیکن نعیم اس کیلئے تیار نہیں تھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا۔ اس رات میں بھی پچھلی رات کی طرح چھت پر پہنچ گیا۔ اصل میں سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مجھ پر خوف و دہشت کا غلبہ نہیں تھا۔ بس جیسا کہ آپ کو بتا چکا ہوں کہ شروع سے ہی پراسرار علوم جاننے سے دلچسپی ہو گئی تھی اور تیجا کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔ بخار تو بس ایسے ہی آ گیا تھا۔ اس میں خوف کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ گھر والے بے شک ڈر رہے تھے لیکن میں خوفزدہ نہیں تھا۔ بہرحال کل کی طرح آج بھی میرے ذہن میں یہ تصور موجود تھا کہ شاید کوئی گڑبڑ ہو جائے۔ لیکن بہت دیر انتظار کے بعد بھی کوئی ایسا عمل نہیں ہوا تو میں گہری نیند سو گیا۔ البتہ سوئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک بار پھر مجھے اپنے بالکل سرہانے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ویسے بھی میں بہت کچی نیند کا مالک تھا اور شروع ہی سے ذرا سی آہٹ پر جاگ جانے کی عادت تھی۔ اس لئے اس وقت میری آنکھ کھل گئی۔ ذہن میں نعیم ہی کا تصور ابھرا تھا لیکن جب میں نے چادر اٹھا کر پیچھے کی جانب دیکھا تو میرے سارے وجود میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ وہ ایک لمبا بے سر کا انسان تھا' جس کا جسم خاصا کالے رنگ کا تھا' اس نے ایک تھوڑا سا کپڑا اپنے نچلے جسم پر لپیٹا ہوا تھا۔ موٹے موٹے مضبوط ہاتھ پاؤں کا مالک تھا لیکن اس کی گردن کٹی ہوئی تھی اور خون کی دھاریں اس کٹی ہوئی گردن سے اس کے بدن پر بہہ رہی تھیں۔

میں دہشت زدہ انداز میں کروٹ بدل کر اس سے دور ہٹ گیا تو مجھے ایک آواز سنائی دی۔

''تیجا سے جھگڑا مول لیکر تو نے اپنے لئے جو مصیبت مول لی ہے اس کا پہلا تحفہ لے' تو جانتا نہیں تیجا مہاراج کون ہے؟ وہ تجھے پاتال میں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ ابھی تو ان سے بدتمیزی کا مزا چکھ' بعد میں اگر کبھی ان کے من میں آئی تو وہ تجھے معاف کر دیں گے' لے پکڑ اس نے کہا اور کوئی چیز میرے اوپر پھینک دی۔''

مین نے چاند کی مدھم روشنی میں ایک کٹے ہوئے انسانی سر کو دیکھا جس سے خون دھاروں کی شکل میں ابل رہا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے سیڑھیوں کی جانب چھلانگ لگا دی اور میرا توازن قائم نہ رہ سکا اور میں بری طرح نیچے گر پڑا تھا اور میرے گرنے کی زوردار آواز سب نے سن لی تھی۔

حمید اللہ صاحب' نعیم' والدہ' بہن سب لوگ کمروں سے نکل بھاگے اور مجھ سے

صورتحال معلوم کرنے لگے۔

ایک لمحے تک تو میں ذرا بدحواس رہا پھر میں نے اوپر کی جانب اشارہ کیا اور کہا وہاں ایک انسان کا سر پڑا ہوا ہے۔

''کیا؟'' والد صاحب کے حلق سے ایک دہشت بھری آواز نکلی۔

''جی انسانی سر۔'' میرا پورا بستر خون سے سرخ ہو رہا ہے۔ بہرحال سب کے سب دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ والد صاحب نعیم کو لیکر اوپر گئے۔ غالباً یہ اندازہ لگانے کیلئے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔

ابھی وہ اوپر سے اترے بھی نہیں تھے کہ اچانک ہی پڑوس کے کسی گھر سے چیخنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ سب لوگ پریشان ہو گئے تھے۔ والد صاحب اوپر سے نیچے اترے تو ان کا بدن کانپ رہا تھا۔ وہ خوفزدہ ہو کر بولے۔

''واقعی اوپر تو بڑا خون خرابہ ہوا ہے۔ یہ تم نے کیا کیا فرید۔ وہ سر تو' وہ سر تو مہتاب کا ہے۔''

مہتاب ہمارے گھر سے تیسرے گھر میں رہا تھا۔ جوان آدمی تھا' محلے میں تھوڑی بہت غنڈہ گردی کرتا رہا تھا جس کی وجہ سے لوگ اسے زیادہ منہ نہیں لگاتے تھے۔ ایک بار مجھ سے بھی جھگڑا ہوا تھا اس کا اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد اچانک ہمارے گھر کے دروازے پر زور زور سے دستک کی آواز سنائی دی اور والد صاحب بھی دروازے پر پہنچ گئے۔

باہر بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ٹارچیں دبی ہوئی تھیں۔ ٹارچوں کی روشنی انہوں نے دروازے سے اندر ڈالی اور کہا۔

''یہ دیکھو یہ ہیں خون کے نشانات' اس گھر کی طرف آتے ہیں اب اندر کی طرف گئے ہیں۔'' ان میں سے کسی نے کہا اور لوگ والد صاحب اور دوسرے لوگوں کو دھکا دیتے ہوئے اندر گھس آئے۔

وہ بہت پرجوش تھے۔

مہتاب کا چچا سب سے آگے آگے تھا' وہ پہلوانی کرتا تھا اور محلے میں اس کی بڑی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

''حمید اللہ ہم تیرے گھر کی تلاشی لیں گے۔''

''مگر بھائی ہوا کیا ہے؟'' میرے والد صاحب نے پوچھا۔

''کسی نے مہتاب کا قتل کر دیا ہے' گردن کاٹ دی ہے اس کی۔ خون کی دھار ہمارے گھر سے سیدھی تیرے گھر میں آئی ہے۔'' حمید اللہ پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ لاٹھیاں مار مار کر بھیجا نکال دیں گے۔

والد صاحب کی تو آواز ہی بند ہو گئی تھی۔ میرے اندر جوش جاگا تھا لیکن افراد بہت زیادہ تھے اور ایسے بھی تھے جنہیں میں عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ وہ لوگ چاروں طرف پھیل گئے۔ واقعی ٹارچوں کی روشنی میں خون کی لکیریں زینے کی طرف جاتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھیں۔ چلو اوپر چلو مگر دو تین افراد اوپر آ جاؤ باقی دروازے پر جم جاؤ ان حراموں میں سے کوئی ایک بھی بھاگ نہ سکے اور دوسرے لوگوں نے مجھے اور والد صاحب وغیرہ کو پکڑ لیا۔ پھر اوپر سے آوازیں آئیں مہتاب کا سر یہاں موجود ہے۔

''ارے مہتاب کا سر یہاں موجود ہے؟''

بس اس کے بعد ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ لاتیں' گھونسے' تھپڑ ہر شخص حسب توفیق مار رہا تھا اور چند منٹ کے بعد جب ہوش نہ رہا تو سارے درد ختم ہو گئے۔

آنکھ ہسپتال میں کھلی تھی۔ میں اور والد صاحب برابر برابر کے بستروں پر پڑے ہوئے تھے۔ پولیس کے جوان ہماری نگرانی کر رہے تھے۔ پورا بدن بری طرح دکھ رہا تھا۔ ویسے ہم نے محسوس کیا کہ ہسپتال کا عملہ تک ہمارے ساتھ نفرت کا برتاؤ کر رہا ہے۔ بہرحال ہوش آ گیا اور اس کے بعد پولیس کے چکر میں پڑ گئے۔ ایک پولیس آفیسر صاحب نے سوال کیا۔

''کیا تمہارے گھر کا کوئی فرد سفلی عمل کرتا ہے؟''

''نہیں جناب کوئی نہیں!''

''کیا تین دن قبل تم نے بلیوں کے کٹے ہوئے سر باہر پھینکے تھے؟''

''جی۔''

''وہ سر کہاں سے آئے تھے؟''

''گھر ہی میں پڑے ہوئے ملے تھے۔''

''مہتاب کو تم نے کسی خاص وجہ سے قتل کیا یا یہ صرف اتفاق تھا؟'' ویسے سنا ہے کہ اس سے تمہارا جھگڑا بھی ہو چکا ہے۔

''دیکھیں جناب پہلی بات تو یہ ہے کہ نہ ہمارے گھر میں کوئی سفلی علم کرتا ہے نہ مہتاب سے کوئی جھگڑا ہوا ہے میرا' ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سر میرے گھر پر ہی ملا ہے' میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ بہرحال آپ دیکھ لیجئے اگر مجھ پر فرد جرم عائد ہوتی ہے تو میں انکار نہیں کروں گا۔ بھلا فرد جرم عائد نہ ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔''

تحقیقات ہوئی' تفتیش ہوئی' والد صاحب پھنس رہے تھے جبکہ میں جانتا تھا کہ تیجا سے میرا کھیل شروع ہوا ہے۔ یہ سب اسی کا شاخسانہ ہے۔ چنانچہ میں نے اعتراف کر لیا۔ پولیس کی مار کھانے سے یہی بہتر تھا کہ ابتدائی طور پر اپنا بچاؤ کروں اور پھر مجھے پہلے لاک اپ اور پھر جیل بھجوا دیا گیا۔ میرا مقدمہ چلنے گا۔ میں چونکہ اعتراف کر چکا تھا اس لئے کوئی الجھن کی بات نہیں رہی تھی۔ بیچارے والد صاحب کی جو کیفیت تھی' وہ میں ہی جانتا تھا۔ وہ تین بار ملاقات کیلئے جیل میں آئے تھے تو میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو سنبھالیں۔ پورے گھر کی ذمہ داریاں ہیں ان پر۔ ان ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ میرا اللہ مالک ہے۔

جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں البتہ میں سوچتا رہا تھا' کہ یہ کوئی مناسب بات نہیں ہے کہ ایک گندی کرتوتوں کا ماہر کسی انسان کو اتنی آسانی سے زندگی سے محروم کر دے۔ اس کا کوئی حل تو ہونا چاہئے مگر میں پہلے ہی مرحلے میں پھنس گیا تھا۔ کیا کرتا کیا نہ کرتا؟ کیونکہ قتل کا جرم تھا اور ابھی فرد جرم مکمل طور پر عائد نہیں ہوئی تھی اس لئے مجھ سے زیادہ مشقت بھی نہیں لی جاتی تھی۔ البتہ پیروں میں بیڑیاں ڈال کر سیر و سیاحت کیلئے لایا جاتا تھا اور یہیں میری ملاقات مسیح گپت حسین خان راجوریہ اچھوت سے ہوئی۔

ایک عجیب و غریب شخصیت تھی۔ چھوٹی سی داڑھی' لمبی لمبی مونچھیں جو نیچے لٹکی ہوئی تھیں اور بالکل چوہے کی دم لگتی تھیں۔ بھنویں اس طرح اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں جس طرح جادوگروں کی ہوتی ہیں' خاص قسم کی ٹوپی پہنے ہوئے ایک عجیب و غریب شخصیت تھی۔ سارے کا سارا وزن ملا کر کوئی تیس چالیس پونڈ ہو گا۔ قیدیوں کے ڈھیلے ڈھالے لباس میں یوں لگ رہا تھا جیسے کسی کو تھیلے میں بند کر دیا گیا ہو۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں نے دلچسپی سے اسے دیکھا تو اس کی چھوٹی چھوٹی گول آنکھیں مجھ پر جم گئیں۔ ایک لمحے کیلئے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ان آنکھوں سے ایک سفید رنگ کی شعاع نکلی ہو۔ مجھے اپنے پورے وجود میں سرسراہٹیں محسوس ہونے لگیں۔ یہ ایک انتہائی حیران کن بات تھی جو میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ چند لمحے مجھے اپنے دل و دماغ میں سرسراہٹ محسوس ہوتی رہی۔ اس کے بعد ایک دم یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور وہ بزرگ شخصیت میرے پاس پہنچ گئی۔

''آ جا' اس نے اس طرح کہا جیسے بلی یا کبوتر کو بلاتے ہیں اور پھر ایک جانب بڑھ گیا۔''

جیل کے محافظ سیر کرنے قیدیوں پر تعینات تھے۔ اصولی طور پر مجھے یہاں سے نہیں ہٹنا چاہئے تھا کیونکہ ڈسپلن کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مرمت میں دیکھ چکا تھا۔ بیشک مجھ پر ابھی فرد جرم عائد نہیں ہوئی تھی لیکن جیل ریمانڈ پر تھا اور جیل کے قواعد کسی طرح نہیں توڑے جا سکتے تھے لیکن نجانے وہ کون سی قوت تھی جس کی بنا پر میں دوسرے قیدیوں کی صف سے نکلا اور اس عجیب و غریب شخصیت کے پیچھے چل پڑا۔ کافی فاصلے پر سیمنٹ کے بڑے بڑے پائپ پڑے ہوئے تھے۔ غالباً کہیں سیوریج ڈالی جا رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر ایک پائپ میں داخل ہو گیا اور پھر تھوڑا سا منہ نکال کر مجھ سے بولا۔

''اب آ بھی جا بھوتنی کے ٹانگیں تڑوانی ہیں کیا۔'' جلدی سے اندر آ جا۔

میں غڑاپ سے اندر داخل ہو گیا۔

''بیٹھ جا' نام بتا۔'' اس نے کہا۔

''فرید اللہ ہے میرا نام۔''

''ہوں میرا نام مسیح گپت حسین خان راجوریہ اچھوت' کیا نام ہے میرا؟''

''کیا؟'' میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

مسیح گپت حسین خان راجوریہ اچھوت' یہ کیا نام ہوا؟

اچھا سوال کیا' مسیح سمجھتا ہے نا عیسائی' گپت ہندو' حسین خان مسلمان' راجوریہ پنڈت' اونچی ذات کا اور اچھوتوں کا تو تمہیں پتہ ہی ہے بیچارے زندگی سے محروم۔ آج تک دوسروں کی جوتیوں میں زندگی بسر کرتے رہے۔

بات اصل میں یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو انسان نہیں کہتا کہیں وہ عیسائی ہوتا ہے' کہیں ہندو' کہیں مسلمان' کہیں اونچی ذات' کہیں نیچی ذات' انسان کوئی نہیں کہتا اپنے آپ کو۔ ارے بابا انسان کی بھی تو اپنی ایک ذات ہوتی ہے۔ سارے جھگڑوں سے الگ' سارے معاملات سے بالکل مختلف' پتہ نہیں کیسے ہیں لوگ فضول باتیں زیادہ کرتے ہیں کام کی باتیں کم۔

ہاں کیا قصہ ہے' کس چکر میں پھنسا ہے جان من؟

آدمی دلچسپ ہو تمہیں کس نام سے مخاطب کروں۔ اتنے سارے ناموں کے بعد؟

پروفیسر' صرف پروفیسر اس نے جواب دیا۔ اور میں اس کے چہرے سے جھلکنے والے تاثرات پر غور کرنے لگا۔ اس کے حلئے پر پروفیسر نام کسی طرح نہیں جچتا تھا۔ لیکن بہرحال شخصیت واقعی دلچسپ تھی۔

میں نے کہا۔

''پروفیسر میرا تعلق ایک علمی گھرانے سے ہے اور ہم اس ذات کی اونچ نیچ میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔''

اب زندگی کے دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان پڑھ لکھ کر نوکری کرے' شادی کرے' بیوی بچے پالے' ماں باپ کی خدمت کرے پھر بچے بڑے ہو جائیں تو ان کی شادی کرے اور پھر جب خود بوڑھا ہو جائے تو ان کے رحم و کرم پر زندگی گزارے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے اور دوسرا رخ یہ ہے کہ انسان کسی خاص چیز کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور اپنی زندگی کو کسی مقصد کیلئے وقف کر کے گزارے۔ ہر شخص کسی ایک مقصد کو لیکر ہی آگے بڑھ سکتا ہے' کوئی انجینئر بننا چاہتا ہے' کوئی ڈاکٹر بننا پسند کرتا ہے' کوئی سمندر کے سینے کو چیرتا اس کی اتھاہ کا متلاشی ہوتا ہے اور کسی کی نگاہوں کا مرکز آسمان کی بلندیاں ہوتی ہیں۔ تیری زندگی کا کیا مقصد ہے۔ تو کیا چاہتا ہے؟

پروفیسر میری زندگی کچھ عجیب حالات پر مبنی ہے' میرا شوق دنیاوی چیزوں سے ہٹ کر ہے۔ علمی گھرانے سے تعلق ہونے کے باوجود میرا باپ ایک مداری ہے اور وہ بندر نچاتا ہے حالانکہ اس کام میں بھی برائی کوئی نہیں ہے لیکن مجھے بندر نچانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور میں زندگی کے ان مافوق الفطرت علوم سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس دوران ہی میری ملاقات ایک عجیب و غریب شخصیت تیجا سے ہوئی۔ سر راہ ہی ملاقات کے دوران میں نے اس سے کچھ تلخ کلامی کی' پروفیسر وہ سوکھا سا بدنما شخص کسی طرح سے میری نگاہوں کو نہیں بھلا لگ رہا تھا۔ اس مڈبھیڑ کے بعد میرے گھر میں عجیب و غریب واقعات رونما ہونے لگے جو کہ میری اور میرے گھر والوں کی سمجھ سے باہر تھے۔

ایک روز تین کالی بلیوں کے سر ہمارے گھر سے برآمد ہوئے' گھر والے اس کی وجہ سمجھ نہ پائے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ پھر ایک دن ہمارے محلے کے ایک شخص مہتاب کا سر ہماری چھت سے برآمد ہوا۔ اس کے قتل کا ذمے دار میں ٹھہرا۔ گھر والوں کو مصیبت سے نکالنے کی غرض سے میں نے اس الزام کو فوری طور پر قبول کر لیا لیکن میں جانتا تھا کہ یہ تیجا کی انتقامی کارروائی ہے لیکن پروفیسر میری عقل ان چیزوں کو تسلیم نہیں کرتی۔ یہ بھوت پریت' روحیں سفلی علوم کیا ان کی کوئی حقیقت ہے؟ آخر لوگ اس چکر میں کیسے آ جاتے ہیں۔

''اچھا تو یہ چکر ہے تو ان حقیقتوں کو جان کر کیا کرے گا؟''

''پروفیسر اب یہ میری زندگی کا سب سے بڑا شوق ہے کہ میں ان حقیقتوں کو جان سکوں جو دنیا کی نظروں سے اوجھل ہیں۔

''ان حقیقتوں کو جاننا بڑا کٹھن ہے اور ان رازوں کو جاننے کیلئے پھر یہ لازم ہے کہ وہ ان رازوں کی حفاظت کرے۔'' پروفیسر نے مجھے سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے کہا۔

''تو اس چیز سے بے فکر رہ پروفیسر شوق کیلئے انسان سب کچھ کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور پھر یہ تو میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے' اسی کیلئے میں جو کچھ بھی کر گزروں وہ کم ہے۔''

''تو پھر سن میں تجھے ایک جگہ بھیجتا ہوں اس جگہ جو واقعات تیرے ساتھ پیش آئیں' انہیں دیکھ اور آ کر مجھے بتا۔''

''لیکن پروفیسر ہم جیل میں ہیں اور ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے؟ اور اس کے بعد ہم دونوں ملیں گے کہاں؟''

''ابے بھوتنی کے رہا ناں وہی' یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے' ابے یہ سب باتیں سوچنے سے نہیں' کرنے سے ہوتی ہیں' چل آ جا۔''

بوڑھا پروفیسر مجھے لیکر ایک بوسیدہ پائپ لائن سے باہر نکل گیا اور اب اس کے قدم جیل کے احاطے میں لگے بڑے دروازے کی جانب اٹھ رہے تھے۔ میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں حیرانی سے اس کی اس جرأت کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھا اردگرد کے ماحول سے بے خبر مجھے لئے ہوئے گیٹ کی جانب بڑھتا رہا۔ گیٹ پر موجود پہرے دار آپس میں محو گفتگو تھے۔ میں اور پروفیسر ان کی نگاہوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے گیٹ سے باہر نکل آئے تھے۔ یوں باہر نکل آنے پر میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ پروفیسر بہت ہی اونچی چیز تھا۔ اس کے حلئے سے اس کی صلاحیتوں کا اندازہ لگانا بے حد بیوقوفی تھا۔ میں ابھی تک حیرت سے گنگ تھا' باہر آ کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑتے ہوئے کہا۔

''ہاں اب سنو آگے کیا کرنا ہے؟''

''لل لیکن یہ سب' یہ سب' یہ سب کچھ۔''

''تم آہستہ آہستہ سمجھ جاؤ گے لیکن اتنی جلدی نہیں' جو کچھ میں کہتا ہوں اسی طرح اس کو اپنے ذہن میں بٹھاتے جاؤ۔'' بوڑھا پروفیسر مجھے اس جگہ کا پتہ سمجھانے لگا جہاں مجھے جانا تھا۔ اس کے بعد وہ مجھے دوبارہ ملنے کا کہہ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

جون کی کڑی دوپہر تھی' سخت دھوپ آس پاس کے ماحول کو جھلسا رہی تھی۔ گرم ہوا کے تھپیڑے یوں محسوس ہو رہے تھے جیسے آگ کی لپٹیں چاروں طرف بکھری ہوئی ہوں۔ بدن کے کھلے ہوئے حصوں میں شدید جلن ہونے لگی تھی۔ بہرحال میں بوڑھے کے بتائے ہوئے مقام کی جانب چل پڑا۔ گرم لو کے تھپیڑے مجھے نڈھال کئے دے رہے تھے۔ کافی دیر تک چلتا رہا اور پھر میری آنکھیں کسی ایسی پناہ گاہ کی تلاش میں بھٹکنے لگیں جہاں تھوڑا سا سایہ ہو۔

یہ جیل شہر سے کافی دور ایک سنسان اور ویران علاقے میں تھی' مجھے یقین تھا کہ اگر تھوڑی دیر تک اور چلتا رہا تو کسی حادثے کا شکار ہو جاؤں گا۔ ممکن ہے لو لگ جائے اور میرا بدن اس شدید گرمی کو برداشت نہ کر سکے۔ زیادہ دور نہیں چلا ہوں گا کہ دفعتہً بائیں سمت کچھ سیاہ دھبے نظر آئے۔ غالباً درخت تھے۔ فاصلہ دو اڑھائی فرلانگ سے زیادہ نہ ہو گا۔ درختوں کا یہ جھنڈ اس لق و دق میدان میں تنہا کھڑا تھا۔ میں نے اس شدید گرمی اور

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دھوپ سے بچنے کیلئے یہی سوچا کہ تمام وسوسے اور خدشات ذہن سے نکال کر ان درختوں کے سائے میں پناہ لے لوں۔ جان ہے تو جہان ہے۔ دھوپ ڈھل جائے گی تو اپنی منزل پر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ خدا کا نام لیکر اونچے نیچے ناہموار راستوں کو طے کرتا درختوں کے اس جھنڈ کی طرف چل پڑا۔ راستے میں خاردار جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور بعض جگہ درختوں کے اس جھنڈ تک پہنچنے کا راستہ بند ہی ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔ جہاں سے بھی جگہ ملی وہاں سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ دل میں بہت سے خوف اور خدشات بھی تھے۔ ایسی جھاڑیوں میں اڑنے والے سانپ بکثرت پائے جاتے تھے اور جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر کوئی اڑن سانپ حملہ آور ہو سکتا تھا۔ بہرحال اب تو جو کچھ تقدیر میں لکھا تھا ہونا ہی تھا۔

میں ان خار دار جھاڑیوں کے درمیان میں سے ہوتا ہوا ان درختوں کے جھنڈ کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر یہ دیکھ کر میرے دل میں مسرت کی لہریں بیدار ہونے لگیں کہ درختوں کا یہ جھنڈ تنہا نہیں تھا بلکہ ان کے درمیان قدیم لکھنوی اینٹوں کی بنی ہوئی ایک عمارت کھڑی ہوئی تھی۔ ایسی چند عمارتوں کو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ یہ انگریزوں کے دور کی عمارتیں تھیں۔ غالباً گیسٹ ہاؤس ٹائپ کی عمارت تھی۔ اس سے پہلے نہ میں نے کبھی اس کے بارے میں کچھ سنا تھا اور نہ ہی اسے دیکھا تھا۔ دور سے یہ عمارت چھوٹی دکھائی دی تھی۔ لیکن قریب پہنچنے پر پتہ چلا کہ عمارت خاصی بڑی ہے۔ اس کے بلند دروازے پر کچھ لکھا ہوا تھا جسے میں باوجود کوشش کے پڑھ نہیں سکا تھا۔

اونچے اونچے درختوں کے اس زبردست جھنڈ نے اس عمارت کو اپنے حلقے میں لے رکھا تھا۔ عمارت کے اطراف میں عجیب سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس کے بے شمار حصے ٹوٹے پھوٹے ہوئے تھے لیکن پھر بھی وہ کچھ اس طرح محفوظ تھے کہ ان میں آسانی سے قیام کیا جا سکتا تھا۔ پتہ نہیں اس عمارت میں کوئی موجود ہے یا نہیں؟ بہرحال میں عمارت کے قریب پہنچ گیا تھا۔ یہاں خاصی ٹھنڈک تھی۔ کم از کم اس گرمی میں درختوں کے نیچے بھی اتنی ٹھنڈ کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

میں نے زور زور سے دروازے پر دستک دی اور چند لمحے انتظار کیا کہ شاید دروازہ کھلے لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے کئی مرتبہ زور زور تے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کوئی

جواب نہ ملا۔ اس کا مطلب تھا کہ عمارت میں کوئی موجود نہیں ہے۔ میں اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ یا تو کسی درخت کے نیچے ہی آرام کروں یا پھر اس دروازے کو کھولنے کی کوشش کروں۔ پتہ نہیں یہاں کوئی موجود تھا یا نہیں۔ لیکن ابھی میں دروازے کے پاس سے پلٹا بھی نہیں تھا کہ دفعتہً میرے کانوں میں ایک ایسی آواز آئی جیسے مکان کے اندر کوئی حرکت ہوئی ہو۔ پھر دائیں جانب کی اونچی کھڑکی کے پٹ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھلے۔ غالباً کسی نے کھڑکی کھول کر مجھے دیکھا تھا اور اس کے بعد یہ کھڑکی بند ہو گئی۔

دیکھنے والا اب یقیناً دروازے کی طرف آ رہا ہو گا۔ میں دروازے کے پاس کھڑا رہا۔ اندر پھر کسی کے ہولے ہولے چلنے کی آواز کانوں میں آئی۔ یہ آواز پیروں میں پہننے والے بھاری سلیپروں کے فرش پر گھسٹنے کی آواز سے ملتی جلتی تھی۔ پھر میں نے دروازے کی آہنی زنجیر کے کھلنے کی کھڑکھڑاہٹ سنی اور لکڑی کا بنا ہوا مضبوط دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ دروازہ کھلا اور مجھے اپنے سامنے ایک آدمی کھڑا دکھائی دیا۔ لیکن اسے دیکھ کر میرے بدن میں خوف کی ایک جھرجھری سی دوڑ گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری ریڑھ کی ہڈی پر کسی نے سرد انگلی رکھ دی ہو۔

وہ ایک پستہ قامت اور چھوٹے شانوں والا مضبوط بدن کا آدمی تھا۔ جس کا گول چہرہ بہت ہی عجیب لگ رہا تھا۔ کھوپڑی بالکل گنجی تھی' گردن سے لیکر ٹخنوں تک اس نے سیاہ رنگ کا موٹے کپڑے کا چغہ پہنا ہوا تھا۔ لیکن ان تمام باتوں کے علاوہ جس بات نے میرے حواس پر لرزہ طاری کر دیا وہ یہ تھی کہ اس شخص کے چہرے پر نہ تو بھنویں تھیں' نا آنکھیں' اس عجیب و غریب شخص کی پشت پر میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ دراز قامت اور خوبصورت تھی' مرد جتنا بدوضع اور بدصورت تھا عورت اتنی ہی حسین اور دلکش تھی۔ سڈول بدن کی مالک یہ عورت بھی مقامی لباس میں نہیں تھی بلکہ اس کے بدن پر بھی کالے کپڑے کا ایک چغہ موجود تھا لیکن اس کالے چغے میں اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا تھا۔ لیکن اس خوبصورت اور دلکش چہرے پر بھی کوئی ایسی بات تھی جسے دیکھ کر میرے دل میں خوف کے جذبات بیدار ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سفاکی تھی۔ ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ سے یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی کوئی ایسی بات سوچ رہی ہو جو بہت خوفناک ہو۔ وہ مجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی تھی۔ میں اس کی آنکھوں سے

آنکھیں نہیں ملا سکا اور میں نے فوراً اس پر سے نگاہیں ہٹا لیں۔ ان دونوں کا جائزہ لینے میں مجھے ایک منٹ سے زیادہ نہیں لگا تھا۔ میں نے رک رک کر انہیں اپنا حال سنایا اور صرف تھوڑی دیر کیلئے مکان میں پناہ لینے کی درخواست کی۔ وہ دونوں خاموشی سے میری بات سنتے رہے تھے۔ پھر حسین عورت نے جھک کر مرد کے کان میں کچھ کہا اور مرد بھاری آواز میں بولا۔

"اندر آ جاؤ۔"

وہ دروازے کے پاس سے ہٹ گیا اور میں خوفزدہ ہونے کے باوجود بے اختیار دروازے کی دہلیز کو پار کر کے اندر پہنچ گیا۔ اگرچہ میں اس مکان کی ہیئت اور اس میں رہنے والے دو پراسرار افراد کی شکل وصوت لباس اور انداز گفتگو سے کسی قدر سراسیمہ ہو گیا تھا تاہم اب میرے لئے مکان میں داخل ہونے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

دوسری صورت یہ تھی کہ میں خود کو شدید دھوپ اور لو کے تھپڑوں میں چھوڑ دیتا اور یونہی کہیں میری لاش پڑی پائی جاتی۔ بہرحال طور مجھے نہیں معلوم کہ مرد کہاں چلا گیا البتہ عورت نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور مکان کی پہلی منزل کے ایک کمرے میں لے گئی۔

میں نے محسوس کیا کہ چلتے وقت اس کے پیروں میں ہلکی سی آہٹ بھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ مجھے جس کمرے میں لے گئی وہ شاید خوابگاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا کیونکہ میں نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا تھا کہ کمرے کے ایک گوشے میں نہایت آرام دہ بستر موجود ہے اور وہ مسہری جس پر بستر بچھا ہوا تھا فرش سے بے حد اونچی تھی اور اتنی بڑی تھی کہ اس پر چار پانچ آدمی بیک وقت سو سکتے تھے۔ عورت کمرے میں داخل نہیں ہوئی بلکہ دروازے پر ہی رک گئی۔ اس کے لبوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اس نے گردن کے اشارے سے مجھے رخصتی سلام کیا اور واپس کیلئے مڑ گئی' پھر اس نے دروازہ شاید باہر سے بند کر دیا تھا۔

شدید تھکن کے باعث میرا سارا بدن بری طرح ٹوٹ رہا تھا اور میرے سارے کپڑے خاک اور دھول میں اٹ گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ کاش اس وقت تھوڑا سا ٹھنڈا پانی مل جاتا تو کیا ہی اچھا ہوتا لیکن مکان میں داخل ہونے کے بعد مکینوں کو زیادہ تکلیف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دینا مناسب نہیں تھا۔ میں مسہری کی طرف بڑھ گیا۔ جوتے اتارے اور اس کے اوپر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اب تک کے واقعات انتہائی سنسنی خیز تھے۔ یہ دونوں یعنی بغیر آنکھوں والا مرد اور یہ حسین عورت اس ویران مکان میں کیا کر رہے ہیں۔ یہ دونوں مجھے اس دنیا کی مخلوق ہی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ کہیں بدروحوں کے چکر میں تو نہیں پھنس گیا۔ میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ ان دونوں کا انداز ہی کچھ ایسا تھا۔

ویران علاقے کا یہ مکان درختوں کے جھنڈ میں گھرا ہوا یقیناً انگریزوں کے زمانے کی کوئی یادگار عمارت تھی لیکن کیا تھی مجھے اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ تھک کر میں بستر پر لیٹ گیا۔ بستر پر لیٹتے ہی ایک بار پھر دل میں خواہش بیدار ہوئی کہ کاش غسل کرنے کا کوئی بندوبست یہاں ہوتا۔ ویسے کچھ نہ کچھ ہوگا ضرور اگر تلاش کر لیا جائے تو کیا حرج ہے۔

اس خیال سے میں نے کمرے کے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ ایک طرف ایک چھوٹا سا دروازہ بنا ہوا تھا جس میں کواڑ نہیں تھے۔ لکھنوی اینٹوں کی دیواریں بے رنگ و روغن تھیں۔ کبھی کسی زمانے میں ان پر روغن ہوگا اب تو جگہ جگہ سے پلستر اکھڑ گیا تھا۔ اور بدنما اینٹیں باہر جھانک رہی تھیں۔ اوپر کافی بلندی پر ایک چھوٹا سا روشندان بنا ہوا تھا جس سے روشنی اندر آ رہی تھی لیکن کمرہ بے حد ٹھنڈا تھا۔ میں اٹھ کر دروازے کی جانب چل پڑا۔ دروازے پر اندھیرا تھا۔ پتہ نہیں اس کے اختتام پر کیا تھا۔ میں اسی اندھیرے میں آگے بڑھ کر چند قدم پہنچا تو دفعتہً میرے ہاتھ کسی کواڑ سے ٹکرائے' میں نے اس پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دروازہ کھلتے ہی جی خوش ہو گیا کیونکہ یہ واقعی غسل خانہ تھا مگر بے حد غلیظ' نامعلوم کتنے عرصے سے اس کی صفائی نہیں کی گئی تھی۔ کمرے میں مدھم روشنی جو روشندان سے آ رہی تھی غسل خانے تک پہنچنے کے قابل نہیں تھی لیکن بہرطور اتنی روشنی یہاں ضرور تھی کہ آنکھیں اس کا جائزہ لے سکیں۔ میں کچھ اور آگے بڑھ گیا۔ پھر میں نے ٹینکی میں لگی ہوئی ٹونٹی کھول دی۔

نہایت مدھم سی روشنی میں میں نے دیکھا کہ ٹونٹی میں سے پانی کی پتلی دھار نکل کر غسل خانے کے فرش پر گرنے لگی مگر یہ پانی کھلا اور سیاہ رنگ کا پانی تھا جس میں سے زنگ کی بو آ رہی تھی۔ پھر پانی کی ٹینکی اور لوہے کے پائپ میں سے خرخر کی آوازیں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

نکلنے لگیں۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی یہ ٹینکی طویل عرصے سے استعمال نہیں کی گئی۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ غلیظ پانی سے نہانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن پھر میں نے یہ سوچا کہ کم از کم ہاتھ پیر ہی صاف کر لوں کہ بے حد گرد آلود ہو گئے تھے۔ اب اپنے دل سے اس مکان کی ویرانی اور بدروحوں کا سارا خوف نکال دیا تھا۔ چنانچہ میں پانی کے نیچے آ گیا۔ چونکہ میں غلیظ اور بدبودار پانی سے ہاتھ نہیں دھو سکتا تھا اس لئے میں نے اپنے پیر آگے بڑھا دیئے اور پانی کی پتلی دھار میرے پیروں پر گرنے لگی۔ مگر دفعتہً میرا سانس جہاں تھا وہیں رک گیا۔

خدا کی پناہ' یہ کیا چیز تھی جو میرے بدن سے چپک رہی تھی۔ میں نے غور سے اپنے پیروں کو دیکھا اور پھر منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور میں اچھل کر غسل خانے کے دروازے سے باہر آ گیا۔ باہر آ کر زمین پر گرا اور پھر بمشکل تمام اٹھ کر اپنی مسہری تک پہنچ گیا۔

میرا دل بری طرح دھک دھک کر رہا تھا۔ نل کی ٹونٹی میں سے خون کی دھار اتنا حیرت انگیز واقعہ تھا کہ انسان کا دل دہل کر رہ جائے۔ میرے ہاتھوں اور پیروں پر خون جم کر آن کی آن میں سخت ہو گیا تھا' پھر مجھے احساس ہو گیا کہ یہ خون انسانی ہے۔

اس اچانک اور لرزہ خیز دریافت نے میرا ذہن ماؤف کر دیا تھا۔ چند لمحے میں سر پکڑے اپنے چکراتے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا۔ ایک ویران' سنسان مکان میں دوپہر کے وقت خون سے بھرے ہاتھ اور پاؤں' اتنا بھیانک اور دہشت ناک منظر پیش کر رہے تھے کہ انہوں نے میری تمام ذہنی اور دماغی قوتیں سلب کر لی تھیں۔ میں اسے یقیناً ایک خواب یا وہم سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا اگر خون کے جمے ہوئے لوتھڑے میرے بدن پر نہ چپٹے ہوتے۔ یہ خون اس امر کی شہادت دیتا تھا کہ میرے ساتھ حقیقتاً وہی واقعہ پیش آیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ چند لمحات کے بعد جب میرے اعصاب کچھ پرسکون ہوئے تو میں اٹھا اور بھیگے ہوئے لباس پر جما ہوا خون بمشکل تمام صاف کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ بلاشبہ یہ انسانی خون تھا۔ بالکل تازہ' دہشت سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ دل اس طرح دھڑک رہا تھا جیسے حلق سے باہر نکل آئے گا۔

میری حالت بے حد خراب تھی۔ اب کوئی احساس نہیں رہا تھا۔ میں دروازے کی

جانب دوڑا۔ اس عمارت میں رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مگر دروازے کو آزمایا تو ایک بار پھر میرا بدن دہشت سے سرد ہو گیا۔ دروازہ باہر سے بند ہو گیا۔ اب میں دروازے کے قریب کھڑا سوچ رہا تھا کہ میں ضرور کسی آفت کا شکار ہو گیا ہوں۔ یہاں سے نکلنے کا کوئی طریقہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

دفعتہً مجھے دروازے کے قریب ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی اور میں پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ میں دہشت سے آنکھیں پھاڑے دروازے کی سمت دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایسی آوازیں سنیں جیسے دروازے کے قفل میں چابی گھمائی گئی ہو۔ پھر میری طرف دروازے میں لگا ہوا گول آہستہ آہستہ گھومنے لگا اور دروازہ بغیر کسی آہٹ کے دو تین انچ کے قریب کھل گیا۔

میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ مفلوج بدن پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ آہ وہ ہیبت ناک خاموشی میں ساری عمر یاد رکھوں گا۔ میرے دانت بری طرح بج رہے تھے اور ایک عجیب سی کیفیت میرے رگ و پے میں دوڑ رہی تھی۔

دفعتہً میرے حلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکلی۔ الفاظ کچھ بھی نہیں تھے۔ بس یہ غیر اختیاری چیخ تھی جو خوف کے عالم میں میرے منہ سے نکلی تھی۔ مجھے فوراً احساس ہوا جیسے کوئی پیچھے ہٹ گیا ہو۔ دروازہ جتنا کھلا تھا فوراً ہی بند ہو گیا۔ میں چند لمحات اپنی جگہ کھڑا اپنے مفلوج بدن کو جنبش دینے کی کوشش کرتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ میں اس عمارت میں موت کا شکار ہو جاؤں گا۔ میں کسی آسیبی جال میں پھنس گیا تھا۔ بمشکل تمام میں نے اپنے حواس کو کسی حد تک سنبھالا اور اس مصیبت سے بچنے کی ترکیبیں کرنے لگا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن میرا اندازہ درست تھا۔ دروازہ دوبارہ باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔ کافی دیر تک میں سانس روکے دروازے سے کان لگائے کھڑا رہا۔ لیکن اب وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔ میری نگاہیں پھر ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگیں۔ فرار کیلئے کوئی راستہ نہیں تھا۔

دفعتہً مجھے وہ روشندان نظر آیا جو چھت کے قریب تھا۔ میں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا اور میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ روشن دان میں سلاخیں وغیرہ نہیں تھیں۔ اگر کسی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طرح اس تک پہنچا جا سکتا تو غالباً وہاں سے نکلا جا سکتا تھا۔ میں اسی تک پہنچنے کے راستے تلاش کرنے لگا۔

اس وقت اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ بندروں کی بازیگری دکھاؤں کافی دیر میں سوچتا رہا پھر میں نے بستر کی طرف دیکھا جس پر چادر وغیرہ بچھی ہوئی تھی۔ صرف یہی ایک ترکیب تھی میں نے چادر اٹھا لی اور اس کی مضبوطی کا اندازہ کرنے کے بعد اسی کے تقریباً آٹھ آٹھ انچ کے چوڑے ٹکڑے کرنے کے بعد میں نے ان تمام ٹکڑوں کو آپس میں گرہیں لگانا شروع کر دیں۔ میں ان کو رسی کی شکل دے رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں ایسی چیز تلاش کرنے لگا جس سے میں روشندان تک پہنچ سکوں۔ کوئی ترکیب سمجھ میں نہ آئی تو میں ایک بار پھر غسل خانے کے نزدیک پہنچ گیا۔ غسل خانے میں قدیم طرز کی ٹونٹی لگی ہوئی تھی۔ جس میں ایک لمبا پائپ پھنسا ہوا تھا۔ اگر اس پائپ کو کسی طرح توڑ دیا جائے تو یہ ٹونٹی میرے لئے آنکڑے کا کام دے سکتی ہے۔ دل میں خوف و دہشت کا شدید احساس تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس پائپ میں خون بھرا ہوا ہے اور یہ خون اس ٹونٹی کے ذریعے نیچے آیا تھا لیکن خوف و دہشت کے آخری لمحات میں آدمی کسی قدر بے خوف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں اس پائپ پر زور آزمائی کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں اس پائپ کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ پائپ نل کے ساتھ ساتھ نیچے تک مڑا اور اس کے بعد میں نے اسے اپنی پوری قوت سے اوپر کی جانب موڑا۔ پھر چار چھ بار اوپر نیچے کرنے سے پائپ کا سرا لچکنے لگا اور اس کے بعد وہ ٹوٹ کر میرے ہاتھ میں آ گیا۔ میری خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔ پائپ کے اس ٹکڑے کو تولنے لگا۔ میں اسے اس انداز میں روشندان تک پھینکنا چاہتا تھا کہ وہ اوپر جا کر پھنس جائے۔ اپنی اس کوشش میں تین چار مرتبہ پائپ کا ٹکڑا پھینکنے کے بعد میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ اس کی مضبوطی کا جائزہ لینے کے بعد میں چادر کی رسی کے سہارے اوپر چڑھنے لگا۔

مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت سے لوگ میری ان حرکات کا جائزہ لے رہے ہوں۔ وہ بدروحیں یقیناً میری اس حرکت سے واقف ہوں گی۔ ممکن ہے جب میں اس روشندان سے سر باہر نکالوں تو مجھے کچھ نادیدہ ہاتھ گردن سے پکڑ کر کھینچ لیں اور اس کے بعد' اس کے بعد پتہ نہیں کیا ہوا؟ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بہرحال میں کسی

پھرتیلی بلی کی طرح اس رسی کے سہارے چڑھ کر روشندان تک پہنچ گیا۔ روشندان اتنا بڑا ضرور تھا کہ میں اس میں سے نکل کر باہر پہنچ سکتا تھا۔ اس شگاف تک پہنچنے میں میرا سانس بری طرح پھول گیا تھا۔ میں ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر روشندان سے میں نے سر ابھارا۔ مجھے روشندان کے اوپر درخت کی ایک شاخ نظر آئی۔ مضبوط شاخ!

آہ اگر میں اس شاخ تک پہنچ جاؤں تو یقیناً درختوں کے جھنڈ کے ذریعے میں باہر نکل سکتا ہوں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ یقیناً مجھے نیچے دروازے پر آہٹ محسوس ہوئی۔ میرے کانوں نے یہ آہٹ محسوس کر لی تھی پھر دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ مجھے ایک چیخ سنائی دی۔

ایک دلخراش چیخ۔ بڑی وحشیانہ چیخ تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کی آواز ہے لیکن میرا پورا بدن سرد ہو رہا تھا۔ بار بار سرد لہریں میرے جسم میں دوڑ رہی تھیں اور میں اپنی پوری قوت سے اوپر تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا اور نیچے وہ دونوں عفریت چیخ رہے تھے۔

وہاں وہ پستہ قامت شخص اور وہ خونخوار عورت جو چادر کی اس رسی کے سروں کو پکڑ پکڑ کر جھٹکے دے رہی تھی تاکہ رسی میرے ہاتھ سے چھوٹ جائے اور میں نیچے گر پڑوں۔

لیکن میں بھی اس وقت زندگی اور موت کی بازی لگائے ہوئے تھا۔ میرے ہاتھ میں جب روشندان کا سرا آیا تو میں نے خود کو پوری قوت سے اوپر پہنچنے کی کوشش کی۔ میرے دونوں ہاتھ مضبوطی سے روشندان کے اوپری حصے پر جم گئے اور میں ان کے ذریعے اپنے بدن کو اوپر اٹھانے لگا۔

بڑا مشکل تھا۔ ایک بار میں نے پوری قوت سے اپنے بدن کو اوپر اٹھایا اور اس شاخ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ یہ میری خوش بختی تھی کہ شاخ میرے ہاتھ آ گئی۔ دوسرے لمحے میں اس شاخ کو پکڑ کر اوپر پہنچ گیا۔

درخت پہ یہ شاخ دور تک چلی گئی تھی اور ایک درخت پر جا کر ختم ہو گئی تھی۔ میں اسے پکڑے پکڑے آگے بڑھنے لگا۔ شاخ زیادہ مضبوط نہیں تھی کسی بھی لمحے وہ ٹوٹ سکتی تھی لیکن اس وقت زندگی اور موت کا مسئلہ تھا اور مجھے اپنی تمام تر مہارت سے کام لینا تھا۔ حالانکہ سچی بات تو یہ تھی کہ اس وقت ان کوششوں میں میری مہارت شامل نہیں تھی۔ زندگی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بچانے کا خوف میرے اعصاب کو متحرک کئے ہوئے تھا۔ میں دوسرے درخت پر پہنچا اور وہاں سے تیسرے درخت پر اور اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو درختوں کے اس جھنڈ میں پایا جو اس عمارت کے باہر تھا۔ میں اس سے نیچے کود گیا۔

مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے چاروں طرف سے نادیدہ روحیں مجھے پکڑنے کیلئے دوڑ رہی ہوں۔ میرے اعصاب قابو میں نہیں تھے لیکن بس نجانے کون سی پوشیدہ قوت تھی جو کام کر رہی تھی۔ میں وہاں سے تیزی سے دوڑ پڑا اور بے تحاشہ دوڑتا ہوا اس پگڈنڈی پر آ نکلا جہاں سے میں نے اس منحوس مکان کا رخ کیا تھا۔

یہ میری زندگی کا دوسرا خوفناک واقعہ تھا۔ دل اس شدت سے دھڑک رہا تھا جیسے پسلیوں کے حصار سے نکل آئے گا۔ نجانے میں کتنی دور تک دوڑتا رہا تھا۔ یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وقت بالکل آگے نہیں بڑھا ہے۔ دھوپ کی شدت اتنی ہی تھی۔ بائیں سمت درختوں کے جھنڈ نظر آئے تو قدم خود بخود اس طرف اٹھ گئے۔ اس وقت درختوں کی چھاؤں زندگی کا پیغام دے رہی تھی۔ بے اختیار دوڑتا ہوا انہی درختوں میں داخل ہو گیا اور ابھی چند قدم آگے بڑھا تھا کہ کسی کی آواز سنائی دی۔

''اس طرف ادھر آ جاؤ''۔

ایک بار پھر میرے پورے بدن میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی تھی۔ میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اس آواز کی جانب دیکھا۔

ایک لمحے تک تو آنکھوں میں دھندلاہٹ قائم رہی اور جو شکل میرے سامنے تھی وہ صحیح طور پر نگاہوں میں واضح نہیں ہو سکی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ دھندلاہٹ چھٹ گئی تو میں نے سوکھے' دبلے پتلے پروفیسر کو دیکھا جو مجھے اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ اور ایک گھنی چھاؤں والے درخت کے نیچے پتھر پہ شہنشاہوں کی طرح بیٹھا ہوا تھا۔

کافی دیر تو یہ یقین کرنے ہی میں لگ گئے کہ یہ پروفیسر ہے بھی یا نہیں' لیکن وہی تھا۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور پروفیسر مجھے مسخرے پن سے دیکھنے لگا۔

''گڈ گڈ گڈ.....''

''اس کا مطلب ہے کہ پہلا وزٹ کر لیا۔'' میرے منہ سے کوئی جواب نہیں نکل سکا تھا۔ سب سے بڑی بات تو یہ کہ پروفیسر نے میرے اوپر ایک احسان کیا تھا یعنی مجھے جیل سے نکال لیا تھا۔ دوسری بات یہ لازمی تھی کہ وہ زبردست پراسرار شخصیت کا مالک تھا۔ اب کیا تھا یہ تو بعد ہی میں معلوم ہوتا لیکن بہرحال شخصیت خطرناک تھی۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ اٹھتا ہوا بولا۔

''آؤ چلتے ہیں یہاں سے' تمہاری حالت کافی خراب معلوم ہو رہی ہے۔''

میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ بھلا اس میں شک بھی کیا تھا کہ میری حالت خاصی خراب تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ زمین پر ہی لیٹوں اور آنکھیں بند کر لوں۔ بدن بے جان ہو رہا تھا۔ پروفیسر کے ساتھ قدم تو اٹھا رہا تھا لیکن کیفیت یہی تھی کہ تھوڑی دور چل کر گر پڑتا پھر آگے چل کر درختوں کا یہ سلسلہ ایک دم ختم ہو گیا۔ آخری درخت کے پاس ایک لینڈ کروزر کھڑی ہوئی تھی۔ میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ یہ گندے لباس والا گھٹیا سا آدمی اس لینڈ کروزر کے پاس جائے گا۔ اس نے جیب سے چابی نکالی اور لینڈ کروزر کا ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھول لیا۔ پھر اوپر بیٹھ کر باہر ہاتھ بڑھایا اور اپنا لیفٹ ہینڈ کا بٹن کھولا پھر کہنے لگا۔

''آ جاؤ' باہر کھڑے منہ کیا تک رہے ہو؟''

''میرا لباس۔''

''آتے ہو یا گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دوں۔'' وہ غصیلے لہجے میں بولا۔

بھلا میری کیا مجال تھی کہ انکار کر سکتا۔ گاڑی بھی پروفیسر کی ذمے داری پر خراب ہو گی چنانچہ میں اس خون آلود لباس کے ساتھ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

پروفیسر نے لینڈ کروزر سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ خاصا ماہر ڈرائیور بھی معلوم ہوتا تھا۔ زندگی کو بہرحال بہت زیادہ گہری نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا لیکن کچھ باتوں کے بارے میں ضرور جانتا تھا۔ مثلاً یہ کہ لینڈ کروزر انتہائی قیمتی ہے اور پروفیسر جیسے شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ دوسری بات یہ کہ پروفیسر بے پناہ پراسرار شخصیت کا مالک ہے۔ نجانے اس کی اصلیت کیا ہے لیکن ساری باتیں کچھ لمحوں میں نہیں معلوم ہو جاتیں۔ مجھے تو یہ تک نہیں معلوم تھا کہ اب میں جس جگہ سفر کر رہا ہوں یہ کونسی جگہ ہے۔ کہاں جا کر ختم ہوتی ہے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیکن جب لینڈ کروزر ایک خوبصورت عمارت کے آہنی گیٹ کے سامنے ایک لمحے کیلئے رکی تو پھر خود بخود کھل جانے والے آہنی گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ تو میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ایک کے بعد ایک حیران کن واقعہ پیش آ رہا تھا۔ پوری عمارت سنسان پڑی ہوئی تھی۔ جب ہم اس خوبصورت کوٹھی کے پورچ میں اترے تو میں نے چاروں طرف دیکھا۔ احاطے کے ساتھ ساتھ درخت جھول رہے تھے۔ یہ پھل دار درخت تھے۔ ان کے نیچے خوبصورت گھاس تھی جو اس قدر صاف ستھری تھی کہ شاید اس پر ایک تنکا بھی تلاش نہ کیا جا سکے۔ درختوں پر پرندے بھی پھدک رہے تھے۔ ایک ہنستا ہوا عمدہ سا ماحول تھا اور میں نے ایک لمحے میں محسوس کر لیا تھا کہ جگہ کا تاثر بے حد خوشگوار ہے۔ پروفیسر اس طرح اس عمارت میں اندر داخل ہو رہا تھا جیسے یہ اس کے باپ کی ملکیت ہو۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ خوابوں میں گذارا تھا۔ ان خوابوں میں میں نے نجانے کیسی طلسمی چیزیں حاصل کر لی تھی۔ کبھی میں فضاؤں میں پرواز کرتا۔ کبھی زمین کی گہرائیوں میں سفر کرتا۔ نجانے کیسی کیسی پراسرار قوتیں میرے شکنجے میں ہوتیں۔ لیکن صرف عالم خواب میں۔ یہ صرف انسانی بے بسی کے خواب ہیں۔ یعنی یہ کہ جب کوئی اپنی پسند کی زندگی حاصل نہیں کر پاتا تو اپنے آپ کو خوابوں میں گم کر دیتا ہے۔ اور یہ خواب ہی اسے زندہ رکھتے ہیں اس کی آرزوؤں کی تھوڑی بہت تسکین کر دیتے ہیں لیکن زندگی میں کبھی ایسی پراسرار شخصیت سے واسطہ پڑ سکتا ہے یہ کبھی نہیں سوچا تھا۔

تیجا کو تو خیر میں اس لئے مان سکتا تھا کہ وہ ایک بدروح تھا۔ املیوں میں رہتا تھا اور یہ کہانی بزرگوں کی زبانی مجھ تک بھی پہنچ چکی تھی۔ تیجا سے جھگڑا مول لیا تھا۔ بغیر کسی پشت پناہی کے۔

کسی بدروح سے جھگڑا مول لینے کا نتیجہ جو ہو سکتا تھا وہ ہوا تھا۔ مہتاب کا قتل مجھ سے منسوب ہو گیا تھا۔ حالانکہ میں نے ایسا نہیں کیا تھا۔

مہتاب کا قاتل بھلا تیجا کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ لیکن بہرحال تیجا کا معاملہ بالکل صاف تھا۔ ایک ایسی شخصیت مجھے مل جائے گی اور میری مدد بھی کرے گی۔ یہ میں نے نہیں سوچا تھا۔ بلکہ جب اس خوبصورت کوٹھی میں داخل ہو کر میں نے وہاں کے اندرونی ماحول کو دیکھا تو یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے یہ بھی میرا کوئی خواب ہی ہو حسین ترین فرنیچر

شاندار قالین۔

پروفیسر نے کہا اب چونکہ تم میرے شاگردوں میں شامل ہو ہی گئے ہو اس لئے اپنے آپ کو میرا ساتھی ہی سمجھو وہ دروازہ دیکھ رہے ہو۔ جاؤ اس سے اندر چلے جاؤ۔ لباس بھی ملے گا غسلخانہ بھی' نہا دھو کر لباس پہنو میں کھانا تیار کراتا ہوں۔

میں نے جھجکتی ہوئی نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھا تو اس نے آنکھیں نکال کر کہا۔

''یہ تمہاری آخری جھجک ہونی چاہئے' چونکہ تمہاری اس رکاوٹ سے مجھے نافرمانی کا احساس ہوتا ہے دفع ہو جاؤ''

میں پھر ٹھٹکا تو پروفیسر نے پاؤں سے جوتا اتارتے ہوئے کہا ابے بھوتنی کے جاتا ہے اندر کہ نہیں۔ اور شاید یہی میری صحیح دوا تھی۔

میں تیزی سے دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ لیکن دل میں سوچا کہ یہ پروفیسر صاحب خاصے بے تکلف آدمی ہیں' جوتے بھی لگا سکتے ہیں اس لئے بات ماننی ہی چاہئے اور ویسے بھی کوئی بات میری برائی میں نہیں تھی۔ چنانچہ میں کمرے میں داخل ہو کر کمرے کا ماحول دیکھنے لگا۔ اس ماحول کو دیکھ کر بھی آنکھوں کا اپنے سائز سے بڑا ہو جانا فطری امر تھا۔

ایک انتہائی خوبصورت بیڈ روم' حسین پردے' ایک دروازے پر ٹوائلٹ لکھا ہوا' قالین' ایک لمحے کے لئے دل میں خیال آیا کہ پروفیسر کہیں دوبارہ نہ پھنسوا دیں۔ پتہ نہیں کس کا گھر ہے۔ انہیں تو خیر دیکھ ہی لیا تھا میں نے لیکن پھر ان تمام باتوں کو ذہن سے نکال کر غسلخانے میں داخل ہو گیا۔ کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ غسلخانے کی تعریف کروں اگر تو بلاوجہ حماقت کی بات ہو گی جتنا شاندار مکان تھا اتنا ہی شاندار غسلخانہ۔ ایک بڑے سے ہال کمرے کے برابر' نجانے کیسی کیسی چیزوں سے آراستہ' میں تو ان کا استعمال بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن بہرحال جہاں سے پانی نکلا وہاں سے نہا لیا صابن تولیہ' سب کچھ استعمال کیا اور شہزادہ بن کر باہر نکلا آخری چیز وہ جوتے تھے۔ جو غسلخانے کے باہر رکھے ہوئے تھے انتہائی نفیس اور خوشنما اور میرے پیروں کے سائز کے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ واہ بیٹے فرید اللہ اگر یہ خواب دیکھ رہے ہو تو آج تک تمہارے پاس باپ نے بھی اس سے اچھا خواب نہیں دیکھا چلو ٹھیک ہے کم از کم اپنی پسند کا یہ حسین خواب ذہن میں خوشگوار

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیفیت تو پیدا کرتا ہے کمرے سے باہر نکل آیا تو ایک دروازے سے آواز آئی۔

بلا تکلف شروع ہو جاؤ۔

چیزیں ایسی تھی کہ بلا تکلف شروع ہونے کے سوا اور کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ بلا تکلف شروع ہوگیا' پروفیسر خود بھی میرا ساتھ دے رہا تھا۔ مگر میری گردن کہاں اٹھنے والی تھی' ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب یہ تمام لذیز اشیاء گردن سے اوپر تک پہنچیں تو گردن خود بخود اونچی ہوگئی۔ پروفیسر کھا چکا تھا اور مجھے کھاتے دیکھ رہا تھا۔

''کیا آکسیجن ماسک چاہئے؟''

''نن .....نہیں۔ میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔''

میرا خیال ہے تھوڑی دیر کے بعد ضرورت پڑ جائے گی۔ چونکہ کھانا حلق کے آخری حصے تک پہنچ چکا ہے سانس تو کم از کم بند ہو ہی جائے گا۔

ٹھہرو میں ہیرت اور لارا کو بلاتا ہوں۔

ابھی تک میں نے اس عمارت میں کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ ویسے دیکھا ہی کیا تھا۔ بس حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ مجھ پر میرے سامنے پروفیسر نے کسی کو نہیں بلایا تھا۔ لیکن کچھ لمحوں کے بعد دروازہ کھلا اور جو شخصیت اندر داخل ہوئی اسے دیکھ کر درحقیقت کھایا پیا منہ سے باہر آنے لگا یہ وہی عورت تھی جسے میں نے اس پراسرار مکان میں دیکھا تھا۔ وہ اس طرح مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی اور اس کے پیچھے وہی بے نقش کا مرد' پستہ قامت' دونوں اس انداز میں چل رہے تھے جیسے روبوٹ ہوں۔

میری سانسیں تیز ہوگئی تھیں۔ دونوں کچھ فاصلے پر آ کر کھڑے ہوگئے تو پروفیسر نے کہا۔

فرید اللہ ! میں نے شاید اس آواز کا جواب دیا تھا لیکن خود میرے کانوں کو اپنی آواز ایسی لگی تھی جیسے کسی بیٹج نے منہ سے قیں کی آواز نکالی ہو۔

پروفیسر بولا کھانا ہضم ہوا؟

''غاں غاں میں گلوگیر لہجے میں بولا۔

''تمہیں پراسرار علوم جاننے کا شوق ہے اسی شوق میں تم نے ایک بد روح کو اپنا دشمن بنالیا ہے وہ بدروح اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی یہ میرا ہی وعدہ ہے کیونکہ

اب تم میرے ساتھی ہو کہیں پراسرار علوم کی اصلیت اور بری روحوں سے نجات حاصل کرنے کے طریقے سیکھنے کے لئے تمہیں باقاعدہ ایسے حالات سے گزرنا ہوگا۔

''یہ..... یہ کون ہے۔'' میں نے خوفناک شکلوں کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

''ہیٹ' اور لارا میرے غلام ہیں' کرسچن ہیں' میں نے ایک کرسچن قبرستان سے کھود کر نکالے تھے۔ اب میرے ساتھ ہوتے ہیں انہیں ذہن میں رکھ لو تمہارے ساتھ رہیں گے۔

''مجھے کیا کرنا ہوگا۔'' میں نے پوچھا۔

''جو کرنا چاہتے ہو' میں تمہیں ایک ایسی ہستی کے پاس روانہ کرتا ہوں جو تمہارے تجربات میں بہترین اضافہ کرے گی۔''

''وہ کون ہے؟''

''شوانی' پروفیسر نے جواب دیا۔''

بعد میں مجھے شوانی کے بارے میں تفصیل معلوم ہوئی وہ رنگ نگر کی رانی تھی رنگ نگر کے جاگیردار کرم سنگھ بازا کی دھرم پتنی شوانی'

☆.....☆.....☆

میرا تعارف رشید سے کرایا گیا جو ایک بڑی کمپنی کا سیلز مین تھا اور شوانی کے پاس ہمیں ساڑھیاں لے کر جانا تھا۔

رشید ایک دلچسپ نوجوان تھا اس نے مجھے شوانی کے بارے میں بتایا۔

''دیکھا تو میں نے بھی نہیں ہے مگر سنا ہے کہ بہت خوبصورت ہے۔''

رنگ نگر میں ہم شوانی کے پاس پہنچ گئے واقعی ہی راجہ کا محل ہی تھا یہ شاندار کھانا ہمیں مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا سامنے ہی وسیع و عریض باغ تھا نہ جانے کیوں رات کو یہ باغ مجھے خوفناک محسوس ہوا اور میرا خوف درست تھا' کیونکہ سایہ سامنے لگے املی کے درخت سے نیچے اترا تھا اور اسی طرف بڑھ گیا تھا۔

میں پلنگ پر پاؤں لٹکائے بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا جبکہ باہر مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ باہر سے آنے والے کو یقیناً اس تاریک کمرے میں کچھ نظر نہیں آرہا ہوگا۔ لیکن وہ کون ہے..... کوئی چور ہے' یا پھر کچھ اور.....

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کچھ اور کا خیال مجھے اس لئے آیا تھا کہ وہ میرے سامنے املی کے درخت سے نیچے اترا تھا۔

دل چاہا کہ رشید کو جگا دوں مگر ایسا نہ کرسکا۔ رشید کرے گا بھی کیا سوائے شور مچانے کے۔

سایہ کھڑکی کے راستے اندر آ گیا میں سانس روکے اسے دیکھ رہا تھا کچھ لمحوں کے بعد مجھے احساس ہوا کہ وہ کوئی عورت ہے اور درحقیقت اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلائے آگے بڑھ رہی تھی۔ اور اس سے پہلے کہ میں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتا وہ بیڈ یا شیشہ کے پلنگ سے ٹکرائی اور اس پر ڈھیر ہوگئی۔

ٹٹ .....ٹوٹ گیا۔ٹوٹ گیا بچاؤ بچاؤ۔ رشید چیخا اور اس کے ساتھ ہی سایہ بھی چیخ پڑا۔

نسوانی چیخ کے ساتھ ہی آواز بھی ابھری ''نہیں ..... بھگوان کے لئے نہیں ..... نہیں۔''

''ایں ..... اس بار رشید کی آواز سنبھلی ہوئی تھی۔''

''چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو۔ تمہیں بھگوان کا واسطہ۔''

''کک کون ہو تم ..... رشید گھگھیا کر بولا'' اس وقت میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر روشنی جلا دی۔ غالباً پچیس واٹ کا نہایت دھندلا اور پرانا بلب یہاں لگا ہوا تھا۔ جس کی مدھم روشنی بھی نہایت بدنما تھی۔

رشید نے لڑکی کو چھوڑ دیا اور لڑکی اندھوں کی طرح دوڑی اس بار وہ مجھ سے ٹکراتی ٹکراتی بچی تھی۔ اس نے مجھے بھی دیکھ لیا تھا اور اس کا چہرہ مزید دہشت زدہ تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''بھگوان کے لئے مجھے چھوڑ دو .....تمہیں دعائیں دوں گی۔''

میں نے لڑکی کو بغور دیکھا چیتھڑے جھول رہے تھے۔ اس کے بدن پر سفید لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا آنکھیں بڑی بڑی مگر خوف میں ڈوبی ہوئی بال گھنے اور سیاہ مگر بری طرح الجھے ہوئے۔ عمر بیس بائیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔

رشید بھی اپنے پلنگ سے نیچے اتر آیا تھا۔ وہ لڑکی کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا

ہم نے تمہیں پکڑا کہاں ہے اور مگر۔ اچانک رشید نے چھت کی طرف دیکھا پھر میری طرف۔

''یہ ٹپکی کہاں سے ہے؟'' رشید کے لہجے میں تمسخر تھا۔

مجھے یہ بے رحمی محسوس ہوئی۔ میں نے نرم لہجے میں کہا۔ تم اگر جانا چاہو تو تم جا سکتی ہو۔ جس کھڑکی سے تم آئی ہو دل چاہے تو اس سے ورنہ یہ دروازہ سامنے ہے۔

''تم یہاں رہتے ہو۔''

''ہاں۔''

''مجھے کچھ کھانے کو دو گے۔ کوئی بھی چیز' میں دو دن سے بھوکی ہوں۔ پیاسی بھی ہوں۔ کوئی بھی چیز دے دو چاہے وہ اتنی سی ہو۔ سوکھی روٹی کا ٹکڑا بھی ہو تو کھالوں گی بس اتنا سا ہو۔''

اس نے عاجزی سے کہا۔

''کچھ انتظام کر دو رشید۔''

''ایں ..... ہاں ابھی لو .....'' رشید نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

لڑکی نے خوف بھری نظروں سے دروازے کو دیکھا پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔ ''وہ کسی کو بتا تو نہ دے گا۔ وہ انہیں خبر تو نہ کر دے گا۔''

''کسے؟''

''انہیں ..... انہیں ..... وہ سب کنھتاریہ کے داس ہیں۔''

''کنھتاریہ مجھے بھی ..... مجھے بھی وہ میرے خون سے نہائے گی۔ پہلے میری گردن کاٹ دے گی پھر اسے اوپر لٹکا دے گی اس طرح میرے شریر کو بھی' میرا خون اس پر گرے گا۔ اور وہ منتر پڑھتی جائے گی ہائے رام ..... ہائے رام ..... وہ رونے لگی اور اس کا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔''

''سنو ..... سنو وہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گا وہ میرا دوست ہے بس تمہارے لئے کھانے کو لائے گا کسی کو کچھ نہیں بتائے گا وہ .....''

''دو دن ہوگئے۔ پورے دو دن ..... پہلے میں ایک سوکھے نالے میں بھی رہی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہاں کچھ لوگ نظر آئے تو بھاگ کر یہاں آ گئی۔ املی کے پیڑ پر چڑھ گئی۔ مگر میں نے انہیں دیکھا ہے۔ وہ مجھے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ بڑی بھوکی ہوں میں ......"

میں نے سوچا اس گھر میں رسوئی ہوگی کچھ کھانے کو مل جائے تو۔ اس نے سہمی ہوئی نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا۔

"کون ہے ......؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم ...... پوچھے جا رہے ہو مجھ سے بولا نہیں جا رہا۔ اس نے جھلا کر کہا۔"

بڑی پیاری لگی وہ اس انداز میں۔

میں خاموش ہوگیا۔ بڑا ترس آ رہا تھا اس پر......مگر اس کی کہانی بڑی عجیب تھی۔

دروازے پر آہٹ ہوئی تو وہ چونک پڑی۔ اس نے کھلی کھڑکی کی طرف دیکھا پھر دروازے کی طرف پھر دہشت زدہ نگاہوں سے مجھے......

مگر آنے والا رشید ہی تھا۔ اس کے ہاتھوں میں پتوں سے بنے دونے تھے۔ جن میں سے ایک میں پوریاں اور کچھ لڈو رکھے ہوئے تھے۔ دوسرے میں ترکاری تھی پوریاں۔

"بس تین ہیں۔ تھوڑے سے لڈو کھا لینا کام چل جائے گا۔"

رشید نے یہ چیزیں آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

اور اس نے بھی بھوکوں کی طرح انہیں جھپٹ لیا۔ پھر وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔

"پانی ...... پانی نہیں ملا؟" اس نے پوچھا۔

"وہ بھی آ جائے گا تم کھاؤ۔"

"بھگوان تمہیں سکھی رکھے۔ بھگوان کرے کبھی بھوکے نہ مرو" وہ پوریاں ٹوٹنے لگی۔

بہت خوبصورت لڑکی تھی۔ مگر بڑی ناقدری کی شکار جو کچھ اس نے بتایا تھا وہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ مگر میں اس کہانی میں الجھا ہوا تھا۔ اور رشید اسے مسلسل گھور رہا تھا۔

اس نے ایک سالم پوری منہ میں ٹھونس لی تھی دوسری ہاتھ میں دبا رکھی تھی ساتھ ساتھ وہ بولتی بھی جا رہی تھی بس ان کا خطرہ ہے وہ مجھے جگہ جگہ کھوجتے پھر رہے ہیں۔ وہ تو میں بہت تیز دوڑتی ہوں ورنہ ان کے ہاتھ آ جاتی۔

"بھگوان کرے۔" اچانک دروازے کا پٹ زور سے کھلا اور وہ دہشت سے چیخ پڑی۔ اس کے ساتھ ہی بجلی سی کوند گئی۔ ایسی نپی تلی چھلانگ لگائی اس نے کہ سیدھی کھڑکی سے باہر جا کر گری۔ اس طرح دروازہ کھلنے سے ہم دونوں بھی باہر اچھل پڑے۔ ہماری گردنیں دروازے کی طرف گھوم گئیں ہمارا ملازم دھرما پانی کا برتن سنبھالے اندر گھس آیا اور احمقوں کی طرح منہ کھول کر ہمیں دیکھنے لگا۔

پھر میں نے اور رشید نے بیک وقت کھڑکی کی طرف دوڑ لگائی اور باہر جھانکنے لگے۔ لیکن باہر بیکراں سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ اس کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ میرے ساتھ وہ بھی کھڑکی سے باہر آ گیا اور ہم اسے تلاش کرنے لگے۔

میں نے چیخ کر کہا تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ ہمارا ساتھی تھا جو تمہارے لئے پانی لایا ہے۔ اگر تم درخت پر چڑھ گئی ہو تو واپس آ جاؤ۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔

آدھے گھنٹے تک جھک مارتے رہے اور ملازم دھرما ہمیں کھڑکی میں کھڑا جھانکتا رہا۔ اس کا کوئی نشان نہیں ملا تھا۔ میرے ذہن میں شدید جھلاہٹ پیدا ہوگئی۔ غصے کے عالم میں کھڑکی کے اندر داخل ہوگیا۔

تم انسان ہو یا گدھے۔ میں نے ملازم دھرما سے کہا۔"

"ہپ۔ پتہ نہیں!" وہ بوکھلا کر بولا۔

"یوں بیل کی طرح ٹکر مار کر اندر آتے ہیں"

"نہیں جی ...... وہ"

"پاگل ...... احمق ...... گدھا! رشید بھی غرایا"

"اب میں کیا کروں؟" دھرمے بولا۔

"دفع ہو جاؤ۔"

"ہپ ...... پانی چھوڑ جاؤں؟" اس نے پوچھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" رشید پاؤں پٹخ کر بولا اور دھرما پھرتی سے باہر نکل گیا۔

بہت برا ہوا یار وہ سب کچھ ایسے ہی چھوڑ گئی۔ کیا حسین لڑکی تھی نجانے کس سے خوفزدہ تھی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں گہری سانس لے کر پلنگ پر آ بیٹھا سخت ذہنی اذیت کا شکار ہو گیا تھا کچھ بتایا تھا اس نے ...... رشید نے پوچھا۔

کوئی خاص بات نہیں۔ بس وہ خوفزدہ تھی کسی سے کہہ رہی تھی کچھ لوگ اس کی تلاش میں ہیں افسوس وہ کچھ کھا بھی نہیں سکی۔

غلطی مجھ سے ہوئی۔ کھانے کے لئے دھرما کو جگانا پڑا تھا۔ یہ کھانا اس کے پاس بچا ہوا رکھا تھا۔ میں نے اس سے پانی لانے کو کہا اور کھانا لے کر آ گیا۔ میرے دونوں ہاتھ بھرے ہوئے تھے اس لئے اس سے کہہ دیا تھا مگر وہ تھی

کون......؟

کچھ نہیں معلوم مجھے میں نے کہا۔ اس وقت میں ایک عجیب خواب دیکھ رہا ہوں میں دیکھ رہا تھا کہ میں ایک اونچے سے درخت کی شاخ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ شاخ کی موٹی لکڑی میرے وزن سے چرچرا رہی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ درخت میرے اوپر آ گرا۔

مگر یار بڑی یاد آ رہی ہے وہ بہت خوبصورت تھی۔ رشید خود ہی مجھ سے بے تکلف ہوا تھا۔

میں نے کبھی اس سے بہت زیادہ بے تکلفی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ کوٹھے پر گیا تھا۔ تب بھی میں اس کے ساتھ نہیں جانا چاہتا تھا۔ بہرطور میں نے لڑکی کے سلسلے میں اس سے بہت زیادہ گفتگو نہیں کی۔ وہ اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا بولا۔

یہ کھڑکی بھی بند نہیں کی جا سکتی۔ کیا تمہیں نیند آ جائے گی؟

سونا تو ہے نا، ورنہ صبح کو طبیعت خراب ہو جائے گی۔ میں نے جواب دیا۔

یہی میں کہنا چاہتا تھا۔ حالانکہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ ہمارے ساتھ ہوتی خیر ...... خیر جو چیز تقدیر میں نہیں ہوتی انسان کتنی ہی کوشش کرے جملہ ادھورا چھوڑ کر کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

مجھے اس ذہنیت سے نفرت تھی۔ کچھ لوگ صرف اپنے بارے میں سوچتے ہیں حالانکہ میں اس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میری تو خیر سوچیں ہی مختلف تھیں۔ اور حیران کن بات یہ تھی کہ عام زندگی میں بھی مجھے ایسے ہی واقعات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جو عام واقعات نہیں ہوتے تھے۔ اس کے الفاظ میرے ذہن میں گونجنے لگے۔ اس نے کہا تھا۔ کتھاریہ خون کا غسل ...... یہ ساری باتیں بے مقصد نہیں تھیں۔ اسے قید رکھا گیا تھا یقینی

طور پر اس نے کوئی ایسا منظر دیکھا ہوگا۔ جس کی بنا پر اس کے ذہن میں یہ تاثر پیدا ہوا نجانے کس کی اولاد تھی ...... نجانے کون تھی ...... بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا اور بلا آخر نیند آ گئی۔

دوسری صبح خوب دیر تک سویا تھا جاگا تو نظر نہیں آیا۔ کھڑکی پر نگاہ پڑی۔ املی کے درختوں کو دیکھا رات کا سارا منظر نگاہوں میں اجاگر ہو گیا ہڑبڑا کر اٹھا اور کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ زمین کھڑکی سے زیادہ نیچے نہیں تھی۔ لڑکی کا خیال مسلسل دل میں آ رہا تھا کہ بس خوفزدہ ہو کر وہ دوبارہ کسی املی کے درخت پر نہیں جا بیٹھی جائزہ لینے میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ میں نیچے اتر کر املی کے اس درخت کے پاس پہنچ گیا جس سے میں نے اسے اترتے ہوئے دیکھا تھا۔ کچھ زمین پر قدموں کے نشانات بنے ہوئے تھے وہ ننگے پاؤں ہی تھی اور اس کے پیروں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے اگر وہ کوئی دھوکا ہوتی۔ کوئی بری روح ہوتی تو قدموں کے یہ نشانات یہاں نہ ملتے میں ان نشانات کی کھوج کرنے لگا۔ نشانات درخت سے کھڑکی تک آئے اور اس کے بعد جب وہ واپس کھڑکی سے لوٹی تھی تو وہ زیادہ گہرے تھے۔ میں ان کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ لیکن پھر تھوڑے بہت نشانات اس پر ہوں گے تو ہوا نے انہیں مٹا دیا تھا۔ املی کے بہت سے درخت یہاں موجود تھے۔ جن کی شاخیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی تھیں۔ میں بھرپور نگاہوں سے ان شاخوں کے درمیان جھانکنے لگا ایک درخت کے نیچے پہنچا، آوازیں بھی دیتا رہا۔ پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر واپس آیا۔ مجھے اس سلسلے میں مکمل طور پر مایوسی ہی ہوئی تھی۔ ابھی واپس کھڑکی کے نزدیک نہیں پہنچا تھا کہ رشید کی آواز سنائی دی۔

"لو تم بھی وہی کر رہے ہو جو میں دو گھنٹے تک کر چکا ہوں۔"

"نہیں بھائی اب وہ املی کے کسی درخت پر نہیں ہے اس عمارت سے بھاگ چکی ہے۔"

میں نے کسی قدر شرمندہ سے انداز میں رشید کی صورت دیکھی اور گردن جھٹک کر بولا۔ بہرطور میں اس کے لئے غمزدہ ہوں غمزدہ تو ہم بھی ہیں پیارے بھائی، مگر اب کیا کیا جائے۔ آؤ اندر آؤ، ناشتہ ٹھنڈا ہو چکا ہے۔

بالکل، میں نے بھی اخلاقاً تمہاری وجہ سے ناشتہ نہیں کیا۔ بہت دیر سے ناشتہ رکھا ہوا ہے۔ کھڑکی ہی کے راستے ہم دونوں اندر آئے تھے اور پھر رشید نے ناشتے کی ٹرے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

اٹھا کر آگے رکھ لی تھی چائے وغیرہ بھی موجود تھی جواب اتنی گرم نہیں رہی تھی۔ لیکن ہم نے وہ ٹھنڈی ہی چائے پی لی۔

میں نے چونک کر رشید سے شوانی کے بارے میں پوچھا تو رشید نے بتایا کہ محل جاچکا ہے وہ ساری باتیں کرکے ہی واپس آیا ہے۔

''رنگ نگر کیسی جگہ ہے۔'' میں نے سوال کیا۔

''بس بہت بڑا شہر نہیں ہے پھر بھی اچھی خاصی آبادی ہے۔ ذرا ان معاملات سے نمٹ لیں۔ ایک دو دن گھومیں گے۔''

مہارانی شوانی سے ملاقات کے بعد ہی فرصت ہوسکے گی۔ ''جادو ٹونوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے میں نے پوچھ لیا؟''

کبھی واسطہ نہیں پڑا' حالانکہ لوگ طرح طرح کی کہانیاں سناتے ہیں کوئی ان حسین چڑیلوں کی داستانیں سناتا ہے۔ جو راہگیروں پر عاشق ہو جاتی ہیں اور راہگیروں کے عیش ہو جاتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ بارہا ویرانوں میں ان چڑیلوں کی تلاش میں نکلے' لیکن اتنے بدقسمت ہیں کہ وہ بھی ہمیں دیکھ کر بھاگ جاتی ہیں پر تم نے یہ سوال کیوں کیا رات کی لڑکی پر کوئی شک کر رہے ہو.....؟

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں' ویسے وہ املی کے درخت سے اتری تھی۔''

''کیا.....!'' رشید نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں..... رات کو پوری کہانی میں تمہیں نہ سنا سکا۔'' آنکھ کھل گئی تھی میری۔ پلنگ پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ کہ میں نے اسے املی کے درخت سے اترتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد وہ کھڑکی سے اندر آ گئی۔

''ڈرا رہے ہو؟''

رشید نے خوفزدہ سی ہنسی کے ساتھ کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''اماں قسم کھاؤ کیا وہ چڑیل تھی؟'' رشید نے پرخوف لہجے میں پوچھا۔

''نہیں رشید صاحب! چڑیل تو بالکل نہیں تھی وہ۔''

''ہاں ہو تو نہیں سکتی مم مگر ہمیں چڑیلوں کا تجربہ بھی تو نہیں ہے۔''

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

''ابے نکلو یار یہاں سے' تم نے تو واقعی دہشت زدہ کر دیا۔'' ویسے یہ گھر بھوت گھر معلوم ہوتا ہے ٹوٹا پھوٹا اے لاحول ولا قوۃ کس خوف کا شکار کر دیا۔ آؤ باہر بیٹھیں۔

مجھے ہنسی آ گئی میں نے کہا اور اگر بھوت یہ ساز و سامان اٹھا کر لے گئے تو مصیبت نہیں ہو جائے گی؟

بھئی میں سچ بتا رہا ہوں اب مجھے اس ویران جگہ سے ڈر لگنے لگا ہے۔ اور مجھے مزید خوف زدہ نہ کرو تم اور اگر وہ رات کو ہمارے کمرے میں رہ جاتی تو؟

تو مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ بھوتنی ہے کم بخت! سنا ہے بھوتنیاں اور چڑیلیں ایسے ہی درختوں پر بسیرا کرتی ہیں۔ ارے باپ رے' میں تو تم سے پہلے اسے املی کے درختوں پر تلاش کرتا پھرتا ہوں یہ سوچ کر کہ کہیں وہ شاخ پر سو نہ رہی ہو' پتہ نہیں کس سے خوفزدہ تھی؟

کوئی بات نہیں ہوئی تم سے۔ کوئی خاص بات نہیں۔

بھوکی تھی بے چاری' میں نے باتیں کرنے کی کوشش کی تو جھلا گئی کہنے لگی کہ میں بھوکی ہوں اور مجھ سے بولا نہیں جا رہا اور تم سوال ہی سوال کئے جا رہے ہو۔

تو پھر چڑیل نہیں ہوگی استاد وہ' بھلا ان بھوت پریتوں کو کھانے پینے سے کیا دلچسپی اور اگر ہو بھی ان کے لئے مشکل جہاں سے جو دل چاہے حاصل کرلیں۔

ارے باپ رے' پتا نہیں یہ کم بخت..... کب واپس آئے گا۔ آؤ کم از کم دروازے پر تو بیٹھتے ہیں اس قسم کی باتوں میں خوف کا کیا تعلق۔ ہمارا ایجنٹ بھی ساڑھے بارہ بجے کے قریب آیا تھا اور کھانے پینے کا انتظام کرکے لایا تھا۔

جیتے رہو میرے لال جیتے رہو! کم از کم کام کی باتیں کرکے آتے ہو۔ چلو یہ کھانے کا بنڈل مجھے دے دو ہمارے لئے لائے ہو نا.....؟

''ہاں میں تو محل میں کھا کر آیا ہوں۔''

''اچھا اچھا ابھی سے کھا بھی لیا؟'' رشید نے کہا۔

''ان لوگوں نے مجبور کر دیا تھا اور کہا تھا کہ کھانا کھا کر جاؤ۔''

''اچھا ملاقات ہوگی ان لوگوں سے؟''

یاں پہلی کوشش میں ہی سے ملاقات ہوگی ساڑھے چار بجے ہمیں محل پہنچ جانا ہے۔ بمع سامان' پھر دیوان جی کی نگرانی میں ساڑھیاں سجانی ہوں گی پھر شام کو۔ ساڑھے چھ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بجے ان کا جائزہ لیں گی اور اپنی پسند کا اظہار کریں گی۔

چلو ٹھیک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کام آج ہی ہو جائے گا۔ میں نے کہا

بھی آنند ناتھ جی اس گھر کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہمارے ٹھہرنے کے لئے اگر پھر بھی اس گھر میں ٹھہرنا پڑا' تو کم از کم میں تو نہیں رکنے کا واپس چلا جاؤں گا۔

کیوں اس گھر میں کیا ہوگا۔ آنند ناتھ نے رشید کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

بیٹا رات کو ہمارے گھر میں سوتا تو پتہ چلتا کہ اس گھر میں کیا ہوگیا ہے۔ چڑیلیں گھس آتی ہیں املی کے درختوں سے نیچے اتر کر رشید نے کہا۔

میرے بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم بہت سی بار یہاں آچکے ہیں تم تو دو ہو تو خود بھی کسی بھوت سے کم نہیں ہے۔ خیر دیکھا جائے گا ہم تو ویسے بھی چڑیلوں سے خاصی انسیت رکھتے ہیں رشید نے مجھے دیکھ کر آنکھ ماری لیکن میں نے اس کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں لی تھی۔

اس لڑکی کی بے بسی کا احساس اس وقت بھی میرے دل میں موجود تھا بے چاری کھانا بھی نہیں کھا سکی تھی اور اسے خوفزدہ ہو کر بھاگنا پڑا تھا نجانے کیا قصہ تھا؟

ساڑھے چار بجے سب لوگ تیار ہوگئے۔ سامان بڑی خوبصورتی سے پیک کیا گیا اور ہم اسے لئے ہوئے محل چل پڑے زمانہ قدیم میں محلوں کا کیا تصور ہوتا ہوگا وہ ایک الگ بات تھی مگر میں نے محل وغیرہ کم ہی دیکھے تھے یہ محل بھی محل کیا تھا البتہ اسے ایک حویلی کہا جاسکتا تھا۔ وہی پرانے طرز کی تعمیر کی ہوئی' بہت خوبصورت اور صاف ستھری' ذرا ملازمین وغیرہ بھی زیادہ تھے۔ ویسے یہ سچ تھا بے شک ریاستیں وغیرہ ختم ہوگئی تھیں لیکن ان کی باقیات آج بھی اسی شان وشوکت کی حامل تھی۔ حویلی میں ملازموں کی جیسے پوری فوج موجود تھی۔ ہمیں فوراً ہی خوش آمدید کہا گیا۔ ملازمین نے ہمارا سامان اٹھایا اور اس کے بعد ایک بہت ہی خوبصورت ہال میں پہنچا دیا گیا۔ گہرے سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔ دیواروں پر بہت ہی خوبصورت تصاویر آویزاں تھیں' سنگی مجسمے سجے ہوئے تھے قد آدم تصویریں یقینی طور پر اس خاندان کے پرانے بزرگوں کی تھیں۔

میں نے گہری نگاہوں سے پہلے محل کا جائزہ لیا' لیکن آنند ناتھ کے اشارے پر ہم لوگ جلدی جلدی اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ محل کے بڑے لوگ۔ ابھی ہمارے

پاس نہیں آئے تھے۔ لیکن اس وقت جب ہم ساڑھیوں کو بڑے خوبصورت انداز میں سجا رہے تھے۔ دروازہ کھلا اور کچھ افراد اندر آ گئے۔

رشید ..... نے انہیں گردن خم کر کے تعظیم دی تھی۔ میں اپنے کام میں مصروف رہا۔ رشید مسلسل میرا ساتھ دے رہا تھا کچھ دیر بعد وہ کہنے لگا۔

حضور ..... ہم آپ کے حکم کے مطابق وقت پر پہنچ گئے ہیں میں نے مہارانی سے بات کرلی ہے وہ بس شام کو ساڑھے چھ بجے یہاں پہنچ جائیں گی۔

میں نے اس آواز کو سن کر گردن گھمائی اور اتفاق سے اس وقت آنے والے نے میری طرف دیکھا کوئی بڑی شخصیت ہی تھا بالکل کالی رنگت ..... اتنا کالا کہ شاید اندھیرے میں نظر بھی نہ آئے' بڑی بڑی مونچھیں جو اس کے رخساروں سے بھی نکلی ہوئی تھیں۔ بہت خاص قسم کا لباس پہنے ہوئے آنکھیں گہرے سیاہ چہرے پر بالکل سفید نظر آ رہی تھیں۔ لیکن چہرہ پر رعب' اس نے مجھے دیکھا اور دفعتاً میں نے اس کے چہرے پر ایک تغیر محسوس کیا۔ اس کی آنکھیں میرا جائزہ لینے لگیں ..... اس کی تیز آنکھیں میرا جائزہ لینے لگیں۔ بس ایک نگاہ دیکھنے کے بعد میں پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ لیکن دماغ میں ایک خلش سی پیدا ہوگئی۔ اس کے چہرے پر چونکنے کا سا انداز تھا' نجانے کیوں ..... نجانے کیوں ..... لیکن اس نے کچھ کہا نہیں بلکہ خاموشی سے ہمیں کام کرتے دیکھتا رہا۔ البتہ آنند آنندی سے رشید کی مسلسل باتیں ہو رہی تھیں۔

مہاراج آپ بھی ایک نظر ڈال لیں اور ذرا ہمیں بتائیں گے کہ ہم نے جو محنت کی ہے وہ مہارانی شوانی کو پسند آئے گی یا نہیں؟

یہ میرا کام نہیں ہے تم اپنا کام خاموشی سے کرو اس کی آواز بھی بڑی بھرپور تھی۔

میں نے اپنے کام سے فراغت حاصل کر کے ایک بار پھر اس شخص کو دیکھا اور مجھے پھر اسی کیفیت کا احساس ہوا۔ اس کی آنکھوں میں شک کے سے تاثرات تھے' ویسے کالا رنگ ہونے کے باوجود اسے بھیانک شکل کا مالک نہیں کہا جاسکتا تھا لیکن نجانے کیوں وہ مجھے عجیب سا لگ رہا تھا۔

جب ہم نے اپنا کام کرلیا تو وہ کہنے لگے۔

''اب تم باہر جا کر آرام سے بیٹھو ابھی کچھ کام باقی ہے؟''

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

''آپ کا جو حکم مہاراج' جیسا آپ کہیں ویسا کریں گے۔'' آنند ناتھ نے کہا۔

تو پھر آؤ باہر آجاؤ میں یہاں تالا لگوائے دیتا ہوں تم بیٹھو کھاؤ پیو اور اس کے بعد ٹھیک ساڑھے چھ بجے مہارانی شوانی یہاں پہنچ جائیں گی۔

ہمارا کام ختم ہوگیا تھا۔ چنانچہ ہم تینوں باہر نکل آئے۔ اس شخص نے ملازمین کو حکم دیا کہ ہمیں آرام سے بٹھایا جائے اور ہماری خاطر مدارت کی جائے۔

جس کمرے میں یہ سامان سجایا گیا تھا وہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک جگہ ہم بیٹھ گئے اور ملازمین نے ہمارے سامنے پھل وغیرہ لاکر رکھ دیئے۔

رشید نے کہا کہو لطف آرہا ہے یا نہیں؟

میں نے چونک کر رشید کو دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔ ''یہ خوفناک شخص کون تھا.....؟''

''صورت سے نہیں لگتا تھا۔'' رشید نے کہا اور ہنس پڑا۔

آنند ناتھ ہنس کر بولا نہیں مہاراج ایسی باتیں نہ کہیں اگر کسی کے کانوں تک پہنچ گئیں تو شامت آجائے گی ہماری .....

بے شک اب ریاستیں نہیں رہیں لیکن ان لوگوں کی شان و شوکت وہی ہے۔ ذرا سی دیر میں گردنیں اتروا دیا کرتے ہیں۔

وہ کالی چرن مہاراج ہیں۔ ویسے یہ سمجھ لو میرے دوست کہ ان کا نام ان کی پیدائش کے بعد ہی کالی چرن رکھا گیا ہوا تھا۔ ظاہر ہے نام تو پیدائش کے بعد میں رکھے جاتے ہیں۔ لیکن سوچنے والوں کو ذرا بھی دقت پیش نہیں آتی ہوگی ان کی شکل دیکھی اور فوراً ہی کالی چرن کا تصور ذہن میں آپہنچا۔ سو کالی مہاراج کالی چرن بن گئے۔ تمہاری مرضی ہے جو دل چاہے کہے جاؤ اپنی بات کے ذمہ دار خود ہوگے۔ آنند پھر بولا۔

اب تو یہاں کون سن رہا ہے۔ تیری تو جان ہی نکلی جا رہی ہے اس کا انداز چونکتا ہوا کیوں تھا وہ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے میری ذات پر کوئی شک ہو۔ مگر رشید سے اس بارے میں کیا کہنا۔ ویسے بھی وہ غیر سنجیدہ اور لاابالی سا آدمی تھا۔

مہارانی شوانی کو ساڑھے چھ بجے ہی آنا تھا مگر وہ پونے چھ بجے آگئیں۔

اور ملازم ہمارے پاس دوڑتے آتے تھے اور انہوں نے کہا ''ہوشیار ہو جاؤ وہ

مہارانی آرہی ہیں۔''

کئی افراد تھے ان کے بیچ مہارانی شوانی آرہی تھی۔

میں بھی آنند اور رشید کے ساتھ کھڑا ہوکر اس شان و شوکت کو دیکھنے لگا۔ کچھ خادمائیں' کچھ ملازمین' کچھ خادم ساتھ میں کالی چرن بھی تھا۔ جو الگ ہی نظر آرہا تھا۔

مہارانی شوانی دراز قامت اور نہایت خوبصورت عورت تھی۔ سرخ سفید سیپ جیسی رنگت بال گھٹاؤں جیسے اتنے کہ یقین نہ آئے۔ چہرے پر ایک انوکھا بانکپن اور آنکھوں میں بجلیاں سی کوندتی ہوتی۔ بڑے وقار سے ایک ایک قدم رکھتی ہوئی وہ آگے آئی اور میں نے محسوس کیا کہ کالی چرن آہستہ آہستہ سے کچھ بدبدا رہا ہے۔ جس کے جواب میں مہارانی نے خصوصاً مجھے دیکھا۔ پھر اس کی نظریں میرے ہی چہرے پر گڑی رہی تھیں اور مجھے یوں لگا تھا جیسے کچھ انگلیاں میرے چہرے کو ٹٹول رہی ہوں۔

بے اختیار جی چاہا کہ چہرہ ٹٹول کر دیکھوں لیکن پھر خود کو سنبھال لیا۔ وہ بالکل قریب آگئی اور میں نے اس سے نظریں ملائیں اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگا دیئے۔ اس کی پرشوق نظریں مسلسل میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

کالی چرن نے کہا دروازہ کھولو جی مہاراج۔ ساتھ آنے والوں نے کالی چرن کو دیکھا اور پھر انہوں نے دروازہ کھول دیا۔

مہارانی شوانی بھی جیسے سنبھل گئی پھر پہلے وہ اور اس کے بعد ہم سب اندر داخل ہوگئے۔

شوانی ہماری لائی ہوئی ساڑھیاں دیکھنے لگی۔ مگر اس کے انداز میں لاپرواہی تھی۔ وہ بار بار میری طرف متوجہ ہو جاتی تھیں ہر اس نے کہا تمام ساڑھیاں بہت اچھی ہیں بڑی خوبصورت' ہمیں پسند آئیں۔

دیوان جی مہارانی جی کالی چرن دو قدم آگے بڑھ آیا ہمیں تمام ساڑھیاں پسند آئی ہیں ان سب کو سنبھال کر رکھوا دو اور تاجروں کو ان کی منہ مانگی قیمت ادا کر دو شوانی نے کالی چرن کی جانب سے انگلی اٹھا کر کہا اور کالی چرن دونوں ہاتھ جوڑ کر جھک گیا۔

جی مہارانی شوانی دیوان جی' یہ لوگ بہت اچھی ساڑھیاں بناتے ہیں میں ان سے کچھ اور کام کرانا چاہتی ہوں اور اس کام کے ڈیزائن میں بنوا کر ان کے حوالے کرنے کی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خواہش مند ہوں تم لوگ ساڑھیوں کی قیمت اور اپنا انعام وصول کرو۔ ان میں سے ایک آدمی کو میرے پاس چھوڑ دو۔ وہ یہاں ہمارا مہمان رہے گا اور بعد میں ہمارا نیا حکم لے کر واپس پہنچے گا۔ اس آدمی کو یہاں چھوڑ دو۔ اس کے لئے یہیں قیام کو بندوبست کر دیا جائے گا۔ شوانی نے میری جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اور کالی چرن ایک بار پھر ہاتھ جوڑ کر جھک گیا۔

جو حکم مہارانی .....

شوانی فوراً ہی گھومی اور پلٹ کر دروازے سے باہر نکل گئی۔ اس کا حکم آخری حکم تھا۔ اور اس میں کسی اور بحث کی گنجائش نہیں تھی لیکن میں ساکت رہ گیا تھا۔

کالی چرن نے ہم تینوں سے کہا تم لوگ احتیاط کے ساتھ یہ ساڑھیاں پیک کر دو اور تم میں سے ایک ذمہ دار تم میرے ساتھ چلے آؤ اور ان کی قیمتوں کی بات کر کے مجھ سے رقم طے کر لو۔

آؤ تم دونوں براہ کرم یہ کام کر ڈالو۔ دیوان جی تعبیر لوگوں کو لے کر باہر نکل گئے اور رشید نے مجھے گلے سے لگا لیا یار یوں سمجھو کہ تقدیر چمک گئی ہمارے صاحب تو اتنے خوش ہوں گے تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ مگر یہ کمینہ آنند اپنی کوششوں کی قیمت کیا مانگے گا۔ یار کہیں یہ گڑبڑ نہ کر جائے کیا اسے ان کی قیمتوں کا اندازہ نہیں ہے۔

خیر ایسی بات نہیں۔ آدمی تو وہ بہت سیانا ہے اور مجھ سے زیادہ کاروباری گر جانتا ہے۔ بنئے کی اولاد ہے اور تم سمجھتے ہو بنئے کتنے تیز ہوتے ہیں۔ لیکن کہیں بیچ میں ٹانگا نہ لگا جائے۔ چلو اسے بھی سنبھال لیں گے۔ ویسے اسے قیمتیں معلوم ہیں۔ وہ ہمارا مستقل ایجنٹ ہے یہ بات تو اپنی جگہ یار ذرا یہ ساڑھیاں اٹھواؤ' دیر کرنا مناسب نہ ہوگا میرے ساتھ ساڑھیاں اٹھوانے میں مصروف ہوگیا پھر بولا ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ کہ یہ سب کچھ جو ہے سو ہلے' مگر تم نے مہارانی شوانی کی نظروں میں کچھ محسوس کیا؟

کیا ..... میں نے سوال کیا ساڑھیاں کم دیکھ رہی تھیں تمہیں زیادہ دیکھ رہی تھیں۔

رشید آنکھ دبا کر بولا۔

بے کار باتیں ہیں میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا اور رشید قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

پھر بولا۔

نہیں بھائی یہ رانیاں مہارانیاں ایسی ہی ہوتیں ہیں۔ کسی کی تقدیر ساتھ دے جائے تو سمجھ لو کہ وارے نیارے ہو جاتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اب جب تم واپس آؤ گے تو نجانے کیا بن کر آؤ گے۔

''رشید میں یہاں نہیں رہنا چاہتا۔''

''ارے باپ رے باپ کیسی خوفناک باتیں کر رہے ہو۔ بھلا شوانی کا حکم ہو اور اس کی تعمیل نہ ہو انہوں نے پوچھنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی کہ تم رہنا چاہتے ہو یا نہیں اور پھر حماقت کی باتیں مت کرو' میں نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ راج محلوں کی کہانیاں ذرا مختلف ہوتی ہیں اور تقدیر بننے میں دیر نہیں لگتی۔ ہوسکتا ہے کہ یہ میری غلط فہمی ہی ہو لیکن چانس لینے میں کیا ہرج ہے۔''

''یہ نہیں ہوسکتا رشید کہ تم یہاں رک جاؤ۔''

''آہ کاش! ایسا ہوسکتا' مگر جسے پیا چاہے وہی سہاگن۔ ہمیں بھلا کون پوچھتا ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے بہر طور تمہیں رکنا ہوگا .....''

''بس ذرا احتیاط رکھنا۔ بس ان کے دماغ پھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ دولت اچھے اچھوں کا ستیاناس کر دیتی ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اس دنیا کا باسی نہیں سمجھتے بس تھوڑی سی احتیاط اور بہادری کے احکامات کی تعمیل اور پھر یار یہ تو خوش بختی ہے۔ کتنی حسین ہیں وہ عمر کتنی ہی ہو لیکن کیا شان ہے۔ کیا انداز ہے دیکھنے دکھانے کی چیز ہیں چلو بھیا عیش کرو ہماری طرف سے پیشگی مبارکباد۔''

میں الجھا ہوا تھا۔

ویسے تو مجھے کوئی خاص پریشانی نہیں تھی ظاہر ہے مہارانی مجھے لقمہ تر سمجھ کر نگل تو نہیں جائیں گی لیکن بس الجھن تھی۔ ایسی کیا بات پائی ہے انہوں نے مجھ میں اور بات اگر رشید کی ہی ہوتی تو چلو مان لیتا کہ رشید کا کہنا درست ہے۔ لیکن اس سے پہلے کالی چرن نے بھی مجھے چونک کر ہی دیکھا تھا۔ کیوں ..... آخر کیوں .....؟

کام ختم ہوگیا کالی چرن اور دوسرے لوگ چلے گئے۔ کالی چرن نے مجھے محل کے خادموں کے حوالے کر دیا۔ حویلی یا محل کے بغلی حصے میں بنے ہوئے مہمان خانے میں مجھے جگہ دی گئی تھی۔ ہر طرح کا خیال رکھا گیا' پھل سبزیاں وغیرہ کھانے میں دی گئیں۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میرے ذہن میں بہت سے خیالات تھے مگر بے سکونی نہیں تھی وہموں میں الجھ کر سکون برباد کرنے سے آج تک تو کچھ حاصل نہیں ہوسکا تھا اب میں نے ہر طرح کے حالات میں جینا سیکھ لیا تھا۔ رات خوشگوار گزری دوسرا دن بھی گزر گیا کوئی ایسی بات نہ ہوئی جو قابل ذکر ہو۔ شام کو ایک ملازم آیا اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم ستارمل والے کے آدمی ہو نا.....؟''

''جی میں ہی ہوں۔''

''مہارانی شوانی تمہیں کچھ ڈیزائن دینا چاہتیں ہیں بہت بڑا کام ہوگا تمہیں اس کے لئے کئی دن رکنا پڑے گا۔'' کوئی جلدی تو نہیں ہے تمہیں؟ تم جب سے آئے ہو اندر گھسے رہتے ہو تم مہمان ہو قیدی نہیں' محل بہت بڑا ہے۔ گھومو پھرو' اس جگہ رہنا پسند نہ ہو تو جہاں چاہو بندوبست کر دیا جائے گا۔

''نہیں جناب مجھے یہاں ہر طرح کا آرام ہے۔''

''کیا نام ہے تمہارا.....؟''

''فرید اللہ۔''

''ایں.....'' وہ بری طرح چونک پڑا۔

''فرید اللہ' میں نے اسے دوبارہ اپنا نام بتایا۔''

اس کے چہرے پر پھر شک کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی پھر وہ بولا۔ ''مسلمان ہو؟''

''جی بالکل۔''

''اچھا.....'' وہ حیرت سے بولا مجھے دیکھتا رہا پھر ایک دم واپس پلٹ آیا۔ کچھ سوچ کر دروازے میں رکا۔ میری طرف دیکھا اور مسکرا کر بولا یہاں داسیاں باندیاں بھی بہت سی ہیں کسی کو کسی سے ملنے پر پابندی نہیں ہنسی خوشی سے گزارو۔ تم شوانی کے مہمان ہو۔ ایرے غیرے کے نہیں۔ میں تمہارے پاس سندری کو بھیجتا ہوں تمہیں پسند آئے گی۔ یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ میں دروازے کو گھورتا رہ گیا الٰہی کیا ماجرا ہے۔ اس دنیا میں رہنے والے کیا تمام لوگ میری ہی طرح پراسرار واقعات سے دوچار ہوتے رہتے ہیں کیا سبھی کو زندگی میں قدم قدم پر انوکھے واقعات پیش آتے ہیں کبھی سنا تو نہیں یہاں تو طویل عرصہ سے ایسا ہی ہو رہا ہے کچھ دیر کے بعد دروازے سے ایک سندری داخل ہوئی' سندری ہی

تھی' بڑا جاذب نگاہ چہرہ تھا اندر آ گئی اور مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ کر بولی۔

''میرا نام روپ متی ہے۔''

''جی.....''

میں نے آہستہ سے کہا۔

''کیسی ہوں؟'' وہ شوخی سے بولی۔

''جی.....''

میری گھبرائی ہوئی آواز ابھری۔

''تمہارا نام کیا ہے۔''

''فرید اللہ۔''

''سچ بتا دو نا.....'' وہ ناز بھرے انداز میں بولی۔

''تعجب ہے تم میری بات کو جھوٹ کیوں سمجھ رہی ہو۔'' میں نے کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی پھر بولی۔

''آؤ باہر چلیں باہر بڑی سندر ہوا چل رہی ہے تمہیں پھول پسند ہیں؟''

''پھول کسے پسند نہیں ہوتے؟''

''اور میں.....'' وہ پھر اسی طرح کھلکھلا کر ہنسی اور آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔

''آؤ میں تمہیں پھول کنڈ لے چلوں..... آؤ نا.....!''

میں نے آہستہ سے اس سے ہاتھ چھڑا لیا مگر اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ میرے اس طرح ہاتھ چھڑانے پر اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔ میں اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ وہ مجھے محل کے عقبی حصے میں لے آئی لق دق جگہ تھی۔ گھاس کا فرش بچھا ہوا تھا۔ ہر طرف ہریالی تھی جگہ جگہ حوض و فوارے بنے ہوئے تھے ان کے گرد سنگی مجسمے آویزاں تھے انتہائی حسین سنگی مجسمے جنہیں بڑی مہارت سے تراشا گیا تھا۔ پر سب مختلف شکلیں رکھتے تھے ویسے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ان مجسموں نے باغ کا حسن بڑھا دیا تھا۔ محل کے عقبی حصے میں یہ علاقہ بے حد خوبصورت تھا ابھی مدہم مدہم روشنی بکھری ہوئی تھی لیکن شام تیزی سے جھکتی چلی آ رہی تھی۔ ہوا چل رہی تھی اگر موسم اور ماحول کے لحاظ سے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیکھا جاتا تو یہ جگہ انتہائی حسین کہی جاسکتی تھی عجیب وغریب خوشبوئیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں ایک موڑ مڑنے کے بعد میں نے جو منظر دیکھا وہ ناقابل یقین سا تھا۔ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تو معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ پھول جیسے دیواروں میں لگائے گئے تھے۔ کہیں بلند کہیں پست کہیں اونچے کہیں نیچے سب کے رنگ مختلف تھے اور پھولوں کے بیچوں بیچ مجسمے اس طرح آویزاں تھے جیسے کوئی پھولوں کے درمیان چلتا چلتا رک گیا ہو ایک چوکور حوض اس طرف بنا دیا تھا جس کے کنارے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ اسے مجسموں کا علاقہ کہا جاتا تو غلط نہیں ہوتا۔ شوقین لوگ ایسے سنگی مجسمے آویزاں کرتے ہیں لیکن اتنی تعداد میں نہیں بہرحال عام لوگ راجہ اور رانی تو نہیں ہوتے۔ روپ متی مجھے لئے ہوئے اس سمت آ گئی حوض کے پاس رک کر اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

''یہ ہے ہمارا پھول کنڈ .....''

''بہت خوبصورت جگہ ہے۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

''ہمارے مہاراج پھولوں کے رسیا ہیں بس یوں سمجھ لیں کہ انہوں نے اس حصے کو پھولوں سے آراستہ کرنے کے لئے اتنی دولت خرچ کی ہے کہ اس سے ایک گاؤں بسایا جاسکتا تھا''

''کونسے مہاراج۔'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے روپ متی کو دیکھا۔

''مالک ہیں ہمارے..... اس محل کے مالک ہیں انہی کی تو دھرم پتنی ہیں یہ میں اس لئے بتا رہی ہوں کہ تم دوسرے شہر سے آتے ہو جانتے نہ ہوگے مہاراج کے بارے میں۔''

''ہاں ایسی ہی بات ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بیٹھو..... بیٹھ جاؤ نا تم مجھے کچھ عجیب سے لگ رہے ہو گھبرائے گھبرائے سے۔ کیا مجھ سے پریشان ہو؟''

''نہیں۔نہیں''۔ میں نے نرم لہجے میں کہا۔

''میں نے ہاتھ پکڑا تھا تمہارا تم نے چھڑا لیا جیسے ..... جیسے''۔ وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگئی۔

''تمہارے مہاراج کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔''

''لو آئے ہوئے سے ہی کتنا بیتا ہے تمہیں۔ ویسے بھی وہ بیمار ہیں۔''

''اوہ اچھا۔'' میں نے آہستہ سے کہا وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی پھر بولی۔

''بہت کم بولتے ہو تم ویسے کیا تم سچ مچ مسلمان ہو؟''

''کیا.....؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں میرا مطلب ہے میں نے مسلمان نہیں دیکھے شروع ہی سے یہاں پلی بڑھی ہوں اس محل میں پیدا ہوئی اسی میں پروان چڑھی یہیں رہتی ہوں۔''

''مسلمانوں کے سینگ نہیں ہوتے جیسے تم لوگ ہوتے ہو ویسے ہی ہم۔''

''ہاں اب تو یہی اندازہ ہوتا ہے مجھے۔'' وہ بات بات پر ہنسنے کی عادی تھی پھر بولی۔

''اچھا یہ بتاؤ کیا پیو گے؟''

''کچھ نہیں۔''

''واہ ایسا خوبصورت موسم چاروں طرف بکھرے ہوئے پھول میں دارو منگواتی ہوں تمہارے لئے۔''

''سنو سنو رک جاؤ ایسی کوئی شے ہم مسلمان نہیں پیتے' یقینی طور پر اس محل میں رہ کر تمہیں یہ بات بھی معلوم نہیں ہوئی ہوگی۔''

''تو پھر میں کیا کروں تمہارا ادھر دیوان کالی چرن ہیں جو کہتے ہیں مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہو' اس کا دل بہلاؤ اس سے باتیں کرو وہ جو چاہے اس کی پرسیدا کرو اور تم ہو کہ ٹھیک سے بول بھی نہیں رہے مجھ سے۔'' اس نے ادا سے کہا اور میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

بہرحال تجزیئے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ پروفیسر نے مجھے ایک دلچسپ ماحول مہیا کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ یہ ریاست وغیرہ کا ماحول میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ ٹوٹے پھوٹے جھونپڑوں میں زندگی بسر کرنے والے کے لئے ایک انوکھا تجربہ تھا۔ اس کے باوجود میں بڑی ہمت اور ہوشیاری سے اپنے آپ کو اس ماحول میں ضم کئے ہوئے تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ پروفیسر نے مجھے جس طلسمی ماحول میں بھیجا ہے وہاں کیا تجربات ہوتے ہیں۔ اندازہ تو یہ ہو رہا تھا کہ کچھ سنگین دلچسپیاں میری منتظر ہیں۔''

☆.....☆.....☆

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ اچانک اٹھتی ہوئی بولی۔

''جانا نہیں یہاں سے میں یہ گئی اور وہ آئی۔'' وہ پھر ہنسی اور پھر آگے بڑھ گئی۔

میں اسے جاتے دیکھتا رہا جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا رات کی دھندلاہٹیں پھیل گئی تھیں۔ پھولوں کے رنگ ماند پڑتے جا رہے تھے۔ بڑا طلسمی ماحول تھا۔ ہر طرف ایک پراسرار اداسی فضا پر چھائی ہوئی تھی یوں لگتا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ اچانک کچھ ہو جائے گا۔ پھولوں کا سکوت ان کے درمیان خاموش کھڑے مجسمے۔ یہ سب کسی انہوں بات کے منتظر تھے یا پھر اس ماحول نے یہ احساس میرے دل میں پیدا کر دیا تھا۔ کچھ عجیب سے حالات تھے۔ وہ لڑکی یاد آئی جو املی کے درخت سے اتری تھی اور میرے دل پر ایک عجیب سا نقش چھوڑ گئی تھی اس کا نام' باتیں بڑی عجیب تھیں اس کی۔ ہوسکتا ہے پاگل ہو..... یہ بھی ہوسکتا ہے اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ اچانک میں اچھل پڑا ''شی'' کی ایک آواز سنائی دی۔ بالکل ایسی آواز جیسے کوئی کسی کو مخاطب کرتا ہے۔ صاف سنی تھی وہم نہیں تھا۔ دوسری بار وہ آواز دو مرتبہ سنائی دی۔

''شی .....شی''

میں اچھل کر کھڑا ہوگیا یقیناً کوئی راز داری سے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا مگر کون .....

میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر خاموش پھولوں اور پتھریلے مجسموں کے سوا اور کوئی نظر نہیں آیا۔

اچانک کچھ فاصلے پر روشنی ابھری اور میرے حلق سے آواز نکل گئی اس روشنی میں..... میں نے دو انسان سائے دیکھے تھے۔ میں نے ان پر نظریں جما دیں..... وہ روشنی کے پاس سے ہٹ گئے اور کچھ دیر کے بعد مجھے ان سایوں کا راز معلوم ہوگیا۔ محل کے

ملازم تھے جو جگہ جگہ لوہے کے پول میں لگے ہوئے کاربائیڈ کے شیشے والے لیمپ روشن کرتے پھر رہے تھے۔ یہ لیمپ رنگین شیشوں والے تھے۔ اور ان کے روشن ہونے سے اس جگہ کا حسن بڑھنے لگا تھا۔ ملازم اپنا یہ کام کرتے ہوئے میرے قریب سے گزرے۔ انہوں نے رک کر مجھے دیکھا اور پھر معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو اور پھر وہ مسکراتے ہوئے بڑھ گئے۔

خدایا یہ سب کیا ہے۔ یہ محل ..... یہ حویلی کوئی حقیقت ہے۔ ویسا ہی کوئی طلسم جیسا میں نے پہلی ہدایت کے سلسلے میں دیکھا تھا۔ وہاں بھی تو ایک دنیا آباد تھی سب کچھ تھا مکمل زندگی تھی لیکن..... مہتاب کی ہلاکت کے بعد وہاں جھاڑو پھر گئی۔ سب کچھ طلسم ثابت ہوا۔ دھوکا ثابت ہوا۔ اصل لوگ اپنی جگہ تھے مگر یہاں ذرا مشکل ہے یہاں کا طلسم حقیقت تھا سارے حالات حقیقت تھے۔ اس بار میں تنہا نہیں تھا..... پھر..... پھر! رات کی تاریکیوں نے اس ماحول کو نگلنا چاہا۔ مگر ان روشنیوں نے رات کا منصوبہ بنا دیا بلکہ رنگین شیشوں سے اس ماحول کو اور خوابناک بنا دیا تھا۔ اب ہر چیز کو صاف دیکھا جاسکتا تھا۔ انہی سوچوں میں گم تھا کہ ''شی شی'' کی آواز دوبارہ ابھری اور میرے اعصاب تن گئے پھر ایک سرگوشی ابھری۔

''ادھر..... اس طرف..... اس طرف..... بائیں سمت۔''

میں بے اختیار بائیں سمت گھوم گیا۔ میرے بائیں سمت پھولوں کے درمیان سنگ مرمر کا ایک بے جان مجسمہ ایستادہ تھا۔ پتھریلا اور ساکت۔

''ہاں ٹھیک ہے۔ میرے پاس آجاؤ۔ سفر جلدی کرو ورنہ روپ متی آجائے گی۔''

آواز مجسمے سے ہی ابھری تھی۔ لاکھ خود کو سنبھالا ہمت کرنے کی کوشش کی لیکن پورے بدن میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ میں دہشت بھری نظروں سے اس مجسمے کو دیکھنے لگا۔ اس کے پتھریلا ہونے میں کوئی شک نہیں تھا مگر وہ بول رہا تھا۔

اس انوکھی عمارت میں داخل ہوتے ہی جن واقعات سے سابقہ پڑا تھا وہ احساس دلاتے تھے کہ یہاں بھی سنسنی خیز واقعات نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا ہے۔ آہ..... کیسی آرزو تھی دل میں' کیسا جی چاہتا تھا کہ کچھ وقت ایسا گزر جائے جس میں کچھ نہ ہو۔ جیسے دوسرے لوگ زندگی گزارتے ہیں ویسے ہی میں بھی گزاروں سادہ سادہ۔ عام لوگوں جیسی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

زندگی۔ لیکن ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ ہر طرح کوشش کر لی تھی۔ ملازمت اس لئے کر رہا تھا کہ محنت کی روٹی ہے۔ کبھی کسی کے در پر جانا پڑتا تھا کبھی کسی کے سیٹ ہو جاتا تھا مگر دوسروں کے رحم و کرم کی وجہ سے۔ ان دنوں جی کچھ خوش تھا مگر تقدیر کو یہ گوارا نہیں تھا۔ پھر کسی جال میں آ پھنسا تھا۔ نہ جانے اب کیا ہوگا۔ عام آدمی مجسمے کی آواز پر اس کے پاس جانے کا تصور بھی نہ کرتا بلکہ خوف سے بے ہوش ہو جاتا مگر میں ..... آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ نوجوان آدمی کا بت تھا پتھریلا بے جان۔

پھر اس کے ہونٹوں سے آواز ابھری۔ ''بھاگ جاؤ۔ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ یہ کالی نگر ہے کالا جال پڑ گیا ہے تم پر۔ ایک بار جال اوڑھ لیا تو ..... تو پھر کبھی نہ جا سکو گے۔ بھاگ جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔'' یہ کالی نگر ہے۔

''تم کون ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''بھاگ جاؤ۔ جلدی سے بھاگ جاؤ۔ دیکھو وہ آ گئی۔'' مجسمہ خاموش ہو گیا۔

''تم کون ہو۔ مجھے بتاؤ۔ وہ ابھی دور ہیں۔'' میں نے سوال کیا مگر مجسمے کی آواز دوبارہ سنائی نہ دی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اب نہ بولے گا۔

روپ متی قریب آ گئی۔ دوسری لڑکیاں کچھ فاصلے پر رک گئیں۔ وہ بہت خوبصورت جھلملاتے لباس پہنے ہوئے تھیں۔ ان کے پیروں میں چھلکنے والے زیور تھے اور ہاتھوں میں پھلوں اور میووں کے تھال ..... میں انہیں دیکھتا رہا۔ انہوں نے پھولوں کے درمیان گھاس کے فرش پر چاندنی بچھا دی تھال سجا دیئے۔ روپ متی بولی۔

''آؤ ..... بیٹھو کیسی لگی یہ جگہ۔ کیا یہ سنسار کا سورگ نہیں ہے؟ تم نے کہیں ایسا دیکھا۔''

''یہ مجسمے کس نے بنائے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''سنگ تراش نے۔ جس طرح وکرم سنگھ مہاراج نے یہاں پھول لگوائے ہیں اس طرح مجسمہ سازوں نے یہاں پر بت تراشے ہیں کیسے لگے تمہیں۔''

روپ متی نے پوچھا۔

''بالکل جیتے جاگتے۔''

میں نے کہا اور وہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی اپنی مخصوص ہنسی' جو ذہن کو گرفت میں

لیتی تھی۔

کم بخت بڑے پراسرار طریقے سے ہنسنا جانتی تھی انسان کے ذہن پر نغمگی کی ایک لہر سی دوڑتی محسوس ہوتی تھی اور ذہن اس کی گرفت میں جانے کے لئے بے چین ہو جاتا تھا۔

ہنس کر بولی۔ ''اصلی ہی تو ہیں''

''کیا مطلب.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''بس پتھر کے بت بنانے والوں نے انہیں اصلی جیسا ہی بنایا ہے۔ آؤ بیٹھو ہوا میں پھیلی خوشبو لگ رہی ہے تمہیں آؤ نا'' اس نے ناز سے میرا ہاتھ پکڑا اور میں نے اس سے بڑی آہستگی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ آگے بڑھا اور چاندنی پر جا بیٹھا۔ سامنے رکھے ہوئے میووں کے تھال دیکھے۔ بیچ کے ایک بڑے تھال میں سونے کے گلاس اور سونے ہی کی صراحی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے میرے سامنے دو زانو بیٹھ کر ان گلاسوں میں کوئی رنگین مشروب انڈیلا اور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ وہ لڑکیاں جو اس کے ساتھ آئی تھیں قطار بنا کر بیٹھ گئیں۔ ان میں سے کسی کے ہاتھ میں بربط تھا تو کسی کے ہاتھ میں طنبورہ ایک ..... خوبصورت نغمے کی دھن چھیڑ دی گئی ماحول ویسے ہی رنگینیوں سے رنگا ہوا تھا۔ خوشنما اور خوشبوئیں بکھیرتے ہوئے پھول' آسمان پر مدھم مدھم دھندلائیں' ستاروں کی ٹمٹماہٹ' نیچے رنگین شیشوں سے ابلتی ہوئی روشنی کی شعاعیں' جو مخصوص زاویوں سے ان لڑکیوں کو سحر انگیز بنا رہی تھیں۔ سامنے سے آتی ہوئی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ..... ایک انسان پر قدرتی طور پر سحر طاری کرنے کے لئے کافی تھی لیکن صرف اس انسان پر جس کا واسطہ زندگی میں پہلی بار کسی سحر سے پڑا ہو۔ میں تو سحر زدہ تھا ہی' ایسے ایسے وار ہوتے تھے مجھ پر کہ سنبھلنا ممکن نہیں تھا۔

پتا نہیں ..... کون کون سی قوتیں ایک دوسرے سے برسرپیکار تھیں جو میں بال بال بچ جاتا تھا۔ یقینی طور پر ان قوتوں کا تعلق نہ میری قوت ارادی سے تھا۔ نہ میری ذہنی پاکیزگی سے ..... بس یوں لگتا تھا جیسے کوئی مجھے بچا لیتا ہو اور جب بھی یہ خیال دل میں آتا بڑی دھاڑس ملتی۔ بڑا سہارا ملتا۔ نجانے کیا کیا کچھ یاد آ جاتے ایک گہری تحقیق کا معاملہ تھا اس سے پہلے مجبوری کا معاملہ تھا۔ انسان ہی تھا۔ ایک لمحہ بھٹک جانے کے لئے کافی ہوتا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیکن بچایا گیا تھا مجھے ..... بچایا گیا تھا اور اس نے اس وقت بھی ماحول کا یہ سحر میرے حواس پر فطری طور پر نہیں چھایا تھا اور میں مسلسل خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ نغمے کی دھن آہستہ آہستہ تیز ہوتی گئی۔ روپ متی نے گلاس اٹھایا اور میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ امرت جل ہے۔ میرے ہاتھوں سے پی لو اور امر ہو جاؤ۔''

میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں روپ متی کہ میں مسلمان ہوں۔''

''دین دھرم سارے کھیل۔ کایا کے کھیل ہیں انسان تو ہو۔ اس سمے اس ماحول میں' جب بھگوان نے تمہیں یہ سب کچھ دے دیا ہے تو تم دین دھرم کے جال میں الجھے ہوئے ہو۔ تھوڑی دیر کے لئے یہ سب کچھ بھول جاؤ' یہ نغمہ سنو' اسے اپنے دل میں اتارو۔ امرت جل پیو اور امر ہو جاؤ۔ میں تمہاری ہوں۔ اس نے جھک کر اپنی پیشانی میری پیشانی سے ٹکرائی اور گلاس میرے نزدیک لانے کی کوشش کی۔

میں نے آہستہ سے اس کے گلاس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا'' نہیں روپ متی .....تمہاری بدقسمتی ہے یا میری کہ میں اپنے دین کو نہیں بھلا سکتا اور میرے دین میں یہ سب کچھ جائز نہیں ہے۔''

وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی اس نے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔

''تو میں کیا کروں ..... مجھے بتاؤ میں کیا کروں ؟'' اس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔

''خود کو ناکام تصور کرلو روپ متی اور اگر ہو سکے تو مجھے یہ بتاؤ کہ تم یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہو؟''

روپ متی نے ہونٹ سکوڑ کر گلاس واپس تھال میں رکھ دیا اور بولی'' میں کیوں کرتی یہ سب کچھ' بس مجھے تو حکم دیا گیا تھا کہ مہمان کا جی خوش کروں اسے بہلاؤں اور ذرا بھی اسے اداس نہ ہونے دوں۔ میں تو یہی سوچ رہی تھی کہ امرت جل کے دو گلاس پی لو تم.....تو میں تمہیں ناچ دکھاؤں۔''

''جن لوگوں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ روپ متی۔ انہیں واپس جا کر یہ بتا دو کہ

بدقسمتی سے ایک مسلمان ان کے جال میں پھنسا ہے اور اسے ان تمام چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ نہ امرت جل پی کر امر ہونا چاہتا ہے' نہ رقص و موسیقی سے لطف اندوز ہو کر اپنا ایمان کھونا۔ بس اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا تم سے۔'' میں اپنی جگہ سے اٹھا۔ خوف تھا کہ کہیں اس کی ضد پر کوئی قدم بہک نہ جائے چنانچہ یہاں سے چلے جانا ہی زیادہ اچھا تھا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور مہمان خانے کے قریب پہنچ گیا۔ پلٹ کر نہیں دیکھا تھا لیکن اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سب بری بری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی ہیں۔ ہنسی آ گئی۔ کم بخت ایک کے بعد ایک مصیبت گلے آ پڑتی ہے۔ بھلا اس میں بھی کوئی شک کی بات تھی کہ یہ سب کچھ ایک گہری چال تھی کوئی گہرا جال تھا اور اس کارروائی کے عقب میں ہو سکتا ہے کوئی پراسرار وجود میں بیٹھا ڈوریاں ہلا رہا ہو۔ امکانات تھے اس بات کے۔ مکمل طور پر امکانات تھے۔

میں اپنے کمرے میں آ گیا' یہاں کا ماحول بدل گیا تھا۔ غالباً بستروں پر نئی چادریں بچھائی گئی تھیں۔ کچھ اور چیزیں بھی لاکر رکھ دی گئی تھیں۔ ایک طرف ایک فریم دیوار پر ٹنگا ہوا تھا اور اس فریم میں ایک تصویر آویزاں تھی۔ یہ تصویر ایک عجیب و غریب چہرے کی تھی۔ قدیم طرز کا یہ راجپوت یا ایسا سورما جو جنگ و جدل میں حصہ لیتا رہا ہو۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں خون کی آمیزش تھی اور یہ آنکھیں درحقیقت بڑے جاندار رنگوں سے بنائی گئی تھیں۔ بالکل اصلی اور گھورتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں ایک لمحے کے لئے ذہن اس تصور میں بھی الجھ گیا کہ یہ تبدیلیاں کیوں رونما ہوتی ہیں۔ بہرحال یہ سب کچھ ہو سکتا تھا۔ سب کچھ ..... میں بھلا کر ہی کیا سکتا تھا۔ دروازہ بند کرلیا۔ یہ احساس دل میں تھا کہ ہو سکتا ہے روپ متی پھر اندر آ جائے اور مجھے پریشان کرنے کی کوشش کرے۔ حالانکہ میں نے اب وہ راستہ تو نہیں چھوڑا تھا کہ وہ میری جانب رخ کرے لیکن اندازہ یہ ہوتا تھا کہ اس کی ڈور بھی کسی اور ہی کے ہاتھ میں ہے۔

کافی وقت گزر گیا۔ اس دوران کسی نے دروازہ نہیں بجایا اور پھر میں سونے کی کوشش کرنے لگا۔ مدھم مدھم روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ پوری طرح اندھیرا نہیں تھا۔ یونہی اتفاقیہ طور پر تصویر پر نظر جا پڑی۔ اور میں لیٹے لیٹے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ نظر کا دھوکا نہیں تھا آنکھوں کی کوئی خرابی نہیں تھی اور نہ ہی ذہن کا کوئی انتشار لیکن فریم میں لگی ہوئی تصویر

بے شک بدل گئی تھی۔ یہ تصویر اب مجھے کچھ اور ہی شکل میں نظر آئی تھی۔ آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بستر سے کود کر تصویر کے نزدیک آیا ایک خوبصورت عورت کی تصویر تھی۔ وہ سورما تصویر کے فریم سے غائب ہوگیا تھا جسے میں نے پہلے دیکھا تھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا اور کوئی تصویر بھی نہیں تھی۔ پھر گہری سانس لے کر اپنے بستر کی جانب آ گیا اور اس کے بعد بھلا نیند میری آنکھوں میں کہاں آتی۔ کبھی کبھی پلکیں جھپک جاتیں۔ پھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تصویر کی جانب دیکھنے لگتا۔ اب اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ تبدیلیاں بلاوجہ رونما نہیں ہوتی ہیں۔ ایک بار پھر پلکوں پر جھپکی سی آ گئی اور اچانک ہی تصویر کا تصور ذہن میں آیا تو چونک کر اسے دیکھا۔ اف میرے خدا ..... میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ تصویر پھر بدل چکی تھی اور اگر میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں تو یہ تصویر رانی شوانی کی تھی۔ ہاں رانی شوانی کی۔ فریم میں بار بار تصویریں بدل رہی تھیں اور اب یہ بات دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ یہ تصویریں نہیں تھی یہ وہ خبیث روحیں تھیں جو تصویری شکل میں آ آ کر میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میرے بارے میں اندازے لگا رہی تھیں۔ دل چاہا کہ دروازہ کھول کر باہر بھاگ جاؤں کہ کس طلسم خانے میں آ پھنسا۔ روپ متی اور دوسرے لوگ تو جا چکے تھے اور مجھے اس عذاب میں گرفتار کر گئے تھے۔ کیا کروں ..... کیا کروں ..... یا تو لاپرواہ ہو کر آنکھیں بند کر لوں اور گہری نیند سو جاؤں زیادہ سے زیادہ میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے لیکن انسانی فطرت کے خلاف تھا۔ بھلا اس عالم میں نیند آ سکتی تھی۔ آہ کیسے اس طلسم خانے سے بھاگ جاؤں۔ اگر یہ چھوڑ کر چلا جاتا ہوں تو پروفیسر کے کام میں مداخلت ہوتی ہے۔ آخر یہ ہیں کیا چیز۔ اندازہ تو اس وقت ہو گیا تھا جب کالی چرن نے مجھے مشتبہ نگاہوں سے دیکھا تھا اور اس کے بعد میرے یہاں قیام کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ ڈیزائن لینے کا فیصلہ وہاں بھی ہو سکتا تھا اور یہاں بھی۔ لیکن اشارا میرے لئے کیا گیا تھا۔ گویا اب یہ طے شدہ بات تھی کہ پھر کوئی جال مجھ پر ڈالا جا رہا تھا۔ باغ میں سجے ہوئے مجسمے کے الفاظ یاد آ گئے۔ ''یہ کال نگر ہے کال نگر۔'' میں اس کی بات سے پوری طرح متفق ہو گیا۔ بستر پر بیٹھ کر نجانے کتنی دیر تک سوچتا رہا کہ اب کیا کروں۔ خاموشی سے بھاگ بھی سکتا تھا لیکن دل نے ڈھارس دی اور کہا کہ فرید اللہ دیکھ تو سہی آگے کیا ہوتا ہے' تیرا آج تک کسی نے کیا بگاڑ لیا جو اب بگاڑ لے گا۔ ذران مجسموں کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کھیل بھی دیکھ لے۔ ان تمام تصورات کے ساتھ ایک بار پھر نظر اس فریم پر ڈالی لیکن وہاں پر کوئی ایسا منظر نظر آتا تھا جو دل کو مٹھی میں جکڑ لیتا تھا۔ اس بار تصویر کا فریم خالی تھا۔ سب جا چکے تھے ..... سب جا چکے تھے' میرے حلق سے ایک ہذیانی سا قہقہہ نکل گیا۔ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اجازت ہو تو اب سو جاؤں۔'' ..... اور اس کے بعد میں نے بستر پر لیٹ کر کروٹ بدلی اور آنکھیں مضبوطی سے بھینچ لیں۔ غالباً کوئی ایسا عمل خود بخود ہو گیا تھا جس نے مجھے نیند کی آغوش میں پہنچا دیا اور نیند بھی پرسکون کہ صبح کو سورج کی روشنی ہی نے جگایا۔ کرنیں کمرے کے مختلف کونوں کھدروں سے رینگتی ہوئی اندر آ گئی تھیں اور مجھے دیکھ رہی تھیں۔ منتظر تھیں کہ میں اپنی جگہ سے اٹھوں اور زندگی کے پراسرار معاملات پھر سے جاری ہو جائیں پہلی شکل روپ متی ہی کی نظر آئی تھی۔

''جاگ گئے .....''

''ہاں روپ متی ..... تم ٹھیک ہو۔''

''خاک ٹھیک ہوں۔ تم میری کوئی بات مانتے نہیں ہو۔ سب میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔''

''میں کالی چرن سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور وہ چونک پڑی۔

''کیوں؟'' ''میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کب تک یہاں رہنا پڑے گا؟ میں جانا چاہتا ہوں۔''

''اوہ'' ..... اس نے گہری سانس لے کر کہا جیسے مطمئن ہو گئی ہو۔ پھر اس نے کہا

''کوئی جلدی ہے؟''

''ہاں جلدی ہے' میں جانا چاہتا ہوں۔''

''شوانی تو صبح ہی صبح کہیں گئی ہیں۔ کالی چرن بھی ان کے ساتھ ہی گئے ہیں ان سے پوچھے بنا تمہارا جانا اچھا نہیں ہوگا۔''

''تمہیں پتا ہے وہ کب تک آ جائیں گے؟''

''مالک نوکروں کو بتا کر نہیں جاتے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ شام تک ضرور آ جائیں گے۔ تم یہاں کسی گوشے میں بیٹھ کر اپنے من کی پوجا کرو۔ پجاری ..... ہونہہ۔''

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

"چلچلاتی دوپہر تھی۔ دھوپ حد سے زیادہ تیز۔ ماحول بڑا سنسان تھا دن کی روشنی میں ..... میں نے ان مجسموں کو دیکھا تھا چھو کر دیکھا تھا۔ سب کے سب انسانی ہاتھ کی تراش معلوم ہوتے تھے۔ کوئی شبہ نہیں تھا اس بات میں مگر پچھلی رات کی بات بھی وہم نہیں تھی۔ میں نے اس مجسمے کو بھی دیکھا تھا جو مجھ سے بولا تھا مگر وہ صرف پتھر کا تھا ..... میں دور تک نکل گیا۔ واقعی یہ عمارت بڑے وسیع احاطے میں تھی جگہ جگہ تعمیرات تھیں۔ سرخ پتھروں سے بنی ہوئی ایک عمارت کے پاس سے گزر رہا تھا۔ کہ ایک جھروکے سے آواز ابھری۔

"سنو ..... سنو! ارے۔ ادھر۔ ادھر"

میں رک گیا۔ یہ اندازہ فوراً ہوگیا تھا کہ آواز اس جھروکے سے آرہی ہے مگر جھروکا اونچا تھا۔ میں اس میں نہیں جھانک سکتا تھا۔"

"سیدھے چلتے ہوئے دائیں سمت مڑ جاؤ۔ دروازے سے اندر آجاؤ۔ وہ گہری نیند سو رہا ہے۔"

آواز پھر ابھری۔

"کون ہو تم ....."

"ڈرو مت ..... تمہارے جیسا انسان ہوں۔"

"یہاں کیا کر رہے ہو ....."

"ہمت کرو ..... اندر آجاؤ۔ ڈرو مت اس وقت کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آؤ جلدی کرو۔ آجاؤ۔"

"آرہا ہوں ..... تمہیں بھی دیکھ لوں۔" میں نے طنزیہ آواز میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔ اس کا کہنا ہے۔ آؤ جلدی کرو۔ آجاؤ۔"

اس کا کہنا درست تھا۔ آگے چل کر بائیں مڑا تو دروازہ نظر آ گیا اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے دھکا دیا تو کھل گیا۔ دوسری طرف ایک وسیع چبوترہ بنا ہوا تھا۔ اس کے تین طرف کمرے تھے۔ چبوترہ بھی سرخ پتھر سے بنا ہوا تھا۔ ان کے بیچوں بیچ پیپل کا درخت تھا جو باہر سے بھی نظر آتا تھا ایک گوشے میں پیپل کے سوکھے پتوں کے انبار لگے ہوئے

تھے۔ اور ان کے قریب جھاڑو بھی پڑی ہوئی تھی۔ وہ کمرہ بھی اس عمارت میں دائیں سمت کا ہوسکتا تھا۔ اختتامی اس کنڈی کو کھولا اور پھر آہستہ سے دروازے کے کواڑ کو دھکا دیا۔ چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ۔ دروازہ کھل گیا۔ اندر تاریکی نہیں تھی۔ روشندان سے دھوپ پڑ رہی تھی۔ دھوپ نے کمرے کو روشن کر دیا تھا۔ کمرہ چونکہ کسی قدر بلندی پر تھا اس لئے اس شخص نے مجھے دیکھ لیا تھا جسے میں باہر سے نہ دیکھ سکتا تھا وہ ایک توانا آدمی تھا۔ اچھے قد و قامت کا مالک تھا۔ مگر اس کے پیروں میں زنجیریں بندھی ہوئی تھیں ایک زنجیر کمر سے بھی بندھی ہوئی تھی اور یہ تمام زنجیریں موٹے آہنی کڑوں سے بندھی ہوئی تھیں۔

"کون ہو تم .....؟"

"اگر تمہاری آنکھوں میں روشنی ہے تو مجھے دیکھ لو۔ غور سے دیکھو کون ہوں میں؟" اس نے کہا۔

"میں تمہیں نہیں جانتا۔"

"نہیں جانتے ..... کیوں ....." وہ حیرت سے بولا۔ میں نے پھر اسے غور سے دیکھا اس کا حلیہ بہت خراب تھا۔ کپڑے چیتھڑوں کی شکل میں جھول رہے تھے۔ چہرے اور جسم کے دوسرے حصوں پر زخموں کے کھرنڈ تھے۔

"تمہاری بات کا کیا جواب دوں میں؟"

"بے وقوف ..... میں اس حویلی کا مالک ہوں ..... وکرم سنگھ دھاڑا....."

"کیا ....." میں اچھل پڑا۔

"اس نے مجھے بیمار مشہور کر دیا لوگ مجھے بیمار سمجھتے ہیں۔ بھگوان کی سوگند میں پاگل نہیں ہوں۔ میں تمہارا مہاراج ہوں۔ میں تمہارا مالک ہوں۔ سمجھے میں تمہارا ان داتا ہوں۔ میں تمہارا مالک ہوں ..... سمجھے"

"تم وکرم سنگھ ہو ..... مہارانی شوانی کے شوہر۔"

"ہاں ..... میں وہی بدنصیب ہوں۔ سنو میری مدد کرو ..... بس ایک بار ..... صرف ایک بار....." مجھے یہاں سے آزادی دلا دو جیون بھر تمہارا احسان مانوں گا۔ ارے بھائی ایک بار بس ایک بار اس کے لہجے میں بڑا درد تھا۔ وہ امید بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سمجھ میں آنے والی تو خیر کوئی بات نہیں تھی یہی نہیں یہاں آنے کے بعد جو کچھ دیکھا تھا ان میں سے دو ایک باتیں ہی سمجھ میں آئی ہوں تو آئی ہوں۔ ورنہ کچھ سمجھ نہیں پایا تھا۔ میں نے اس شخص کی کمر سے بندھی ہوئی زنجیر اور اس کے پیروں میں پڑی ہوئی زنجیروں کو دیکھا۔ موٹے موٹے لوہے کے کڑے تھے۔ جن میں انتہائی مضبوط زنجیریں باندھ کر انہیں دیواروں میں لگے ہوئے کڑوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ میں نے ان کڑوں اور زنجیروں کی مضبوطی کا اندازہ لگایا۔ چاروں طرف دیکھنے لگا کوئی ایسی چیز نہیں تھی جن سے ان کڑوں کو توڑنے کی کوشش کی جائے اور پھر یہ سب کچھ یہ سب کچھ ..... یعنی کہ سنگھ مہاراج یہاں پر قیدی تھے اور رانی شوانی ان کے نام پر شاندار محل میں راج کر رہی تھی' وہ عورت تو مجھے ایک نگاہ میں ہی پراسرار لگی تھی اور اب اس کے بعد جو واقعات پیش آئے تھے انہوں نے کوئی شک نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔

''مگر وکرم سنگھ مہاراج میرے پاس تمہاری ان زنجیروں کو توڑنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔''

''بھگوان کے لئے کچھ بھی کرو ..... جو تمہارا دل چاہے کرو بس مجھے آزادی دلا دو۔ مجھے اس قید سے آزادی دلا دو۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد اچانک اس کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے۔ اس کی نگاہیں میرے پیچھے کھلے دروازے کی جانب جم گئیں میں نے بھی تیز روشنی میں ایک سایہ محسوس کیا۔ پلٹ کر دیکھا تو حلق سے ایک دہشت بھری آواز نکل گئی۔ یہ بڑے لمبے چوڑے بدن کا مالک ایک گوریلا نما انسان تھا۔ جسے نہ گوریلا کہا جاسکتا تھا نہ انسان ..... چہرہ انسانوں جیسا ہی تھا لیکن پورے بدن پر لمبے لمبے بال اگے ہوئے تھے لباس بے شک پہنے ہوئے تھا لیکن یہ لباس بھی بس عجیب ہی قسم کا تھا۔ سرخ رنگ کا ایک بڑا سا جانگیہ جو کمرے کے پاس سے گھٹنوں تک اور بس آنکھیں بے حد خوفناک اور بے انتہا بڑی بڑی ..... ناک چپٹی ..... دھانہ بہت چھوٹا اس کی آنکھوں میں گہری سرخی چھائی ہوئی تھی۔ پھر وہ اپنے لمبے لمبے ہاتھ ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور میں ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے گھور کر مجھے دیکھا اور اس کے حلق سے خوفناک غراہٹیں نکلنے لگیں اور اس نے اپنی موٹی انگلی میرے سینے کی طرف اٹھاتے ہوئے دروازے کی جانب اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں باہر نکل

جاؤں میں خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا اور یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ یہ انوکھی مخلوق آخر ہے کیا چیز جب اس نے اپنے اشارے کا کوئی ردعمل مجھ پر نہ دیکھا تو اس کے حلق سے ایک وحشت ناک چنگھاڑ نکلی اور وہ اپنا سینہ پیٹنے لگا اس طرح وہ شدید غصے کا اظہار کر رہا تھا۔ وہ اچھلتا رہا اور پھر اپنا سر زمین سے ٹکرانے لگا۔ اپنے خونخوار نوکیلے دانتوں سے اس نے اپنا جسم کاٹنا شروع کر دیا اور میں نے اس کے بدن سے خون ابلتا ہوا دیکھا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس پر یہ کس قسم کا دورہ پڑا ہے لیکن ایک اندازہ میں نے ضرور لگا لیا تھا کہ وہ شدید غصے کے عالم میں مجھ سے باہر نکل جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ اور اسی غصے میں اپنی بوٹیاں چبا رہا تھا لیکن شاید وہ انسانوں کی طرح بول نہیں سکتا تھا۔ انداز گونگوں کا سا تھا۔ ہوسکتا ہے وہ گونگا ہی ہو پھر میں نے وکرم سنگھ کی جانب نگاہیں اٹھائیں اس کے چہرے پر مایوسی چھائی ہوئی تھی اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا

''دیر کر دی تم نے ..... دیر کر دی تم نے ..... یہ تم سے کچھ نہیں کہہ رہا لیکن تمہارے جانے کے بعد میرے ساتھ جو کچھ ہوگا وہ بہت برا ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ اس نے تم پر حملہ کیوں نہیں کیا یا اپنا غصہ کیوں ضبط کر رہا ہے۔''

''یہ ہے کیا چیز ..... کیا یہ گونگا ہے۔''

''ہاں'' ''مگر کون ہے یہ مجھے اس کے بارے میں کچھ بتاؤ تو سہی یہ انسان ہے یا جانور؟ واقعی میں اس کی کوئی صحیح شناخت نہیں کر پا رہا۔''

''آہ ..... یہ تو بیر ہے لیکن تم ایک بے وقوف انسان ہو پہلی بار کوئی یہاں تک پہنچا لیکن کچھ کر نہیں سکا۔ جاؤ باہر جاؤ۔ چلے جاؤ سب کچھ بے کار ہے ہاں اگر کچھ کرسکو تو دوبارہ مجھ مظلوم کی طرف رجوع ضرور کرنا لوگوں کو میرے بارے میں بتا دینا ان سے کہہ دینا کہ ..... تمہارا وکرم سنگھ ..... ابھی اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے کہ اچانک وہ وحشی ہولناک آواز میں چیخا یہ آواز اس کمرے میں اس طرح گونجی تھی کہ کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے اس کے بعد اس نے وکرم سنگھ کی طرف چھلانگ لگائی اور وکرم سنگھ پیچھے ہٹ گئے لیکن وہ وکرم سنگھ کے قریب نہیں پہنچا تھا وہاں پہنچ کر وہ رکا اور میری جانب مڑا اور پھر دروازے کی جانب رخ کر کے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ اگر میں نے اب بھی باہر کی جانب قدم نہ اٹھائے تو شاید وہ مجھے اٹھا کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

باہر پھینک دے۔ یہ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن میں کوئی احمقانہ عمل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اس انوکھی چیز سے خود خوف زدہ تھا پھر بھلا اس سے مقابلہ کیا کرتا میں نے دروازے کی جانب قدم بڑھا دیئے اور تیزی سے باہر نکل آیا باہر کا منظر وہی تھا چلچلاتی دھوپ سنسان اور ویران راستے وہ میرے پیچھے پیچھے آیا تھا۔ میرے باہر نکلتے ہی دروازہ بند کر دیا تھا جب کہ وکرم سنگھ کے کمرے کا دروازہ وہ پہلے ہی بند کر آیا تھا۔ میں ایک لمحہ کھڑا اس بند دروازے کو دیکھتا رہا پھر گردن جھٹک کر وہاں سے آگے بڑھ گیا بھلا کسی کے پھڈے میں اس طرح ٹانگ تو نہیں اڑا سکتا تھا۔ کوئی بات تو سمجھ میں آئے۔

پروفیسر کمال کی چیز ہونجانے کونسی دنیا میں مجھے بھیج دیا یہ تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس دور کی کہانی ہی نہ ہو۔ سب کا سب بڑا تعجب خیز ناقابل یقین کوئی بات جو سمجھ میں آرہی ہو۔ وہاں سے واپس پلٹنا اور گھومنا پھرنا بے کار سمجھ کر اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔ دیر تک گزرے ہوئے لمحات کے بارے میں سوچتا رہا اور اس کے سوا اور کوئی اندازہ نہیں لگا سکا کہ شوانی انتہائی خطرناک عورت ہے۔ پروفیسر نے مجھے اس کے پاس کیوں بھیجا ہے۔ کیا چاہتا ہے وہ اور کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے اس نے خاص طور سے یہ ہندو ماحول جس میں میری گزر ممکن نہیں کہ میں نے تو ایسا کوئی ماحول دیکھا ہی نہیں تھا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا اور یہ سارے حالات میرے لئے اجنبی تھے۔ بہرحال میں نے خاموشی سے وقت گزارنا مناسب سمجھا۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ آج شام تک رانی نے وہ ڈیزائن مجھے نہیں دیئے تو میں یہاں سے واپس چلا جاؤں گا۔ رشید تو اس طرح غائب ہوگیا تھا جس طرح گدھے کے سر سے سینگ ..... لیکن بہرحال اپنی جان خطرے میں ڈالنا مناسب نہیں تھا۔ پروفیسر کو اگر مجھ سے کچھ کام تھا اور یہاں مجھ سے کچھ کام لینا چاہتا تھا تو کم از کم مجھے اس کی تفصیل ضرور بتانی چاہئے تھی لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ اس عمارت میں جہاں ہیریٹ اور لارا مجھے ملے تھے۔ وہاں بوڑھے پروفیسر نے مجھے کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی وہ ریسرچ کر رہا تھا میرے ذریعے پتہ نہیں یہ ریسرچ کیسی تھی۔ بہرحال میں ان سارے معاملات میں اس قدر دلچسپی لیتا رہا تھا کہ کوئی آخری فیصلہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ پھر شام ہوگئی۔ سورج کی قہر سامانی ختم ہوگئی اور جب سورج چھپا تو قیدی ہوائیں ختم ہوگئیں اور ماحول پر ایک فرحت انگیز کیفیت طاری ہوگئی۔ روپ متی

دوبارہ میرے پاس نہیں آئی تھی۔

اس واقعہ کے بعد سے مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مجھ سے روٹھ گئی ہو۔ بہرحال ساری باتیں اپنی جگہ پہلی بات تو یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر تھا روپ متی ہندو ہوتی یا مسلمان۔ میں ظاہر ہے تمام تر معلومات حاصل کئے بغیر کسی کی جانب اس طرح قدم بھی تو نہیں بڑھا سکتا تھا۔ شام کو جب میرے لئے کھانے پینے کی چیزیں آئیں اور میں کھانا کھانے میں مصروف ہوگیا تو کھانا لانے والے نے کہا۔

''آپ تیار رہیے دیوان جی نے کہا کہ کھانے سے فراغت کے بعد آپ کو رانی شوانی جی ..... سے ملنا ہے۔''

''شوانی جی آ گئیں؟''

''ہاں''

''ٹھیک ہے تم میرا ایک پیغام دے دو کہ میں فوراً ان سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے.....''

وہ چلا گیا تو میں نے جلدی جلدی کھانے سے فراغت حاصل کی اور انتظار کرنے لگا کہ رانی شوانی مجھے بلائے پھر کوئی شخص مجھے آتا ہوا نظر آیا اور میں نے اسے ایک لمحے میں پہچان لیا۔ یہ دیوان کالی چرن ہی تھا۔ وہی کالی چرن جو مجھے اب انسان سے زیادہ شیطان معلوم ہونے لگا تھا۔ اور جب سے میں نے اسے تصویر سے غائب ہوتے دیکھا تھا وہ اپنی منحوس صورت کے ساتھ میرے سامنے پہنچ گیا اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اس نے کہا۔

''آیئے رانی شوانی آپ کو ڈیزائن دینا چاہتی ہیں۔''

میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا وہ مجھ سے چند قدم آگے چل رہا تھا مختلف راہداریوں سے گزر کر وہ مجھے اس شاندار حویلی کے اندرونی حصے میں لے گیا اور ایک بڑے سے دروازے کو کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ انتہائی شاندار فرنیچر سے آراستہ کمرہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ شوانی نہایت قیمتی اور چوڑی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر ایک انتہائی قیمتی ساڑھی تھی۔ اور چہرے پر رانیوں جیسی تمکنت ..... اس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آؤ ..... رک کیوں گئے کیوں کالی چرن ہمارے مہمان کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"میں نے کوشش تو یہی کی ہے شوانی جی کہ آپ کے مہمان کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔" کالی چرن کے لہجے میں ایک طنز چھپا ہوا تھا۔

"ان کی خاطر مدارت بھی کی؟" رانی نے سوال کیا۔

"ہاں ..... مگر روپ متی کہتی ہے کہ اس کا روپ ان کو پسند نہیں آیا۔"

"تم بے وقوف ہو۔ کالی چرن تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ہمارے مہاراج دین دھرم کے رسیا ہیں اور دین دھرم سے آگے پیچھے کچھ نہیں کرتے ان کا من لبھانے کے لئے تو بڑے جتن کرنا ہوں گے کیوں ہم نے غلط تو نہیں کہا۔ مہاراج؟

"آپ ٹھیک کہتی ہیں رانی شوانی جی ..... میرا دین میرا دھرم مجھے کچھ رکاوٹوں کے بارے میں بتاتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"اصل میں تم صرف ساڑھی والے نہیں ہو۔ ہم نے جب پہلی نظر میں تمہیں دیکھا تو ہمیں اندازہ ہوگیا تھا کہ کوئی ایسی چیز تمہارے پاس ضرور ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آرہی۔ یقینی بات ہے کہ تمہارے پاس کوئی گیان ہے اور تم کسی گیان سے تعلق رکھتے ہو۔"

"کیسا گیان ..... میں نہیں جانتا آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" "حالانکہ تم ایک مسلمان ساڑھی والے کے ہاں نوکری کر رہے ہو اور روپ بھی مسلمانوں جیسا بنا رکھا ہے اور تمہارا گیان ہماری سمجھ میں نہیں آتا وہ کونسی شکتی ہے تمہارے پاس، جسے ہم نہیں سمجھ پا رہے تم کالی کے داس تو نہیں ہو پھر سب کیا ہے تمہارے ساتھ؟"

"کالی کا داس تو میں کبھی ہو بھی نہیں سکتا ..... رانی جی ..... کیونکہ میرا نام فرید اللہ اور اللہ کے فضل سے میں مسلمان ہوں۔"

"ہوں ..... چلئے ٹھیک ہے دیکھئے ہم آپ کو یہ ڈیزائن دکھا رہے ہیں اور ایسے ہمیں بہت سارے کپڑے بنوانے ہیں جن پر ڈیزائن موجود ہو۔"

"ٹھیک ہے رانی جی آپ یہ مجھے دے دیں۔"

میں نے وہ چادر لیتے ہوئے کہا جس پر کچھ ڈیزائن بنے ہوئے تھے۔"

"یہ تو ہم آپ کو دے دیں گے اس کے بدلے آپ ہمیں کیا دیں گے۔" شوانی نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہ ڈیزائن آپ کو ان چادروں کے ساتھ واپس مل جائے گا جو آپ بنوانا چاہتی ہیں۔"

"ہوں ..... تو اس طرح آپ ہمارے قابو میں نہیں آئیں گے ..... چلئے ٹھیک ہے نہ کالی چرن آپ کا کچھ بگاڑ سکا نہ ہماری خاص داسی روپ متی آپ کو اپنے طرف مائل کرسکی تو آپ اب ہمارے مہاراج سے مل لیجئے۔

دھرم دھرماتما مہان آتما ..... دھن راج مہاراج ایسے دھن راج مہاراج کمرے میں بنے ہوئے دوسرے دروازے سے ایک انتہائی بھیانک شکل کا بوڑھا آدمی باہر نکلا۔ اس کا اوپری بدن ننگا تھا دھوتی باندھے ہوئے تھا گردن میں باریک باریک سانپ لپٹے ہوئے تھے اور کالے رنگ کی کیچڑ سے بدبو کے بھبھکے اٹھ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی کسی گٹر سے نکل کر آیا ہو۔ میں نے نفرت بھری نگاہوں سے دھن راج کو دیکھا اور دھن راج نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کون ہے یہ ..... اس سے کہو کہ ہمیں پرنام کرے۔"

میں مضحکہ خیز نگاہوں سے اس کو دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"رانی جی ..... اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ میں اسے پرنام نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں ہندو نہیں مسلمان ہوں۔"

"دھن راج مہاراج" اس کا نام فرید اللہ ہے۔" "مگر اس کے بدن سے تو ہماری بدبو آرہی ہے۔ کالی داس نہیں ہے کیا یہ؟" ..... دھن راج نے کہا۔

اور میں ہنس پڑا میں نے کہا۔ "یہ کالی بلی میرے سامنے مت کہنا دھن راج جی ..... میں ان باتوں کو پسند نہیں کرتا۔

میرے ان الفاظ پر دھن راج نے آنکھیں بند کرلیں اور میں نے اس کی گردن میں پڑے باریک باریک سانپوں کے بل کھلتے دیکھے ان میں سے دو دو سانپ اس کے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناک کے نتھنوں میں گھسنے لگے باقی دو کانوں کی طرف بڑھ گئے اور کانوں کے سوراخ میں گم ہوتے جا رہے تھے اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اتنے سارے سانپ غائب ہو گئے۔ میں حیران اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ رانی اور کالی چرن بدستور مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے وہ میرے چہرے سے میری کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ کچھ لمحات کے بعد دھن راج نے آنکھیں کھول دیں۔ خوفناک سرخ آنکھیں پھر اس نے منہ کھولا اور بے چین سانپ کلبلاتے ہوئے اس کے منہ سے باہر آنے لگے۔ کچھ رینگتے ہوئے ان کی گردن تک پہنچ گئے اور کچھ اس کوشش میں نیچے گر پڑے۔ دھن راج مہاراج نے انہیں اٹھا کر گردن میں ڈال دیا۔ پھر وہ مجھے گھورتے ہوئے بولے۔

''اب کیا کہتے ہو؟''

''کس سلسلے میں .....'' میں نے سوال کیا۔

دھن راج شوانی کی طرف دیکھنے لگا پھر بولا۔

''نہیں پتا چلتا شوانی ..... کچھ پتا نہیں چلتا۔ اس کا شروع اور آخر کچھ نہیں ہے ..... کچھ نہیں معلوم ہو رہا۔''

اپنے بارے میں دھن راج مہاراج کو پوری تفصیل بتا دو۔ فرید اللہ۔ کون سا علم ہے تمہارے پاس۔ کیا لے کر یہاں آئے ہو۔ کیا چاہتے ہو ..... کس کے اشارے پر یہاں پہنچے ہو۔ جس کے اشارے پر یہاں آئے ہو وہ تم سے کیا چاہتا ہے۔ کیا کہا ہے اس نے ہماری مہارانی شوانی کے بارے .....؟ یہ سب کچھ بتا دو۔''

''رانی ..... کیا ہو رہا ہے یہ تمہارے ساتھ .....؟ آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک معمولی سا سیلز مین ہوں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔''

''بتا دو دھن راج مہاراج کو کون سی طاقت تمہارے پاس ہے۔ یہ مت کہنا کہ کوئی طاقت نہیں ہے تمہارے پاس ..... ہم کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے لیکن کوئی برا من لے کر ہمارے پاس آتا ہے تو ہم اس کے بارے میں ضرور معلومات کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہمارے لئے ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے ..... میں واپس جا رہا ہوں۔ اب مجھے نہ آپ کے ڈیزائنوں سے کوئی دلچسپی ہے نہ میں آپ کے لئے کوئی کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے دروازے کی طرف قدم

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بڑھائے تو دھن راج ایک دم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''نہیں رک جا رک جا لڑکے۔'' اس نے گلے سے ایک سانپ اتار کر ہاتھ میں لے لیا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ سانپ کے ذریعے میرا راستہ روکنا چاہتا ہو۔ میں نے غصیلی آواز میں کہا۔

''میں جا رہا ہوں اور اب میں یہاں نہیں آؤں گا ..... سمجھے۔'' میں نے کہا اور اچانک ہی دھن راج نے سانپ مجھ پر اچھال دیا۔ سانپ میری گردن میں آ پڑا۔ بہرحال ..... میں نے خود کو کبھی ٹارزن نہیں کہا۔ تیجا نے میری جو حالت کر دی تھی اسے بھی میں نہیں بھولا تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اچانک ہی میرے دل میں ان پراسرار روحوں کو جاننے کی خواہش پیدا ہو گئی تھی۔ جو دنیا کی آنکھوں میں عجیب و غریب چیز ہوتے ہیں اور میں سوچنے لگا تھا کہ پروفیسر سے کم از کم ان چیزوں کے بارے میں ضرور سیکھوں گا جنہوں نے مجھ سے میرا گھر چھین لیا تھا۔ میرے ماں باپ کو دربدر کر دیا تھا اور اب مجھے کسی کا پتا نہیں تھا۔ میں ایک مفرور قاتل تھا جس کی تلاش میں پولیس نہ جانے کیا کیا کچھ کر رہی ہو۔ دنیا میرے لئے خطرناک جگہ تھی میرے پاس بچنے کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ راستہ یہ تھا کہ پراسرار علوم سیکھوں اور ان کے ذریعے اپنا بچاؤ کروں۔ ایک اور بڑی مجبوری تھی میرے ساتھ چنانچہ ہر طرح سے ایک یہ راستہ میرے سامنے آتا تھا اور وہ تھا پروفیسر کا راستہ۔ بشرطیکہ پروفیسر کوئی طاقتور چیز ثابت ہو اور میں اس کے تجربے کا شکار نہ ہو جاؤں۔ سانپ میری گردن میں آ پڑا تھا۔ اس سے خوفزدہ ہونا اور چھٹکارا پانے کی کوشش کرنا انسانی فطرت تھی۔ میں نے اسے مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ مگر اس نے دوسرا سانپ پھینکا جو میری کلائیوں میں آ پڑا جس نے میری دونوں کلائیوں پر بندش کر دی۔ میرے حلق سے دہشت بھری چیخیں نکل گئیں اور میں نے بدحواسی کے عالم میں دروازے کی طرف چھلانگ لگائی لیکن اور سانپ پھینک دیا گیا اور اس نے رسیوں کی طرح میرے پیروں کو بھی جکڑ لیا میں پوری قوت سے اوندھے منہ نیچے گرا۔ اور نیچے گر کر تڑپنے لگا۔ پیٹ میں تو خیر چوٹ لگی ہی تھی تھوڑی سی چوٹ منہ پر بھی لگی تھی لیکن میں اپنے آپ کو ان سانپوں کی گرفت سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا اور پوری قوت سے ان کی جسموں پر قائم کی ہوئی بندشوں سے نکلنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ لیکن گھناؤنی' چمکدار رسیوں نے مجھے ایسا جکڑا کہ میں ہل بھی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں سکا اور ادھر سے ادھر لڑھکنے لگا۔

دھن راج نے کچھ اور پھینکا اور گرد وغبار کا ایک بڑا سا طوفان میرے اردگرد چھا گیا۔ میری آنکھیں بند ہوگئیں اور جدوجہد رک گئی۔ پھر آہستہ آہستہ میرا بدن ساکت ہوگیا۔ مجھے کھانسی اٹھ رہی تھی۔ یہ گرد بہت عجیب ہی تھی میں نے سختی سے آنکھیں بھینچ لیں اور کھانستا رہا۔ کچھ دیر کے بعد احساس ہوا کہ گرد کم ہوگئی ہے۔

آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ دھندسی چھائی ہوئی تھی پھر وہ دھند بھی ہٹ گئی۔ ایک نگاہ میں ہی معلوم ہوگیا کہ منظر بدل گیا ہے۔ اب میرے سامنے شاید کوئی بھی نہیں ہے بلکہ ایک عجیب وغریب ویران سی جگہ تھی۔ سوکھے ہوئے پتوں سے بے نیاز درخت اگے ہوئے تھے۔ کچھ گز کے فاصلے پر بدنما چٹانوں اور پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ ایک اونچے ٹیلے کے دامن میں ایک سیاہ رنگ کا غار کا دہانہ منہ کھولے مجھے دیکھ رہا تھا۔ سانپ بدستور میری گردن سے لپٹے ہوئے تھے اور میں ان کی قید میں تھا۔ ان سانپوں سے مجھے وحشت بھی ہو رہی تھی۔ گھن بھی آ رہی تھی۔ بے چینی سے پورے بدن کا زور لگایا تو لڑھک گیا۔ تب ادھر کا منظر نظر آیا' وہ عجیب وغریب شکلیں تھیں۔ جو گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھیں اور ان سے کچھ فاصلے پر پتھر کے ایک ٹکڑے پر دھن راج پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوا تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اچانک ہی مجھے محسوس ہوا کہ دھن راج کے پیروں کے پاس ایک انسانی جسم اور پڑا ہوا ہے۔ مجھے ہوش میں دیکھ کر دھن راج اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا۔

''بات اصل میں یہ ہے مہاراج۔ کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے اس سے ہمیں یہ احساس ہوا کہ آپ کوئی انوکھی شکتی لے کر ہمارے بیچ آئے ہیں جو ہمیں سمجھ نہیں آ رہی۔ اس شکتی کے بارے میں پتا چلنا ضروری ہے۔ اصل میں آپ یہ دیکھ لیجئے کہ ہم اپنا ایک گھر بنائے ہوئے ہیں۔ اس گھر میں آپ یوں سمجھ لیجئے کہ صرف ہمارا راج ہے۔ ہم کسی ایسے انسان کو اپنے بیچ برداشت نہیں کر سکتے جو ہمارے اس طلسم کو توڑ دے۔ آپ کو بتانا پڑے گا کہ ہم آپ کو کیا کہہ کر پکاریں۔ کون سی شکتی ہے آپ کے پاس؟''

''تم شاید یہ بات مجھ سے کبھی نہ معلوم کر سکو۔'' مہاراج۔ کیا ''واقعی مسلمان ہو؟''

''ہاں بالکل۔ اللہ کے فضل سے''

''تو ایک بات بتاؤ مہاراج۔ آپ کے بدن سے یہ ہمارے اپنے جیسی خوشبو کیوں آتی ہے۔ ہمیں ایسا کیوں لگتا ہے جیسے آپ کہیں نہ کہیں ہم سے ملے ہوئے ہو' حالانکہ آپ دھرم دھرم ..... دھرم چیختے رہے ہو۔'' ''مجھے خوشی ہے دھن راج کہ تم کم از کم میرے مذہب پر یقین رکھتے ہو۔''

''کیوں نہیں ..... ہم اپنے دھرم پر یقین رکھتے ہیں تو آپ کے دھرم پر کیوں یقین نہیں رکھیں گے مہاراج ..... پر یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کی شکتی ہماری شکتی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم نے جو سانپ آپ کے بدن پر لپیٹے ہیں آپ کی شکتی ان سانپوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتی۔''

''خیر ..... میں نے تو کہا بھی نہیں ہے کہ میں کوئی طاقت رکھتا ہوں۔ لیکن تم اس قدر خوفزدہ کیوں ہو۔ دھن راج یا شوانی کو اس سے کیا خوف ہوسکتا ہے .....''

''بات تو وہیں آ جاتی ہے نا اگر تم اس بات کو تسلیم کرلو کہ تم کسی خاص مقصد کے تحت شوانی کے گھر آئے ہو یہاں آ کر کچھ کرنا چاہتے ہو تو الگ بات ہے۔ ہم تم سے ہر طرح کا تعاون کریں گے لیکن اگر تم چھپ کر کوئی وار کرنا چاہتے ہو تو ہمیں اس وار سے بچنا تو ہے نا۔''

''ہوں ..... بہرحال تم سے جو ہوسکتا ہے کرلو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں خواہ مخواہ تمہارے سامنے کوئی جھوٹ بولوں گا تو یہ تو ممکن نہیں ہے۔''

''ارے یہی تو ممکن ہے مہاراج اور ہمارا کام ہی کیا ہے۔ ان باتوں کو ممکن بنانا جنہیں سنسار والے ناممکن سمجھتے ہیں۔''

''مطلب کیا ہے تمہارا؟''

''صرف اتنا سا مطلب ہے مہاراج کہ تم ہمیں وہ بتاؤ گے جو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں اور بس ..... پھر ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔ پتا تو چل جائے کہ تم کون سی مخلوق سے ہو اور ہمارے ساتھ مل کر کیا کر سکتے ہو یا اگر تم شوانی کے خلاف کوئی کام کرنے آئے ہو تو ہم تمہیں سمجھائیں گے۔ روکیں گے اس بات سے کہ شوانی کے ساتھ بہت کچھ ہے۔ اسے نقصان پہنچانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ دیکھو ..... ادھر دیکھو وہ کون ہے اس نے بندھے ہوئے جسم کی طرف اشارہ کیا اور میری نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔ لیکن مجھے اندازہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ کون ہے ..... میں نے کہا ''مجھے نظر نہیں آ رہی شاید کوئی عورت ہی ہے وہ۔''

''روپ متی ہے ..... روپ متی..... کیا سمجھے ..... اور اسے جو ذمہ داری سونپی گئی تھی وہ یہ تھی کہ تمہارے بارے میں معلوم کر کے بتائے۔ شوانی کے مزاج کے بارے میں تم نہیں جانتے وہ کوئی ذمہ داری کسی کو سونپتی ہے تو اسے یہ بھی حکم دیتی ہے کہ وہ ذمہ داری اسے ہر قیمت پر پوری کرنی ہے۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو اصل میں اس کے بارے میں کہہ رہا تھا میں روپ متی کو جو ذمہ داری دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ تجھے اپنے روپ کے جال میں پھانس کر اپنے قبضے میں کر لے اس طرح کہ تو اسی کا دم بھرے اور اس کے بعد اپنے سے ہٹ کر شوانی کا داس بن جائے کیا سمجھا؟ روپ متی نے تجھے اس راستے پر نہیں ڈالا اور ناکام ہوگئی اب اس کے بعد دو کام کرنے تھے ایک تو روپ متی کو سزا دینی تھی دوسرے تجھے شوانی کے داسوں میں شامل کرنا تھا کیا سمجھا؟ وہ روپ متی پڑی ہوئی ہے تیرا کام بس اتنا ہے کہ اس کی گردن کاٹ اور اس کا خون چاٹ لے۔ یہ کام جب تو کر لے گا تو شوانی کا وہ مقصد پورا ہو جائے گا جس کے لئے اس نے تجھے منتخب کیا ہے۔

مجھے ایک دم غصہ آ گیا میں نے کہا۔ ''بے وقوف جادوگر! تو کیا سمجھتا ہے خود کو تیرے کہنے سے میں ایک انسانی جان لے سکتا ہوں اور وہ بھی ایک لڑکی کی جان جس سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ تو کون ہوتا ہے مجھے اس کام پر مجبور کرنے والا۔''

''میں تو کچھ نہیں ہوتا ..... جو ہوتا ہے وہ تجھ سے سنسار کا ہر کام کرا لے گا اور تو خوشی خوشی وہ کچھ کرے گا جو وہ چاہتا ہے۔''

''کون ہے وہ مجھے بھی بتا اس کے بارے میں۔''

''رانی مہارانی شوانی ..... کیا سمجھا؟''

''لعنت بھیجتا ہوں میں اس پر ..... رانی مہارانی پر اور دیکھتا ہوں کہ وہ کس طرح مجھے مجبور کرتی ہے تو اس کا کتا ہوگا میں نہیں کیا سمجھا.....؟

''جواب میں دھم راج ہنسنے لگا'' پھر بولا۔

''اس کا کتا تو بڑی عزت والا ہوتا ہے تو کیا جانے کہ اس کا کتا بن کر کیا ملتا ہے سمجھ رہا ہے نا اور اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے آگے بڑھ کر روپ متی

کو اٹھایا اور کندھے پر ڈال لیا شاید وہ بے ہوش تھی پھر ..... کچھ دیر کے بعد وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

میں بے بسی محسوس کر رہا تھا پھر میرے منہ سے ایک غصیلی آواز نکلی۔''

''اوہ ..... بھائی پروفیسر کس چکر میں ڈال دیا ہے تو نے یار مجھے اور اب کہاں مر گیا ہے۔ میں بے شک یہ کالے علم سے دلچسپی رکھتا ہوں انہیں سیکھنا چاہتا ہوں لیکن یہ سب کچھ بہت غلط ہے۔ مجھے اس سلسلے میں مدد کی ضرورت ہے ٹھیک ہے میں مانتا ہوں کہ شوانی کا یہ جادو نگر بڑی خطرناک جگہ ہے اور میرے اس جذبے کو تسکین دیتا ہے مگر یہ جو مصیبت میرے سر پڑی ہے اس سے بچت کا کیا طریقہ کار ہے دھن راج غائب ہوگیا تھا لیکن کچھ ہی لمحوں کے بعد میں نے پھر قدموں کی چاپ سنی۔ اور اس بار جو میرے قریب پہنچا وہ دیوان کالی چرن تھا۔ وہ چوروں کی طرح چلتا ہوا میرے پاس آ کر کھڑا ہوگیا اور مجھے دیکھنے لگا پھر وہ غصیلے لہجے میں بولا۔''

''کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنی ضد سے اپنا سب کچھ تباہ کر دیتے ہیں ارے پاگل مہارانی شوانی جن قوتوں کی مالک ہے اگر تو اس کا منظور نظر بن جاتا تو دنیا تیرے لئے کتنی آسان ہو جاتی تو نے سوچا بھی نہیں ہوگا کیا سمجھا؟''

''تیرا مطلب یہ تھا کالی چرن کہ میں وہ سب کچھ کر لیتا جو رانی شوانی چاہتی ہے۔''

''تیری جگہ اگر کوئی عقل مند ہوتا تو اب تک وہ سب کچھ حاصل کر چکا ہوتا جو ہر عقل مند کو کرنا چاہئے۔ مگر لگتا ہے کہ تیرا دین دھرم ہی تجھے مٹی میں لے جائے گا۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو کالی چرن۔''

''سیدھی سیدھی بات۔ رانی شوانی کی خواہش پوری کر دے جو کچھ وہ چاہتی ہے وہ کر۔ کاہے کا دین کاہے کا دھرم تو جانتا نہیں وہ درگا متی ہے اور درگا منڈل اس کے قبضے میں ہے۔''

''اور تم کون ہو؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں بھی اس کا داس ہوں۔ میں نے یہ سب کچھ تجھے اس لئے بتایا ہے کہ تو میری بات مان لے رانی کو قبضے میں رکھنا میرے اور تیرے دونوں کے لئے فائدے میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے کیا سمجھا۔ کتے کی دم کی طرح ٹیڑھا مت رہ تجھے بڑا موقع دیا گیا ہے اتنا موقع بھلا کسی اور کو نہیں ملتا کیا سمجھا' دھن راج اگر چاہتا تو تیرے بدن سے لپٹے ہوئے سارے ناگ تیرے بدن میں زہر ہی زہر بھر دیتے۔"

"اب یہ بتاؤ میں اس مصیبت سے کیسے نجات پا سکتا ہوں میں نے نرم لہجے میں کہا۔"

"یہ کام میں بھی کر سکتا ہوں کیونکہ دھن راج مہاراج نے مجھے اس کا طریقہ بتایا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تو میرا ساتھ دینے کا وعدہ کر۔"

"مجھے سوچنے کا موقع دو میں نے نرم لہجے میں کہا۔ اب چالاکی کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا یہ بات تو طے تھی کہ مجھے کسی قسم کا جادو نہیں آتا تھا وہ تو پروفیسر تھا جس نے مجھے یہ سب کچھ سکھا دیا تھا اور بقول اپنے مجھے ریسرچ آفیسر بنا دیا تھا لیکن اب ایسی بھی کیا ریسرچ کہ انسان مصیبت میں گرفتار ہو جائے اور اسے دیکھنے والا کوئی نہ ہو میرا پورا جسم سن ہو رہا تھا سانپوں نے جس طرح میرے پورے بدن میں بل ڈالے تھے میں ہی جانتا تھا کالی چرن مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔"

"تو سمجھ جائے گا ..... سمجھ جائے گا۔ ٹھیک ہے میں تجھے ان سانپوں سے آزاد کراتا ہوں۔ اور پھر واقعی اس نے سارے سانپ میرے جسم سے جدا کر دیئے اور مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ سانپوں نے مجھے اس طرح جکڑا ہوا تھا کہ دوران خون رک گیا تھا بدن کے وہ حصے سن ہو گئے تھے جہاں بندشیں تھیں کالی چرن نے مجھے بغلوں میں ہاتھ ڈال کر غار کی اس طرف گھسیٹا جو سامنے نظر آ رہا تھا ویسے کالی چرن بھی بہت طاقتور تھا وہ مجھے اندر لے گیا مجھے اپنی کمزوری پر غصہ آ رہا تھا۔ مگر پاؤں زمین پر ٹک نہیں رہے تھے۔ دھانے کی دوسری طرف ایک تنگ سرنگ تھی جو کافی لمبی لگ رہی تھی آہستہ آہستہ میرا خون بحال ہونے لگا تاہم جھنجلاہٹ برقرار تھی البتہ میں نے اپنا وزن کالی چرن پر ہی ڈالے رکھا تھا تاکہ وہ یہی سمجھے کہ میں مفلوج ہوں اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ دھوکے میں رکھ کر اس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کروں جس سے مجھے اس مصیبت سے رہائی ملے مگر یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے کیا نہیں کرنا چاہئے۔ پھر میں نے اپنے دل میں یہ بات سوچی کہ پروفیسر نے مجھے یہاں بے مقصد تو

نہیں بھیجا ہوگا۔ لازمی بات ہے کہ اس پراسرار اور سنگین ماحول میں مجھے کوئی ایسا ہی عمل کرنا ہے جو پروفیسر کی مرضی اور اس کی ہدایت کے مطابق ہو ویسے جس طرح مجھے ہیری اور لارا پہلے ملے تھے اسی طرح میں نے یہ سوچا تھا کہ ممکن ہے کوئی ایسی ہی مشکل پیش آ جائے تو وہ دونوں معمول کے مطابق مجھ تک پہنچ جائیں۔ دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ صورت حال میرے لئے کوئی سنگین صورت نہیں رکھتی اور پروفیسر نے فوری طور پر میرے لئے کوئی امداد بھیجنا مناسب نہیں سمجھا یا پھر پروفیسر بھی اس سلسلے میں چکر کھا گیا ہے یہی دونوں باتیں ہو سکتی تھیں۔ ایسی صورت میں اگر انسان کو کچھ حاصل کرنا ہوتا ہے تو تھوڑی سی خود اعتمادی بھی ضروری ہوتی ہے اور اس کے لئے مجھے صبر سے کام لینا چاہئے جلد بازی کہیں میری اپنی ذات کو ہی نقصان نہ پہنچا دے۔ بہرحال اس کالی اور لمبی سرنگ کے دوسرے دہانے پر سرخ روشنی نظر آئی بالکل یوں لگ رہا تھا جیسے آگ روشن ہو اس کا مطلب ہے کہ سرنگ کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ کالی چرن میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے اس سرنگ کے دوسرے دہانے سے اندر داخل ہو گیا۔ دوسری طرف بہت عظیم الشان غار تھا یوں لگتا تھا جیسے اندر سے سارا پہاڑ کھوکھلا ہو چکا ہو جگہ جگہ دیواروں میں چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ ایک طرف لکڑیاں سلگ رہی تھی اور ان سے آگ بلند ہو رہی تھی یہ سرخ روشنی اسی آگ کی تھی لیکن حیرانی کی بات یہ تھی کہ غار میں تپش کی بجائے ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی۔ ویسے پورے غار میں نجانے کیا کیا بکھرا ہوا تھا۔ انسانی جسموں کی ہڈیوں کے انبار لاتعداد کھوپڑیاں جو جگہ جگہ بکھری پڑی تھیں۔ میلے کچیلے پھٹے پرانے کپڑوں کے ڈھیر اور نجانے کیا کیا' کپڑوں کے اس ڈھیر کے عقب سے ایسی آواز ابھر رہی تھی جیسے کوئی بلی چیتھڑے کھا رہی ہو پھر ایک منمناتی ہوئی سی آواز ابھری۔"

"کون ہے ..... کہاں سے آیا ہے۔"

"تو خود دیکھ لینا مہا مکنڈی کالی چرن نے کہا۔"

میں رک گیا تھا پھر کالی چرن نے مجھے زمین پر بٹھایا اور خود جیسے کسی اہم کام سے ایک اور دھانے کی جانب چل پڑا۔ میری نگاہیں اس کا تعاقب کر رہی تھیں اور میں تیزی سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا چڑ چڑ کی وہ آواز اب بھی آ رہی تھی اور میرا دل لرز رہا تھا غار انتہائی ہولناک تھا اس کی بلندی ناقابل یقین تھی کیونکہ اس کی چھت تو نظر ہی نہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آرہی تھی۔ ابھرے ہوئے چٹانی پتھروں میں موٹے موٹے تاروں والے مکڑیوں کے جالے لٹکے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں مکڑیاں نظر نہیں آتی تھیں پھر یہ آواز نجانے کہاں سے آرہی ہے اچانک مجھے یوں لگا جیسے کوئی چیز گھسیٹی جا رہی ہو اور اس کے بعد کپڑوں کے ڈھیر سے ایک ہولناک وجود باہر نکالا آہ..... اس وقت جو میرے دل کی کیفیت تھی شاید میں اسے الفاظ میں بیان نہ کرسکوں۔ ایک چٹانی کوہان کے پیچھے سے جو جسم برآمد ہوا وہ ایک انتہائی تن و من انسانی جسم تھا کسی عورت کا جسم جو عقب سے میری نگاہوں کے سامنے آئی تھی۔ یہ عورت گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے کسی شے کو گھسیٹ رہی ہو۔ پھر اس کا پورا بدن باہر نکل آیا اور وہ ہولناک منظر میری نگاہوں کے سامنے نمایاں ہوگیا تھا جسے دیکھ کر دل کی دھڑکنیں بند ہوجائیں بھیانک شکل کی خوفناک عورت جس چیز کو گھسیٹ رہی تھی وہ بھی ایک انسانی جسم ہی تھا کسی عورت کا جسم جو خون میں نہایا ہوا تھا۔ خونخوار عورت کے لئے سیاہ بالوں نے دوسرے جسم کا کچھ حصہ ڈھکا ہوا تھا خود اس کا اپنا چہرہ بھی بالوں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ بلی کی طرح دونوں ہاتھوں اور پیروں سے بل پیچھے کی طرف کھسک رہی تھی اور یقینی طور پر اس نے مردہ جسم کو دانتوں میں دبوچا ہوا تھا۔ میرا سانس رک گیا۔ سیاہ رنگ کی ہولناک بلا اپنے کام سے فارغ ہوکر ایک جگہ سیدھی ہوگئی پھر اس نے انسانوں کی طرح بالوں کو زور سے جھٹکا اور انہیں اپنے ہاتھوں سے سنوارنے لگی۔ بالوں کے پیچھے ہٹنے سے اس کا چہرہ نمایاں ہوگیا۔ خدا کی پناہ کتنا بھیانک چہرہ تھا یہ نقوش تو انسانوں جیسے ہی تھے اور رنگ کالا سیاہ تھا لیکن یہ نقوش میرے دل و دماغ میں ایسی جھنجھناہٹ ہوئی کہ اگر میں مضبوط اعصاب کا مالک نہ ہوتا تو شاید دماغی توازن ہی کھو بیٹھتا یہ بھیانک صورت شوانی کی تھی لیکن اس وقت شوانی کا حلیہ اور رنگ اس کی اصلی شخصیت سے بالکل مختلف تھا۔ البتہ نقوش مختلف نہیں تھے اس کے سیاہ چہرے پر جگہ جگہ خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے اور اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں سفیدی نمایاں تھی۔ کالی پتلیوں کی جگہ ایک سیدھی سبز روشن لکیر نظر آرہی تھی۔ تیز سبز روشن لکیر' ہونٹ گہرے سرخ ہو رہے تھے اور جگہ جگہ خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ اس نے شاید مجھے نہیں دیکھا اور اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ میں یہاں موجود ہوں چنانچہ وہ دونوں ہاتھ اور گھٹنوں کے بل جھک کر منہ سے انسانی بدن کو ٹٹولنے لگی اور اسے جگہ جگہ سے سونگھ رہی تھی۔ پھر

اچانک اس نے ایک غراہٹ جیسی آواز نکالی اور مردہ جسم کے سینے میں دانت گاڑھ دیئے اپنے ہاتھوں پر اپنے جسم کا وزن سنبھال کر وہ لاش کا سینہ کھول رہی تھی اور اس پر دانتوں کی قوت صرف کر رہی تھی اس کے منہ سے خوفناک غراہٹیں نکل رہی تھیں۔ پھر شاید وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی البتہ اس کوشش میں اس کا چہرہ میری جانب ہوا اور لاش کا چہرہ بھی میری جانب ہوگیا۔ لاش کی گردن شاید پہلے چبا ڈالی گئی تھی مگر چہرہ محفوظ تھا اور گردن کے ساتھ کھال کے کسی ٹکڑے سے جڑے ہوئے جھول رہا تھا میں نے اسے دیکھا اور میرے حلق سے ایک دم ایک دلخراش چیخ نکل گئی یہ وہ لڑکی تھی جو رشید کے ساتھ مجھے نظر آئی تھی۔ جو بھوکی تھی اور بھوکی ہی بھاگ گئی تھی۔ وہی معصوم لڑکی جو املی کے درخت پر چھپی ہوئی تھی اور بھوک سے بے تاب ہوکر کھڑکی کے راستے اندر آئی تھی۔ اسے اپنی زندگی کا خطرہ تھا اسے اپنی جان کا خوف تھا اور وہی ہوا اس نے کچھ اس طرح کے الفاظ ادا کئے تھے کہ میرے کانوں میں اب بھی وہ الفاظ گونج رہے تھے بہرحال میری چیخ کی آواز سے لاش پر لپٹی ہوئی شوانی نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اس کے منہ سے خون ٹپک رہا تھا پھر اس کے نوکیلے دانت کسی بلی ہی کی طرح باہر نکلے۔ یہ دانت بھی خون میں ڈوبے ہوئے تھے وہ مجھے دیکھ کر غراتی رہی اور پھر دوبارہ جھک کر اس نے لاش کے سینے میں سر ڈال دیا اپنے دانتوں سے اس نے روپ متی کے جسم میں سے کسی چیز کو جھٹکا دیا اور اس کا کلیجہ' دل اور پھیپڑوں کے ساتھ باہر نکال لیا۔ مجھ پر ایک وحشیانہ جنون سوار ہوگیا۔ میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا پھر ایک انسانی پاؤں کی سوکھی ہوئی ہڈی مجھے کچھ فاصلے پر نظر آئی میں نے اسے اٹھا کر گھمایا اور پوری قوت سے شوانی نے کلیجہ دانتوں میں لے کر ایک لمبی چھلانگ لگائی اور ایک چٹان پر جا چڑھی میں نے دوسری ہڈی اٹھائی اور اس پر ماری تو شوانی نے اس چٹان سے بھی دوسری چٹان پر چھلانگ لگا دی پھر دوسرے سے تیسری اور پھر کافی اوپر ایک دیوار پر نکلی چٹان پر جا بیٹھی یہ چھلانگیں نپی تلی اور مہارت سے بھرپور تھیں وہ اس وقت بالکل ایک کالی بلی لگ رہی تھی۔ انسان کا اس سے خوفناک روپ کبھی کسی نے تصور بھی نہ کیا ہوگا جو میں دیکھ رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ پھر جھک کر بیٹھ گئی چند لمحات اپنی سیدھی سیدھی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور میری طرف سے مزید کوئی تحریک نہ پاکر کلیجہ اسی طرح چبڑ چبڑ کرکے چبانے لگی۔ مگر میرے غصے کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔"

"کمینی کتیا ...... تو نے اس لڑکی کو مار دیا میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ایک بار پھر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر لاپرواہی سے جھک کر کلیجہ چبانے لگی۔

میں بے بسی سے اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ روپ متی کا ادھڑا ہوا جسم میرے سامنے پڑا ہوا تھا۔ اچانک میں نے آگے بڑھ کر ایک کھوپڑی اٹھائی اور اس پر نشانہ لگانے لگا میرے کھوپڑی اٹھاتے ہی وہ پھر سنبھل گئی تھی وہاں پر سے اس نے ایک اور چٹان پر چھلانگ لگا دی بالکل بلیوں جیسا انداز تھا اس نے اس چٹان پر کھوپڑی پھینکی تو وہ نیچے کود گئی لیکن وہ مجھ پر حملہ نہیں کر رہی تھی بس رک رک کر غرا رہی تھی دانت نکال رہی تھی اور میں دیوانوں کی طرح مسلسل اس پر ہڈیاں پھینک رہا تھا۔ وہ ادھر سے ادھر بھاگتی رہی اور پھر اس نے ایک بار بڑی زور سے چیخ ماری اسی وقت دروازے سے کالی چرن اور دھن راج اندر داخل ہوگئے۔ دھن راج غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ارے ...... ارے ...... یہ کیا کر رہا ہے تو؟ ...... اس بار ہڈی میں نے دھن راج پر دے ماری تھی وہ میرے اس وار کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہڈی اس کے سر پر لگی وہ چکرا گیا دوسرے لمحے وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا تھا کالی چرن نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔"

"کتے کے بچے تیری موت آ گئی ہے۔ یہ تو نے کیا کیا؟ میں نے دوسری ہڈی اٹھا کر کالی چرن کو نشانہ بنایا اور وہ جلدی سے بیٹھ گیا اور وہ ہڈی اس کے شانے کے پاس سے نکل گئی تھی لیکن اسی وقت عقب سے ایک خوفناک غراہٹ کے ساتھ شوانی مجھ پر آ پڑی وہ زبردست تن و توش کی مالک تھی اس لئے میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ میرا سر زمین پر لگا اور آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ میں نے اپنے چہرے کے بالکل سامنے خون میں ڈوبی ہوئی شوانی کا چہرہ دیکھا جس کے خون آلودہ دانت باہر نکلے ہوئے تھے مجھ سے صرف چند انچ کے فاصلے پر اس نے میرے بال پکڑے اور پوری قوت سے میرا سر زمین پر دے مارا۔ دوسری چوٹ نے میرا ذہن تاریکیوں میں ڈبو دیا تھا۔ اور مجھے اس کے بعد کوئی ہوش نہیں رہا تھا۔ البتہ جب دوبارہ ہوش آیا تو ماحول بدلا ہوا تھا۔ خوبصورت کمرہ، نرم بستر، شفاف ماحول اور سب سے زیادہ دلکش چیز وہ دو لڑکیاں جن کے چہرے بڑے

شگفتہ تھے اور جن کی آنکھوں میں زندگی جاگ رہی تھی جاگ گئے ایک نے دوسری سے سرگوشی کی اور وحشت زدہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔" پھر میں نے کہا۔ "کون ہو تم"

"پوجا" "راگنی" دونوں نے اپنا نام بتایا۔

"یہاں کیا کر رہی ہو۔"

"آپ کی داسیاں ہیں ...... ناشتہ کریں گے؟"

"یہ کونسی جگہ ہے؟" "مہاراج وکرم سنگھ کا وکرم ویلاس کیوں؟"

"شوانی کہاں ہے" میں نے کہا اور وہ دونوں چونک پڑیں پھر انہوں نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا اور بولی۔" رانی جی۔ ویلاس میں ہیں۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" "آپ کا سندیسہ دے دیں گے مہاراج لیکن"

"لیکن کیا"

"یہاں کوئی رانی جی کا نام اس طرح نہیں لیتا" "جیسے آپ نے لیا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔"

"جی ...... ناشتہ لگا دیں آپ کے لئے۔"

"نہیں ...... یہاں سے دفع ہو جاؤ ...... میں نے غرا کر کہا اور ان دونوں کے چہرے کی شگفتگی رخصت ہوگئی ان میں سے ایک نے دوسری کو دھکیلا۔ دوسری پہلے ہی دروازے کی طرف کھسکنے لگی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں اور میں خونی نظروں سے پورے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ سر کے پچھلے حصے میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ جہاں چوٹ لگی تھی ہاتھ وہاں پہنچ گیا سر کے اوپر ایک اور سر ابھرا ہوا تھا۔ اسے سہلاتا رہا اور میرا غصہ بڑھتا رہا پھر میں نیچے اتر کر دروازے کی طرف بڑھا اور یہ دیکھ کر میرا پارہ چڑھ گیا کہ دروازہ باہر سے بند تھا۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "دروازہ کھولو ...... میں کہتا ہوں دروازہ کھولو۔ لیکن کوئی آواز نہیں سنائی دی میرا جنون بڑھنے لگا اور جب میری آواز کا مجھے کوئی جواب نہیں ملا تو میں کمرے میں موجود ہر شے کو تباہ و برباد کرنے لگا۔ چھت پر لٹکے ہوئے قیمتی فانوس چور چور ہوگئے۔ دیواروں پر لگی ہوئی تصویریں ایک دوسرے سے ٹکرا کر پھٹ گئیں۔ میں نے کمرے کا حلیہ اس طرح بگاڑ دیا کہ وہ ایک کباڑ خانہ معلوم ہو لیکن کہیں سے کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ بہت دیر تک میں اس کمرے کو

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

برباد کرتا رہا مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو میں تھک کر ہار کر بیٹھ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں بہرحال بہت دیر ہوگئی اچانک ہی مجھے ویسی ہی کوئی آواز سنائی دی۔ جیسی ایک بار باہر پتھر کے مجسمے کے منہ سے نکلی تھی۔ میں نے وحشت زدہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ یہاں تو کوئی مجسمہ بھی نہیں تھا۔ کوئی کھڑکی یا روشن دان بھی نہیں تھا پھر یہ آواز کہاں سے آئی ہے۔ آواز دوبارہ سنائی دی اور میری نظر زمین پر پڑی یہاں تباہی پھیلاتے ہوئے میں نے دیوار سے چند تصویریں بھی پھینک دی تھی۔ انہیں پیروں سے روندا تھا۔ یہ شی شی کی آواز ایسی ہی ایک تصویر سے ابھری تھی اور یہ تصویر ایک بڑی بڑی مونچھوں والے شخص کی تھی۔ تصویر پھٹ گئی تھی لیکن اس کا چہرہ بچا ہوا تھا۔ مجھے تصویر کے ہونٹ ہلتے ہوئے محسوس ہوئے۔

''ادھر آ میرے پاس آ ..... اس نے کہا اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ میری حیرت زدہ نگاہیں اس بولتی تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا۔

''دیکھ ادھر دیوار میں ایک کڑا لٹکا ہوا ہے۔ میں نے اس کے اشارے پر ادھر دیکھا۔ واقعی وہاں ایک کڑا موجود تھا۔''

اسے زور سے کھینچ، تجھے باہر جانے کا راستہ مل جائے گا۔'' تصویر کے ہونٹوں سے آواز نکلی۔

میں نے حیرانی سے اس آواز کو سنا اور کڑے کے قریب پہنچ گیا۔ حالانکہ بہت عجیب بات تھی لیکن انہیں عجیب باتوں کے لئے تو میں نے اپنے آپ کو دربدر کیا تھا۔ کڑے کے پاس پہنچ کر میں نے اسے کھینچا تو کڑے کے ساتھ ہی ایک چکور سل کھنچی چلی آئی۔ حالانکہ پہلے دیوار میں کوئی نشان نہیں تھا۔ اس چکور سل کے پیچھے ایک تاریک خلا تھا۔ نجانے دوسری طرف کیا ہے میں نے دل میں سوچا کڑا چھوڑا تو دیکھا سل اپنی جگہ پہنچ گئی بہرحال باہر نکلنے کا راستہ مل گیا تھا اور جس طرح ملا تھا واقعی وہ ایک ناقابل یقین سی بات تھی۔ آخر کار میں اس خلا سے دوسری طرف پہنچ گیا۔ دوسری طرف بہت کشادہ جگہ تھی۔ لیکن میرے اندر داخل ہوتے ہی دیوار کا خلا بند ہوگیا تھا۔ اور اندر گہری تاریکی چھا گئی آگے جانے کا راستہ موجود تھا۔ اس لئے بغیر کسی پریشانی کے آگے میں نے قدم بڑھا دیئے ویسے بھی مجھے ایک عجیب سا جنون سوار تھا کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد راستہ روکا

لیکن داہنے ہاتھ سے راستہ ٹٹولنے پر اندازہ ہوا کہ اس طرف بھی ایک سرنگ نما جگہ ہے۔ چنانچہ اس طرف چل پڑا اور آگے جا کر یہ راستہ بھی ختم ہوگیا۔ میں نے ٹٹول کر دیواروں میں دیکھا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کروں۔ دیواروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کوئی چار فٹ کی بلندی پر اچانک ہاتھ رک گیا چھو کر محسوس کرنے والی حس نے بتایا کہ یہاں بھی ویسا ہی کڑا لگا ہوا ہے جلدی سے اسے پکڑ کر زور لگایا تو تیزی روشنی ہوگئی یہاں بھی وہی خلا موجود تھا بہرحال میں دوسری طرف نکل آیا اور پچھلے راستے کی طرح ادھر آتے ہی دیوار پھر برابر ہوگئی مگر میں جس جگہ پہنچا وہ سرخ پتھروں سے بنی ہوئی دیواروں کا ایک وسیع و عریض کمرہ تھا۔ جس میں ایک چھوٹا سا مضبوط دروازہ لگا ہوا تھا۔ چھت کے قریب کئی روشن دان تھے اور ان میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ یکا یک مجھے ایک آواز سنائی دی۔''

کوئی ہے کیا؟ ارے بھائی کوئی ہے اگر ہے تو جواب دو۔''

میں نے چونک کر ادھر دیکھا روشن دان اتنے اونچے تھے میں ادھر جھانک نہیں سکتا تھا۔ آواز پھر ابھری۔''

''ارے کوئی ہے تو مجھ سے بات کرے ..... کون ہے؟''

''میں ہوں۔'' میں نے کہا ..... دوسری طرف چند لمحات کے لئے خاموشی چھا گئی پھر ایک آواز ابھری۔''

''کون ہو بھائی ..... میری مدد کرو۔ مجھے یہاں سے نکال دو تمہاری مہربانی ہوگی۔

بڑی حیرت ہوئی تھی بہت ہی حیرت ہوئی تھی مجھے اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ آواز وکرم سنگھ ہاڑا کی تھی تو کیا میں اس قید میں آ گیا ہوں۔''

''بھائی مدد کرو گے میری۔'' ''تم وکرم سنگھ ہاڑا ہو۔''

''ہاں'' ہاڑا ..... رنگ نگر کا حکمران میرے بھائی اگر تم میری مدد کر دو بہت انعام دوں گا تمہیں کہ تمہاری نسلیں آرام سے رہیں گی۔''

''وکرم سنگھ جی میں تو خود یہاں قیدی ہوں۔''

''قیدی۔'' ''ہاں ..... ایک بڑا کمرہ ہے اس میں ایک دروازہ اور کچھ روشن دان ہیں۔''

''اوہ! کیا تمہیں بھی باندھ کر رکھا ہے۔ میرا مطلب ہے تمہارے ہاتھ پاؤں آزاد

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہیں۔"

"ہاں میں آزاد ہوں۔"

"ارے بھائی تو دروازہ کھول کر دیکھو ..... دیکھو دروازہ کھلا تو نہیں ہے وکرم سنگھ نے کہا اور میں چونک پڑا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اسے کھول کر دیکھا مگر وہ باہر سے بند تھا۔ وکرم سنگھ کی بے چین آواز ابھری۔"

"کیا رہا کچھ پتہ چلا ..... دروازہ کھلا ہوا ہے کیا؟" وہ بہت بے چین نظر آ رہا تھا۔

میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں بند ہے۔" "واہ ..... اس کی آواز میں بے بسی تھی میں اس پر غور کرنے لگا کئی منٹ اس طرح گزر گئے لیکن ہاڑا کی آواز نہیں سنائی دی۔ میں نے پھر اسے پکارا۔

"وکرم سنگھ" "ہاں ..... میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

"وکرم سنگھ تم شوانی کے شوہر ہو نا .....

وکرم سنگھ ہاڑا۔ "شوہر شاید ایسا ہی ہے اچھا ایک بات بتاؤ تم کون ہو ..... تمہارا کیا نام ہے؟"

"میرا نام فرید اللہ ہے۔"

"مسلمان ہو؟"

"ہاں"

ایک بار پھر چند لمحوں کے لئے خاموشی طاری ہوگئی .....

میں نے پھر اسے آواز دی تو وہ بولا۔ "حیران ہو رہا ہوں تم پر ..... ارے بھائی اگر تم مسلمان ہو تو تم اس جنجال میں کیسے آ پہنچے۔ یہ تو کھیل ہی دوسرا ہے۔ کسی مسلمان کا ان واقعات سے کیا تعلق۔ کیا چکر چلا تھا کہ جوانی کی بھول کا شکار ہوگئے تھے۔ خیر اس کے علاوہ اور کوئی بات ہو بھی نہیں سکتی۔ وہ کم بخت ایسی ہی چالاک ہے اسے لوگوں کو جال میں پھنسانا آتا ہے۔"

"نہیں ایسا نہیں ہے مگر تم مجھے شوانی کے بارے میں بتاؤ۔"

"وہ بری آتما ہے جسے چاہے اپنی سندرتا کے جال میں پھانس لیتی ہے میرا تو خیال ہے کہ تم اس کے جال میں پھنس کر اس حال کو پہنچے ہو۔"

"نہیں وکرم سنگھ جی ..... بس میرے بارے میں یہ سوال نہ کرو تو اچھا ہے۔"

"خیر جو بات کوئی نہ بتانا چاہے اس کے لئے ضد نہیں کی جا سکتی ویسے مجھے تمہارے یہاں آنے پر حیرت ہوئی ہے۔"

"وکرم سنگھ ایک بات بتاؤ۔ تمہارے بدن میں یہ ساری زنجیریں کیوں باندھ دی گئی ہیں جب کہ تم ویسے بھی یہاں سے نہیں نکل سکتے۔ چند لمحات کے لئے پھر خاموشی چھا گئی پھر اس نے کہا۔"

"وکرم سنگھ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ وکرم سنگھ شیروں کا شیر ہے اور اس کی جسمانی قوتوں کو زیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے مجھے یہاں رکھ کر جو تکلیفیں دی ہیں اس کا خیال ہے اس طرح میرے بدن کی قوت ختم ہو جائے گی مگر کتنی آخر کار بھگونتا بھگونتا ہی رہے گا اور بھگونتا کو اچھی طرح جانتی ہے۔"

"بھگونتا یہ کون ہے۔" "بھگونتا کے بارے میں اگر تم باہر نکل کر معلومات کرو گے تو لوگ تمہیں بتائیں گے کہ بھگونتا کون ہے۔"

"مگر مجھے تم ہی بتا تو دو۔"

"میرے سورگ واش پتا روان سنگھ بہت بڑے جاگیردار تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی بڑے نامی گرامی پہلوان ان کو پہلوانی کا شوق تھا۔ مگر اس کا یہ شوق میری ماتا کو پسند نہیں تھا۔ مجھے بھی پتا جی کو دیکھ کر یہ شوق پیدا ہوا اور میں نے پہلوانی شروع کر دی۔ مگر وکرم سنگھ کے نام سے نہیں بھگونتا کے نام سے میں بھیس بدل کر کشتیاں لڑتا تھا اور میں نے آس پاس کے سارے علاقوں میں بھگونتا کے نام کی دھن بجا دی تھی۔ بڑے بڑے پہلوان پچھاڑ دیئے تھے میں نے۔ ماتا پتا مر گئے میری شادی ہوگئی مگر بھگونتا ..... بھگونتا ہی رہا۔ لوگ کبھی نہ جان پائے کہ وکرم سنگھ ہاڑا ہی بھگونتا پہلوان ہے مگر جانتی تھی تو وہ ..... ہائے کاش میں اس سے بھی یہ بات چھپا لیتا۔" "کون"

"وہی گندی آتما شوانی۔"

"شوانی تمہاری بیوی نہیں ہے۔"

"نہیں"

"تم نے تو کہا تھا کہ تمہاری شادی ہوگئی تھی۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہاں ..... وہ کوئی اور تھی اس کا نام سیتا تھا۔"

"اوہ" میں نے کہا .....

وکرم سنگھ ایک بار پھر خاموش ہوا تھا اور میں نے اسے آوازیں دی تھیں پھر مجھے یوں لگا تھا جیسے وہ رو رہا ہو۔ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہت وقت گزر گیا۔ میرے بار بار پکارنے کے باوجود وکرم سنگھ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا اور میں پریشانی سے سوچنے لگا کہ یہ کھیل تو بڑا لمبا ہوگیا ہے۔ دل ہی دل میں نے پروفیسر کو آواز دی اور کہا کہ پروفیسر یہ کس عذاب میں گرفتار کر دیا تم نے مجھے۔ یہاں تو میں بے بس ہوگیا ہوں اور کچھ بھی نہیں کر پا رہا پروفیسر کی کوئی آواز نہیں سنائی دی تو میں نے ہیرٹ اور لارا کو پکارا جس کے بارے میں پروفیسر نے کہا تھا کہ یہ دونوں میرے مددگار ہوں گے لیکن سب کچھ بے کار رہا اوراب میرے اندر خوف سا بے دار ہونے لگا تھا۔ یہ کیا عذاب شروع ہوگیا۔ اگر یہ کھیل لمبا ہوگیا تو میری زندگی کو خطرہ بھی پیش آ سکتا ہے۔ سب کچھ ختم ہوگیا تھا۔ رشید بھی بھاگ گیا تھا اور باقی اور کچھ بھی نہیں پتا نہیں یہاں میرا کیا ہونا تھا ..... کالی چرن اور رانی شوانی یہ سب کچھ بڑی مشکل چیزیں تھیں۔ میں اس سے کیسے نمٹ سکوں گا۔ اپنی اس قید میں بیٹھا میں یہی سوچ رہا تھا کہ زندگی میں جو واقعات پیش آئے ان میں میرا کتنا قصور تھا بس اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ میں نے املی والے بھوت سے خواہ مخواہ کی دشمنی مول لے لی تھی اگر تیجا سے یہ جھگڑا نہ پالتا تو یقینی طور پر آج سکون کی زندگی بسر کر رہا ہوتا۔ میرے ماں باپ تک دربدر نہ ہوگئے ہوتے۔ میں ایک مفرور قیدی نہ ہوتا لیکن اس ساری باتوں کے ساتھ ساتھ دل کے اندر ایک اور احساس بھی تھا وہ یہ کہ اگر واقعی مجھے پراسرار علوم پر دسترس حاصل ہو جائے تو میری زندگی بن سکتی ہے ایک بندر نچانے والے کا بیٹا ماحول کا حکمران بن سکتا ہے اس کے بعد اس بات کے امکانات بھی تھے کہ میں اپنے ماں باپ کو تلاش کرلوں ان سب لوگوں کو پالوں جو مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔ ایک لگن بھی تھی ایک احساس بھی تھا ایک خواہش بھی تھی اور اندر کی یہ تمام خواہش مجھے سنبھلنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ کچھ پانے کے لئے مشکلات کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے جو ان سے گھبرائے تو کچھ پانا ممکن نہ ہوگا۔ نجانے کتنی دیر اس طرح گزر گئی۔ میں نے اس دوران کئی بار وکرم سنگھ کو آوازیں دیں لیکن اس نے جواب نہیں دیا۔ پھر اچانک ہی مجھے یہ محسوس ہوا کہ جیسے دروازے پر کوئی موجود ہے میرا یہ

اندازہ درست تھا دروازہ کھلا اور مجھے وہی منحوس شکل نظر آئی۔ جسے میں نے پہلے بھی دیکھا تھا اس نے بڑا سا تھال اندر کھسکا دیا اس میں پھلوں کے انبار تھے تھال کے کھسکاتے ہی اس نے دروازہ پھرتی سے بند کردیا۔ یہ میرے لئے خوراک تھی اور جتنی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ شاید کئی دن کے لئے ہے۔ پھلوں کے علاوہ ناریل بھی تھے جو پانی کی ضرورت پورا کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ کہ اب مجھے کافی عرصہ کے لئے یہاں رہنا پڑے گا۔ بہرحال اس بھوک سے دیوانہ ہوئے جا رہا تھا چنانچہ پھلوں پر ٹوٹ پڑا پھل کھائے ناریل کا پانی پیا اور اس کے بعد زمین پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ پھر جب آنکھ کھلی تو اندھیرا چھا گیا تھا غالباً رات کا کوئی پہر تھا۔ سوچ کے علاوہ اور کیا ہوسکتا تھا میرے پاس صبر و سکون سے پھر آنکھیں بند کرلیں اور دوبارہ سوگیا۔ پھر جب جاگا تو سورج کی کرنیں دن نکل آنے کا پتہ دے رہی تھیں۔ میرے بدن پر ایک عجیب سی سستی تھی۔ چنانچہ میں نے ہلکی پھلکی ورزش کی۔ ابھی یہ ورزش کر ہی رہا تھا کہ دوسری طرف سے دیوار بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر وکرم سنگھ نے کہا۔

"جاگ گئے؟"

"ہاں"

"میں کئی بار دیوار بجا چکا ہوں۔"

"ہاں میں سو رہا تھا۔"

"کچھ کھایا .....؟"

"ہاں ..... پھل۔"

"پھل کون لایا تھا.....؟"

"وہی ..... وحشی دیوانہ"

"ٹھیک"۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا پھر بولا۔ "کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا ....."

"فرید اللہ؟"

"فرید کہہ لوں تمہیں؟"

"کیا حرج ہے۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"فرید..... مجھ سے باتیں کرو۔ بڑا دل چاہتا ہے کسی سے باتیں کرنے کو۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔"

"تم نے مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا فرید۔"

"میری کوئی کہانی ہی نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ ایک جگہ نوکری کرتا تھا۔ رانی شوانی کے لئے کپڑے لے کر آیا تھا۔ انہوں نے پہلے مجھے مہمان بنایا پھر قید کر دیا۔"

"کیا تم خوبصورت نوجوان ہو.....؟ کیا تم نے اس کا کوئی حکم ماننے سے انکار کر دیا ہے؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"کچھ تو ہوگا۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ کیا تم نے باغ کی سیر کی ہے؟"

"وہاں" "تم نے وہاں مجسمے بھی دیکھے ہوں گے۔"

"ہاں"

"تمہارا کیا خیال ہے ان مجسموں کے بارے میں.....؟"

"بڑے عجیب مجسمے ہیں مجھے یوں لگتا ہے جیسے وہ سب زندہ ہوں۔"

"ہاں ایسا ہی ہے۔"

"کیا مطلب .....؟"

"وہ سارے کے سارے انسان ہی ہیں۔ وہ پتھروں سے بنائے نہیں گئے بلکہ وہ شوانی کے غضب کا شکار ہیں۔ بس سمجھ لو کہ اپنی جوانی کی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ تم نہیں جانتے اسے ..... وہ چڑیل ہے۔ ڈائن ہے۔ انسانی خون پیتی ہے ..... انسانی گوشت کھاتی ہے نئے نئے منتر اور جاپ کرتی رہتی ہے۔ کالی طاقت حاصل کرنے میں مصروف رہتی ہے۔ تم نے کالی چرن اور دیوان کو دیکھا ہوگا۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"وہ تمہیں کیسا لگا.....؟"

"مطلب.....؟"

"وہ کتا ہے کتا..... کتا سمجھتے ہو؟"

"ہاں ..... کتا تو سمجھتا ہوں۔ لیکن دو پاؤں والا کتا کبھی نہیں دیکھا۔"

"دوست تھا وہ کمینہ میرا بچپن کا میرا وفادار دوست ..... اس نے میری منتیں کیں۔ مجھے بہت کچھ سمجھایا مگر میں نے نہ مانی اور اس نے ..... اس نے میرے لئے اپنی جان دے دی۔ مر گیا میرے ہاتھوں سے ..... آہ میرا دوست مر گیا میرے ہاتھوں سے وکرم سنگھ کی آواز بھرا گئی۔

"مر گیا ..... مگر وہ تو زندہ ہے۔"

"یہ کالی چرن نہیں ہے ..... یہ تو کالی شکتی کا بیر ہے۔ یہ تو کالی چرن کے بدن میں رہتا ہے اور شوانی" ..... وکرم سنگھ دھاڑا۔

میں پوری کہانی جاننا چاہتا ہوں میں نے کہا۔

"ہاں میرا من بھی چاہتا ہے کہ میں کسی کو اپنی کہانی سناؤں۔ بس یوں سمجھ لو کہ پتا جی زندہ تھے ماتا جی بھی زندہ تھیں میں ان کا اکیلا سپوت تھا۔ دونوں کی آنکھوں کا تارا جاگیریں بہت بڑی ہوگئی تھیں۔ بہت کچھ تھا ہمارے پاس ..... ہم رنگ نگر آ گئے۔ میرے من میں جوانی کا جوش تھا۔ عیش کرتا تھا پہلوانی کرتا تھا ماتا پتا نے میری دھرم پتنی سیتا کو دیکھا اور اسے پسند کرلیا۔ ماتا پتا کی مرضی سے شادی کرلی۔ میں اور سیتا ایسے زندگی گزارنے لگے۔ وہ دیوتا سمان تھی وفادار تھی مجھ پر جان دیتی تھی۔ صرف وہ تھی جسے میری پہلوانی کا شوق کا پتا چل گیا تھا۔ پر میرے منع کرنے پر اس نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ بھگوان نے ہمیں پانچ سال تک اولاد نہ دی۔ نہ اسے اس کی پرواہ تھی نہ مجھے ..... ایک بار میں نے ایک بہت بڑی کشتی جیتی اور اپنے دوست کالی چرن کے ساتھ واپس چل پڑا۔ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سخت دھوپ پڑ رہی تھی۔ گھوڑے پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ راستے میں پیپل کا ایک بہت بڑا درخت آیا تو ہم دونوں کا من مچل اٹھا میں نے کالی چرن سے کہا کہ یہاں رہیں گے۔ لیکن کالی چرن کے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے اس نے کہا۔

"یہاں رکنا خطرناک ہے۔ وکرم سنگھ مہاراج۔"

"کیوں .....؟" میں نے حیرانی سے پوچھا تو اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ اس علاقے کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں بھوت پریتوں کا راج ہے۔ سر کٹے اور چڑیلیں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہتی ہیں۔"

"کالی چرن کی بات پر میں ہنسنے لگا۔ ویسے میں نے بھی اس علاقے کے بارے میں کہانیاں سنی تھیں لیکن طاقت کے زور نے ہمیشہ اس کا مذاق اڑایا تھا۔ اس وقت بھی میں نے ہنس کر کالی چرن کا مذاق اڑایا اور اس بڑے پیپل کے درخت کے نیچے گھوڑا روک دیا۔ یہاں بڑی ٹھنڈک تھی۔ ہوا بالکل ٹھنڈی اور سست کر دینے والی تھی۔ گھوڑوں نے بھی گردنیں ڈال دیں۔ کالی چرن بھی خاموش ہوگیا ہم دونوں آرام کرنے لگے۔

"میں نے کہا۔" کالی چرن ..... بھوت پریت کہاں ہیں ..... مجھے تو نظر نہیں آرہے جبکہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کالی چرن نے خوفزدہ ہوکر کہا۔" "نہیں مہاراج ..... اس ٹیکا ٹیک دوپہری میں ان چیزوں کا نام بھی نہیں لیتے۔ اگر ان کا نام لیتے ہیں تو وہ قریب پہنچ جاتی ہیں۔"

"مگر میں تو ان کا انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

کالی چرن نے خوف سے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ ہم لوگ دیر تک بیٹھے رہے اور پھر اس کے بعد ہماری آنکھوں میں مدہم مدہم سی نیند آنے لگی اور ہم کچھ سست سے ہوگئے۔ لیکن اچانک ہی چھن چھن کی آواز ابھری۔ کالی چرن اچھل کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی گھگھی بندھ ہوگئی اس کے منہ سے وحشت بھری آواز نکلی۔

"آ گئی ..... مہاراج آ گئی۔"

"کون ....." میں نے حیرانی سے پوچھا مگر کالی چرن کے منہ سے آواز نہیں نکلی۔

میں نے گردن اٹھا کر دیکھا رنگین لباس میں ملبوس کوئی نوجوان لڑکی تھی۔ سر پر اوڑھنی اوڑھی ہوئی تھی لیکن چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے پیروں میں چاندی کے گھنگرو چھن چھن کر بج رہے تھے۔ چہرہ دھوپ سے تمتما رہا تھا۔ اور شکل آگ جیسی ہوگئی تھی۔ کالی چرن نے آہستہ سے کہا۔

"اس کے پاؤں تو سیدھے ہیں۔ چڑیل کے تو پاؤں پیچھے کی طرف ہوتے ہیں۔"

لڑکی نے ہمیں نہیں دیکھا تھا۔ ہم پیپل کے درخت کے دوسرے حصے میں تھے اور وہ سامنے سے آرہی تھی اور ہم نے اسے جھانک کر دیکھا تھا۔ آخر کار وہ درخت کے قریب پہنچ گئی اور زمین پر بیٹھ گئی پھر اس کے منہ سے مدہم سی آواز نکلی۔

"ہائے رام ..... کیسی گرمی ہو رہی ہے۔" وہ اپنی اوڑھنی کے پلو سے پنکھا جھلنے لگی اور ہم دونوں سانس روکے اسے دیکھتے رہے کچھ دیر بعد وہ پسینہ سکھاتی رہی پھر چھوٹے چھوٹے کنکر اٹھا کر پھینکنے لگی۔ کسی دور کے درخت پر کوئل کی آواز گونجی تو وہ بھی اپنے منہ سے کوئل کی آواز نکالنے لگی۔ پھر دونوں میں مقابلہ شروع ہوگیا وہ کوئل کی بولی بول کر ہنس رہی تھی۔ اور میں دیوانوں کی طرح اسے تک رہا تھا۔ ایسی حسین لڑکی میں نے جیون میں پہلی بار دیکھی تھی۔ اچانک ہی اس کے منہ سے نکلا۔ "کالی موٹی ..... تیرا پی ..... بھی نہیں ہے اور میرا بھی نہیں ہے۔ چل دونوں اپنے اپنے پی کو تلاش کریں۔"

نجانے مجھے کیا سوجھی میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے سامنے آ گیا۔ وہ گھبرا گئی اس نے سہمی سہمی کالی آنکھوں سے مجھے دیکھا مگر ان آنکھوں میں کچھ دیر کے بعد خوف کے ساتھ پسندیدگی کی کیفیت بھی ابھر آئی۔ اس وقت ہمیں دور سے ایک گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی اور پھر ہم نے سامنے دیکھا کہ ایک دیہاتی ہمارے دونوں گھوڑوں کی لگامیں ہاتھ میں پکڑے ادھر آرہا ہے۔ قریب آ کر اس نے کہا۔

"یہ آپ کے گھوڑے ہیں۔"

"ہاں ..... یہ کہاں سے پکڑے تم نے؟"

"ادھر ہماری کٹیا ہے یہ چرتے ہوئے ادھر نکل آئے تھے۔ ہم سمجھ گئے کہ کوئی مسافر ہیں جو پیپل کے درختوں تلے سوگئے ہیں سو ہم گھوڑوں کو لے کر ادھر آ گئے۔ اچانک ہی اس نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے ..... شوانی تیرا دماغ کبھی ٹھیک ہوگا یا نہیں۔ اس بھری دوپہر میں نکل بھاگی۔ میں کہتا ہوں کیا ہوگا تیرا؟"

وہ ہنسنے لگی۔ اس کے انداز میں شرارت تھی۔

گھوڑے لانے والا بولا۔

"لو مہاراج ..... اپنے گھوڑوں کو سنبھالو اور چل چنڈال کہیں کی۔ نقصان اٹھا جائے گی۔ لو لگ گئی تو مر کر ہی رہ جائے گی۔ وہ اسے دیکھ کر چل پڑا۔ اور میرے دل کی دنیا ڈانواں ڈول ہوگئی۔ میں اسے دیکھتا رہا اور پھر نجانے مجھے کیا سوجھی کہ میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا مجھے۔ لیکن بہرحال میں نے اس کا پیچھا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیا۔ کٹیا تھوڑے ہی فاصلے پر تھی اور وہ اس شخص کے ساتھ کٹیا میں چلی گئی تھی۔ بہرحال بعد میں پھر ادھر کا چکر لگانے لگا اور تھوڑی دیر میں میں نے شوانی اور اس کے چاچا کو اپنا دوست بنالیا۔ میں شوانی کی وجہ سے وہاں جاتا تھا اور شوانی مجھ سے خوب بے تکلف ہوگئی تھی۔ بہت وقت اس طرح گزر گیا کوئی سال بھر کے بعد جب میرے ماتا پتا مرگئے میرا زور دار جھگڑا میری پتنی سیتا سے ہوا اور سیتا کو شاید اس بات کا علم ہوگیا کہ میں شوانی سے ملتا ہوں۔ پتا نہیں کس نے اسے یہ ساری باتیں بتائیں تھیں۔ بہرحال ..... یہ چکر چلتا رہا اور ایک بار میں نے شوانی کے چاچا سے کہا کہ شوانی کے پھیرے مجھ سے کرا دے۔ اس کا چاچا تیار ہوگیا لیکن اس نے کہا کہ وہ جس دین دھرم سے وہ تعلق رکھتے ہیں اس میں پھیرے وغیرہ نہیں ہوتے۔ آپ ایسے اسے لے جائیں۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ میں شوانی کو اپنے گھر لے آیا۔ سیتا وغیرہ کو میں نے بتا دیا کہ وہ میری دوسری پتنی ہے۔ سیتا روئی پیٹی مگر بے بس تھی۔ آہستہ آہستہ محل پر شوانی کا راج ہونے لگا۔ کالی چرن ہمیشہ سیتا کا پاٹ لیتا تھا۔ کئی بار میں نے اسے ڈانٹا تھا لیکن وہ کہتا تھا کہ ایک دن شوانی مجھ پر مصیبت لائے گی۔ مجھے بہت برا لگتا تھا مگر دوستی کی خاطر خاموش ہو جاتا تھا پھر میرے گھر میں کچھ انوکھے واقعات ہونے لگے۔ مہینے دو مہینے میں ایک آدھ نوکرانی ختم ہو جاتی اور وہ بھی عجیب طریقے سے ..... اس کا بدن عجیب جانور کا کھایا ہوا ملتا تھا۔ بڑی پریشانی ہوگئی۔ اس طرح بہت سی نوکرانیاں ماری گئیں۔ ایک دن اکیلے میں کالی چرن نے ایک سادھو کو میرے سامنے پیش کیا اور کہا۔

''یہ مہاراج امرت رام ہیں۔''

''پھر میں کیا کروں۔'' پچھلے دنوں یہ میرے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔''

''کیا کام کرتے رہے ہیں۔''

''شوانی کے بارے میں معلومات'' کالی چرن نے کہا اور میں نے غصے سے کالی چرن کی طرف دیکھا وہ جلدی سے امرت لال سے بولا۔''

''آپ بتایئے امرت جی مہاراج۔'' ''سن تیرے محل میں ایک ڈائن آبسی ہے۔ وکرم سنگھ یہ جادوگرنیاں ہوتی ہیں جو خون پیتی ہیں انسانی گوشت کھاتی ہیں اور اپنے جاپ پورے کرتی ہیں جاپ پورے کرنے کے بعد بلیدان دینا پڑتا ہے ہوسکتا ہے وہ تیرے لئے

بھی کوئی نہ کوئی کام کرنا چاہتی ہو۔

''آپ یہاں سے فوراً نکل جایئے امرت جی مہاراج ..... ورنہ میں آپ کی گردن توڑ دوں گا۔'' اور میں نے دھکے دے کر امرت مہاراج کو باہر نکال دیا اور کالی چرن سے کہا۔

''تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو کالی چرن ..... تم نے شوانی سے جو دشمنی باندھی ہے وہ نہ تمہارے کام آئے گی نہ سیتا کے۔

اس کے بعد اگر شیوانی کے بارے میں تم نے کچھ کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' کالی چرن خاموش ہوگیا بہت دن گزر گئے پھر ایک دن شوانی نے مجھ سے کہا۔

''تمہارا نمک کھاتی ہوں۔ وکرم سنگھ تمہارے اچھے برے کا خیال رکھنا میرا دھرم ہے۔ کچھ کہنا چاہتی ہوں میں۔''

''ہاں کہو ..... کیا بات ہے شوانی .....''

''یہ کالی چرن تمہارا وفادار نہیں ہے۔''

''کیا مطلب .....''

''اور نہ تمہاری دھرم پتنی سیتا ..... میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن اس سے زیادہ اور کچھ سننے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی تھی میں نے .....

میں غصے سے بے قابو ہوگیا اور سیدھا سیتا کے پاس پہنچا۔ پھر میں نے سیتا سے نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالا۔ میں نے کہا کہ وہ آوارہ ننگا خاندان ہے۔ وہ ایک بہت بری عورت ہے۔''

سیتا آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھتی رہی۔ اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا اور گردن جھکا کر خاموش ہوگئی تھی پھر دوسری صبح مجھے ملازموں نے آ کر بتایا کہ سیتا زہر کھا کر مرگئی ہے۔

''مرگئی؟'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''ہاں'' ..... عزت والی تھی وہ اپنے اوپر گندے الزام برداشت نہیں کرسکی۔ زہر کھالیا اس نے اور اس کی ارتھی اٹھی تو کالی چرن بے قابو ہوگیا اس نے بہت برا بھلا کہا مجھے۔ میں غصے میں تو تھا ہی میں نے کالی چرن پر حملہ کر دیا لیکن شوانی نے مجھے اسے مارنے سے روک دیا۔ اس نے کہا کہ کالی چرن کو اس کال کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے۔ یہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کی سزا ہے۔ میں کالی چرن کو ختم کرنے پر تلا ہوا تھا۔ مگر شوانی نے مجھے ایسا نہ کرنے دیا۔ پھر میں نے بھی کال کوٹھڑی میں نو دن تک کالی چرن کو قید رکھا۔ دسویں دن جب میں نے اسے نکالا تو وہ میرے قدموں میں گر گیا اس نے مجھ سے معافیاں مانگیں اور تصدیق کی کہ سیتا بری عورت تھی۔ اس طرح میرے دل میں سیتا کی موت سے جو دکھ پیدا ہوا تھا وہ ختم ہوگیا اور مطمئن ہوگیا کہ میں نے صحیح کام کیا ہے۔ سیتا کی موت کا خیال میرے دل سے نکل گیا۔ یوں کئی سات بیت گئے۔ اب محل پر شوانی کا راج تھا۔ وہی سیاہ و سفید کی مالک تھی اور میں اس کے کسی معاملے میں نہیں بولتا تھا۔ مگر وہ سلسلہ بدستور جاری رہا۔ ہماری اس حویلی میں داسیاں پھر بھی مرتی رہیں۔ بہت سی نوکرانیاں بھاگ گئیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ بات یہیں تک محدود نہیں رہی کئی بار میں نے محل میں کئی نوجوانوں کو دیکھا اور بعد میں ان کے مجسمے باغ میں سجے ہوئے دیکھے مجھے پھولوں کا ہمیشہ سے شوق تھا اور میں نے نجانے کہاں کہاں سے پھول منگوا کر اپنے باغ میں سجائے تھے ان پھولوں کے درمیان یہ مجسمے بہت برے لگتے تھے۔ میں نے اس کی شکایت شوانی سے کی تو اس نے کہا کہ مجسمے سجانا اس کا شوق ہے۔ میں خاموش ہوگیا پھر کافی دن کے بعد ایک بار پھر مجھے وہی جوگی امرت مل گیا۔ مجھے دیکھ کر طنز سے مسکرایا اور بولا۔

"کہو وکرم سنگھ..... کیا حال ہے تمہاری مہانتا کا.....؟ مزے کر رہے ہوگے۔"

"مطلب کیا ہے تمہارا.....؟ کون سی مہانتا کی بات کر رہے ہو؟"

"آنکھوں کے اندھے ہمیشہ دیکھے مگر عقل کے اندھے کو پہلی بار ہی دیکھ رہا ہوں۔"

"وہ کون ہے....."

"تو..... وکرم سنگھ تو"

"اگر تم اتنے بوڑھے نہ ہوتے امرت رام.....تو میں تمہیں اس کا جواب دیتا۔"

میں نے غصے سے کہا۔

ہاں بہت بڑا پہلوان ہے تو میری ہڈیاں توڑ کر رکھ دیتا بھگونتا ہے تو بھگونتا۔"

"کیا میں حیرت سے اچھل پڑا۔"

"بھگونتا..... بھگونتا پہلوان ..... وہ پرسکون لہجے میں بولا۔"

"یہ بات تمہیں کس نے بتائی ..... یقیناً کالی چرن نے تمہیں بتایا ہوگا اس کے

بارے میں۔"

"آہ بے چارہ کالی چرن وہ اپنی نیکیوں کا گھاؤ کھا گیا' اپنی نیکیوں سے مارا گیا۔ دھت تیری اندھے کی اور ایک بات سن لے عقل کے اندھے سزا ضرور ملے گی تجھے ..... اس معصوم عورت کی موت کی سزا جو سیتا ہی کی طرح پاک باز تھی اس وفادار دوست کی موت کی سزا جو کتے سے زیادہ وفادار تھا تیرا۔"

تمہارا کیا خیال ہے تمہیں کالی چرن کی موت کے بارے میں کس نے بتایا۔ امرت رام۔"

"تیری طرح عقل کا اندھا نہیں ہوں۔" وہ غصے سے بولا۔

"کالی چرن سے ملو گے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔"

"اس گندے بیر سے جو کالی چرن کے شریر میں رہتا ہے اور جو..... تیری دھرم پتنی شوانی .....مگر دھرم پتنی کہاں تیرے پھیرے کب ہوئے ہیں اس کے ساتھ....."

"کیا بکواس کر رہے ہو۔"

"سچ کہہ رہا ہوں پاگل کے بچے ..... کالی چرن بے چارہ تو اس کال کوٹھڑی میں بھوک پیاس سے مر گیا تھا اور جونہی اس کی آتما نے اس کا ساتھ چھوڑا اس جادوگرنی کے ویروں نے اس کے شریر میں آ کر شوانی کا کام پورا کر دیا۔ اسے کالی چرن کی ضرورت تھی تاکہ تیرے بعد دیان کالی چرن کے ذریعے تیری دولت سنبھال سکے۔"

"تو حد سے آگے نہیں بڑھ رہا ہے امرت رام گندے الزام لگا رہا ہے میں تیری گردن اڑا دوں گا۔"

"شوانی .....شوانی نہیں ایک گندی روح ہے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر تجھے بہت جلد بہت کچھ پتا چلے جائے گا سورج ڈوبے اپنے باغ میں چلے جانا اور ان مجسموں سے ان کی بپتا سن لینا اپنی کہانی سنا دیں گے تجھے اور آج ہی رات چلے جانا وہاں ..... اور ہاں سن آج کی رات تو بڑے کام کی رات ہے۔ پورن ماشی ہے آج ٹھیک ہے آج کی رات نیچے جو تہہ خانہ ہے اس میں اپنی چھوٹی آنکھوں سے جا کر سب کچھ دیکھ لینا "پاگل کا بچہ بننے چلا ہے بھگونتا وکرم سنگھ ہاڑا امرت رام مجھ سے ذرا بھی نہیں ڈرا تھا۔ وہ تو چلا گیا مگر میں حیران ہوگیا ایسی اندر کی باتیں کہی تھیں اس نے کہا کہ انہیں کوئی نہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جانتا تھا۔ پرانی حویلی یہی جگہ ہے جہاں ہم قید ہیں۔ فرید اللہ اس کے نیچے قید خانہ بھی ہے جس کے بارے میں کسی اور کو نہیں معلوم بہرحال ..... امرت رام کے جانے کے بعد میرے دل میں کریدسی پیدا ہوگئی۔ میں بہت پریشان ہوگیا۔ اس شام میں باغ میں آ کر نکلا اور ان مجسموں کے درمیان گھومنے لگا۔ اچانک ہی مجھے شی شی کی آواز سنائی دی اور میں حیرت سے اس مجسمے کو دیکھا جو مجھے بلا رہا تھا۔ پتھر کے مجسمے کے ہونٹ ہل رہے تھے اور میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے کہا۔ ''تم زندہ ہو.....''

''ہم تو جو ہیں وہ تم دیکھ رہے ہو' مگر تم ضرور زندہ ہو' بھاگ جاؤ یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے بھاگ جاؤ۔''

''کیوں .....؟''

''وہ جادوگرنی تمہیں بھی پتھر کا بنا دے گی۔''

''کون .....؟''

''شوانی'' وہ کالی قوتوں کی مالک ہے۔ وہ ہمیں نوکری کے بہانے بلا کر اپنا کالا جادو پورا کرتی ہے۔ ہمیں ایسے حکم دیتی ہے جو ہم پورے نہیں کر سکتے اور پھر وہ ہمیں سزا دیتی ہے اور پتھر کا بنا دیتی ہے۔ تم بھاگ جاؤ فوراً یہاں سے ..... سارے بولتے مجسمے ایک ہی کہانی سنا رہے تھے اور میرا دل ڈوبا جا رہا تھا اور مجھے سیتا یاد آ رہی تھی۔ کالی چرن پر بھی غور کرنے لگا تھا اور جب میں نے اس پر غور کیا تو وہ مجھے بدلا بدلا سا محسوس ہوا اس کا مطلب ہے کہ امرت رام سچ کہہ رہا تھا۔ میں پیپل کے نیچے کالی آتما کا شکار ہوگیا تھا اور میں اپنے دوست کو ..... اپنی محبت کرنے والی بیوی کو اس کے اوپر قربان کر دیا تھا میرا دل بری طرح دکھنے لگا اب شوانی کی حقیقت میرے سامنے آ گئی تھی۔ میں نے دانت پیستے ہوئے سوچا کہ اگر یہ سچ ہے تو ..... تو شوانی کو زندہ جلا دوں گا۔ اسے جیتا نہیں چھوڑ دوں گا۔ امرت رام کی بات بھی مجھے یاد تھی حویلی کے تہہ خانے والی ..... چنانچہ میں رات ہونے کا انتظار کرنے لگا پھر کافی رات گئے میں دبے پاؤں حویلی کے تہہ خانے میں داخل ہوا یہ تہہ خانہ ویران پڑا رہتا تھا۔ مگر اس وقت وہاں روشنی تھی۔ سرخ روشنی جو ایک جلتے الاؤ سے اٹھ رہی تھی۔ تہہ خانے میں کوئی تھا ضرور کوئی تھا۔ میں نے ایک ستون کی آڑ میں دیکھا اور جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر میرا دماغ سن ہوگیا۔ ایک ملازمہ کی لاش پڑی ہوئی تھی

وہاں۔ اس سے خون ابل رہا تھا اور اس کے قریب شوانی جس کا رنگ اس وقت بالکل بھیانک کالا ہو رہا تھا اور اس کا چہرہ خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ دونوں ہاتھوں اور پیروں کے بل جھکی ملازمہ کی لاش کو بلی کی طرح بھنبھوڑ رہی تھی میرے قدموں کی چاپ اس نے سن لی۔ آنکھیں اٹھا کر مجھے دیکھا وہ آنکھیں کسی انسان کی آنکھیں نہیں تھیں۔ ان کی سفید پتلیوں میں پتلیوں کی جگہ دو سفید لکیریں کھڑی نظر آ رہی تھیں۔ اس کا رنگ کالے کوے کی طرح گہرا تھا اور چہرے پر خون کے دھبے جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ شوانی کو اس کیفیت میں دیکھ کر میرا غصہ تو ہوا ہوگیا۔ خوف سے میری کپکپی بندھ گئی۔ خوف سے میں نے بھاگنے کے لئے قدم اٹھائے لیکن میرے پاؤں میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ شاید میں اس کے سحر میں جکڑ گیا تھا۔ اس جادوگرنی نے مجھے دیکھ کر کوئی جادو آزما ڈالا تھا اور وہ ایک خونخوار درندے کی طرح انسانی جسم کو میری نظروں کے سامنے بھنبھوڑتی رہی۔ پھر اس نے اپنی کوئی آٹھ انچ لمبی سرخ زبان باہر نکالی۔ اس زبان کو پورے چہرے پر گھما کر اس نے خون کے دھبے صاف کئے۔ اپنے ہاتھوں کو چاٹا اس وقت وہ ایک بھیانک درندہ معلوم ہو رہی تھی جو انسانی روپ میں تھا۔ میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ جس کے ساتھ میں نے زندگی کا اتنا وقت گزار دیا۔ جس کے لئے میں نے نجانے کس کس کو قربان کر دیا وہ انسان نہیں بلکہ ایک گندی آتما ہے۔ سادھو امرت رام سچ کہہ رہا تھا اور اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ محل میں جو نوکرانیاں گم ہوئی تھیں یقیناً اس کے جسموں کی ہڈیاں اس تہہ خانے میں پڑی سوکھ رہی ہوں گی۔ یہ عورت ان سب کی قاتل ہے۔ اس نے انہیں کھالیا تھا یہ تصور میرے لئے اتنا بھیانک تھا کہ میرا بدن ہی میرا ساتھ چھوڑ گیا۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں ختم ہوگئیں۔ سیتا بھی یاد آ رہی تھی میری وفادار بیوی جس پر میں نے کمینی آتما کی وجہ سے شک کیا تھا کالی چرن میرا وفادار ساتھی میرے بچپن کا دوست ..... اب اس میں کوئی شبہ بھی نہیں رہا تھا کہ کالی چرن میرا دوست نہیں بلکہ یقینی طور پر کسی خطرناک روح کا کوئی ساتھی تھا۔ مجھے ابھی تک اپنی ذات کو درپیش کسی خطرے کا احساس نہیں ہوا تھا۔ میں اب بھی اس کے جال میں جکڑا ہوا تھا وہ شاید اپنا پیٹ بھر چکی تھی اس نے مجھے دیکھا اور مسکرائی۔ پھر بلی کی طرح دونوں ہاتھ آگے کئے اور پاؤں پیچھے کر کے اس نے انگڑائی لی پھر زمین پر دو چار لوٹیں لگائیں اور اس طرح آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جیسے سو گئی ہو۔ لیکن میں نے اس کے وجود کو تبدیل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بدن کی سیاہی چھٹ گئی اور وہ بالکل پہلے جیسی ہوگئی اس نے قریب ہی پڑا ہوا سفید لباس اپنے کندھے پر ڈالا پھر آہستہ سے چلتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ اب اس کی آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ میرے جسم میں جیسے دوبارہ زندگی دوڑ گئی میں نے اسے دیکھا اور میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔ ''شوانی ..... کون ہے تو .....؟ آج تیری اصلی شکل میرے سامنے آ گئی ہے۔ مجھے بتا کہ تو کون ہے ..... میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ تو میری سیتا کی قاتل ہے اور تو نے میرے اس مکان سے کتنی ملازماؤں کو اغوا کر کے چٹ کیا ہے۔

بتا تو کون ہے .....

''آرام سے بیٹھ جاؤ وکرم سنگھ جی ..... یہ بتاؤ کہ یہ جگہ تمہیں کیسی لگی؟''

''میں تجھ سے پوچھ رہا ہوں مرنے سے پہلے اپنے بارے میں بتا دے تو اچھا ہے۔ تجھے زندہ چھوڑنا میری زندگی کا بدترین گناہ ہوگا۔''

''میں زندہ ہوں ہی کب ..... میں تو کالی مائی کی ایک پجارن ہوں اور کیا بتاؤں تمہیں۔ طاقت حاصل کر رہی ہوں شکتی حاصل کر رہی ہوں۔ زندگی بڑھا رہی ہوں اپنی یہ انسانی گوشت اور خون میری زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ سمجھ رہے ہو نا اور کیا پوچھنا چاہتے ہو.....؟''

''مگر تو ..... شوانی تو .....''

''ہاں ہاں بول''

''تو نے مجھے دھوکا دیا ہے تو مجھے انسانی روپ میں ملی تھی۔''

''یہ تو ہمارا کام ہے وکرم سنگھ مہاراج ..... اگر میں وہاں تمہارے من کو نہ بھاتی تو تم مجھے یہاں تک کیسے لے کر آتے۔ اگر میں تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دیتی تو قسم کھا کر بتاؤ۔ کہ وہی کچھ کرتے تم جو اب تک کیا ہے۔ مجبوری تھی میری ورنہ ایسی کون سی بات ہے۔ تمہیں اس چکر میں نہیں پڑنا چاہئے جو کچھ میں کر رہی ہوں مجھے کرنے دے۔ یہ سب کچھ تو میں سینکڑوں سال سے کر رہی ہوں۔''

''سس ..... سینکڑوں سال سے۔'' میرے منہ سے خوفزدہ آواز نکلی۔

''اب ساری ہی باتیں جان لو گے کیا سمجھے ..... سات سو سال ہے میری عمر سمجھ رہے ہو شاید اس سے بھی زیادہ ہو۔ سات سو سال سے جی رہی ہوں اور ہزاروں سال جینا چاہتی ہوں۔ تھوڑا سا کام کرنا ہے مجھے بس شکتی حاصل کرنا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے اور میں یہ کالی شکتی حاصل کر کے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنا چاہتی ہوں۔''

''دوسروں کی زندگیوں سے کھیل کر۔''

''ہاں ..... یہی تو کالی شکتی کی مانگ ہوتی ہے۔ کالے جادو کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔ یہی وجہ ہے وکرم سنگھ جی ..... خیر عام لوگ جان بھی کیسے سکتے ہیں۔ جو جانتے ہیں انہیں طاقت مل جاتی ہے۔ یا پھر وہ کسی بڑی طاقت کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ اب تم دیکھو نا جنہوں نے جان لیا وہ پتھر کے مجسموں میں تبدیل ہو گئے۔ مگر تمہارے ساتھ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی اب جبکہ تم جان چکے ہو تو مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں۔ تم تو میرے اپنے ہو ..... اس حویلی کے مالک ہو۔ پتا نہیں کب اور کہاں تمہاری ضرورت پیش آ جائے۔ میں اپنا کام تو کر سکتی ہوں لیکن جو کام تمہیں کرنے ہوتے ہیں وہ کون کرے گا .....؟ اس کا ایک ہی طریقہ ہے وکرم سنگھ مہاراج وہ یہ کہ تم جیتے رہو اور ایسے جیو کہ سنسار سے تمہارے سارے راستے کٹ جائیں صرف میرے لئے کام کرتے رہو۔ سادھوؤں اور سنتوں کے چکر میں نہ پڑے پھرو۔ مجھے بھی پریشانی ہوگی اور تمہیں بھی۔ اس سے بچاؤ کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم بیمار ہو جاؤ سمجھے وکرم سنگھ ..... میں سنسار کو یہ بات بتا دوں گی کہ تم بیمار ہو اور کہیں علاج کے لئے گئے ہو۔ جبکہ تم یہیں حویلی کے اس حصے میں رہو گے اور تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ تم جیتے بھی رہو گے مگر ایسے نہیں کہ تم یہاں سے باہر چلے جاؤ اور میرے لئے پریشانیاں پیدا کرو۔''

اس سے زیادہ شرم کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی میرے لئے ..... میں جو بھگونتا تھا میں جو طاقت کا دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ بھگونتا کی حیثیت سے وکرم سنگھ کی حیثیت سے میں نے کبھی اپنے آپ کو سامنے لانے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن بھگونتا ..... بھگونتا سے لوگوں کی ہوا خراب ہوتی تھی۔ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ مار ڈالوں گا میں تجھے۔''

وہ ہنس پڑی پھر اس نے زمین پر سے کوئی چیز اٹھائی۔ منہ کے قریب لا کر اس پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کوئی منتر پڑھا اور میری جانب اچھال دیا۔

مجھے یوں لگا جیسے میرے بدن میں آگ لگ گئی ہو ایسی آگ کہ میں بتا نہیں سکتا تمہیں اس کے بارے میں۔ نہ میرے کپڑے جل رہے تھے نہ کہیں سے بدبو اٹھ رہی تھی اور نہ کہیں سے دھواں نکل رہا تھا لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے شعلے مجھے چاٹ رہے ہوں۔ میرے حلق سے دہشت بھری آوازیں نکل رہی تھیں اور میرا بدن جل رہا تھا۔ میں زمین پر گر کر لوٹنے لگا اور اس کے قہقہے تہہ خانے میں گونجنے لگے۔ پھر یہ آگ رفتہ رفتہ ٹھنڈی پڑتی چلی گئی۔ آگ تو شاید ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی مگر میرا دماغ ٹھنڈا ہوگیا تھا جب ہوش آیا تو اس کمرے میں تھا جس کمرے میں تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ میں اب بہتر کیفیت میں تھا میں ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے میرے بدن کا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ جان ہی نہیں رہی تھی میرے ہاتھ پیروں میں۔ زمین پر چت پڑا ہوا تھا میں۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی پھر میرے بدن میں کچھ جان واپس آئی تو ہمت کر کے اٹھ گیا۔ ان واقعات کے بارے میں سوچنے لگا پرانی حویلی کے اس کمرے کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ ظاہر ہے کہ میرے بزرگوں کی حویلی تھی لیکن اس حویلی میں اس نے مجھے قید کر دیا تھا اور اب یہ بات مجھے اچھی طرح معلوم تھی کہ وہ دروازہ کھولے بغیر باہر نہیں نکل سکتا اور دروازہ باہر سے بند ہو تو کوئی بڑے سے بڑا سورما بھی اسے نہیں توڑ سکتا تھا۔ یہ پرانے دور کے بنے ہوئے دروازے ہیں۔ ان پر بڑی بڑی ضربیں لگائی جائیں یہ تب بھی ٹس سے مس نہ ہوں جبکہ یہاں میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ خالی ہاتھ تھا میں ..... تب پہلی بار میں نے اس ہولناک آدمی کو دیکھا وہ آدمی جو اس دن تمہیں نظر آیا تھا۔ وہ گونگا ہے انسان ہے بھی یا نہیں میں کچھ نہیں جانتا' اس کے بارے میں۔ شکل وصورت سے وہ بھی مجھے کوئی گندی روح ہی لگتی ہے۔ مگر میں اسے دیکھ کر کھڑا ہوگیا وہ میرے لئے کھانے پینے کی چیزیں لایا تھا جو تھال میں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ہی تھال رکھا جب واپس پلٹا تو میں نے اس پر چھلانگ لگا دی اور اسے دبوچ لیا۔ وہ گینڈے سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ کسی بھینسے کی طرح ٹکریں مار کر دیوار ہلا سکتا ہے۔ مگر اس کا مقابلہ بھگونتا سے تھا اور بھگونتا ..... بھگونتا کوئی معمولی چیز نہیں تھا میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بھگونتا کیا چیز تھا۔ میری اس سے زور آزمائی ہوتی رہی وہ مجھ پر حملے نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے اسے کندھے پر اٹھا

کر زمین پر دے مارا۔ اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا لیکن مجھے یہ محسوس ہوا کہ پیچھے کوئی آیا ہے اور پھر ایک بار میرے حلق سے دہشت بھری چیخیں نکلنے لگیں اسی آگ نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ میں دوبارہ اس آگ میں مبتلا ہو چکا تھا۔ شاید الفاظ میں اس کی جلن نہ بتا سکوں۔ ایسی شدید آگ ہوتی ہے وہ کہ انسان کو بھگوان محفوظ رکھے۔ وہ جہنم جیسی آگ ہے اس آگ نے ایک بار پھر مجھے بے ہوش کر دیا اور دوبارہ جب مجھے ہوش آیا تو آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی لیکن میرے ہاتھوں پیروں اور کمر میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ زنجیروں کی لمبائی بس اتنی ہے کہ میں تھوڑی دور تک پہنچ سکوں۔ وہ بھیانک شکل کا مالک بیر آتا ہے۔ میرے لئے کھانے پینے کی چیزیں لاتا ہے اور بس اس طرح میں جی رہا ہوں لیکن بھگوان کی سوگند ..... ایک بار ..... ایک بار مجھے ان زنجیروں سے نجات مل جائے تو کم از کم اس بیر کو ضرور ہلاک کر دوں گا جو گونگا ہے۔ تم سمجھ رہے ہو نا پوری باتیں اس کمبخت نے مجھے بیمار مشہور کر رکھا ہے اور کہا ہے کہ میں علاج کرانے کے لئے کہیں گیا ہوں۔ کالی چرن اس کا دست راست ہے اور میں یہ زندگی گزار رہا ہوں۔ بس وہ چالاک عورت سارے کام کر رہی ہے۔ کبھی کبھی وہ مجھ سے کاغذوں پر دستخط کرانے آتی ہے اور مجھے مجبور کر دیتی ہے۔ میرے دل میں نفرت کے سوا کچھ نہیں ہے اس کے لئے۔"

بہرحال ..... یہ کہانی بڑی عجیب وغریب تھی اور اس نے مجھے گم کر دیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں ..... دل تو چاہتا تھا کہ یہاں سے نکل کر بھاگ جاؤں یہ پروفیسر نے مجھے کس چکر میں پھنسا دیا۔ مجھے یہاں قید کرنے کا مقصد کیا ہے اور میرے خدا ..... کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے ساتھ بھی یہی سلوک کرے۔ یعنی یا تو مجھے پتھر کا مجسمہ بنا دے یا پھر میرا خون پی جائے۔ پروفیسر یہ سب کچھ تو غلط ہے۔ زندگی میں تجربات کون نہیں کرنا چاہتا لیکن اب ایسا بھی کیا تجربہ ..... میں تو اپنے آپ ہی کو مظلوم سمجھتا تھا اور سوچتا تھا کہ تیجا نے میری زندگی برباد کر دی ہے۔ لیکن بچارا وکرم سنگھ ہاڑا۔ اس کا تو سب کچھ چھن گیا ہے اچانک ہی مجھے ہاڑا کی آواز سنائی دی۔

"کیوں ..... ڈر گئے تم ..... میں نے تو سنا ہے کہ مسلمان کسی سے نہیں ڈرتے۔"

"نن ..... نہیں ڈرا نہیں ہوں میں ..... میں تو سوچ رہا ہوں کہ ..... کہ"

"کچھ نہیں سوچ رہے کوئی اس کے بارے میں ڈرے بغیر بھی سوچ سکتا ہے؟ یہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بات میں جانتا ہوں۔ لیکن میری بات تم غور سے سنو۔ اس نے اگر تمہیں یہاں قید کیا ہے تو وہ ضرور تم سے کچھ چاہتی ہوگی۔ دیکھو میرا مشورہ ہے اگر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ اور اگر نہیں بھاگ سکتے تو پھر وہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ کرلو ..... ورنہ تم بھی اس باغ میں پتھر کے مجسمے کی حیثیت سے سجا دیئے جاؤ گے۔ ہوسکتا ہے کہ اگر تم سے اس کا مقصد پورا ہو جائے تو وہ تمہیں نکل جانے دے یا پھر تمہیں مستقل ساتھی بنانے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا بھی ہو جائے تو تمہارا ہی نہیں بہتوں کا بھلا ہوگا۔ اس سے یہ معلوم کرنا کہ کیسے کسی جال میں پھنس سکتی ہے اور کیسے ہم بچ سکتے ہیں کیا سمجھے؟''

میں ایک دم چونک پڑا۔ پروفیسر کی شخصیت میری نگاہوں میں آ گئی۔ کہیں پروفیسر نے مجھے ایسے ہی کسی کام سے تو یہاں نہیں بھیجا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ پروفیسر مجھ سے یہی چاہتا ہوں۔ اچانک میں نے کہا۔

''ایک بات بتاؤ وکرم سنگھ ہاڑا ..... اگر وہ ہولناک بھوت تمہارے حوالے کر دیا جائے تو کیا تم یہاں سے رہا ہوسکتے ہو۔''

''آہ ..... میں اسے مار سکتا ہوں صرف میں ..... ایک بار وہ میرے قبضے میں آجائے یقین کرو جو زبان سے کہہ رہا ہوں وہ کرکے دکھاؤں گا۔ نہ کروں تو کتا کہہ دینا۔''

''تو پھر ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے۔'' میں نے کہا لیکن وکرم سنگھ نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سوچ رہا ہوگا کہ بھلا میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں۔ بہرحال اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ میرے ذہن میں بس اب ایک سوچ تھی کہ کیا کروں اور کیسے کروں ..... کوئی ایسا عمل ہو کہ میں وکرم سنگھ ہاڑا کو بھی آزاد کراسکوں اور کوئی ایسا کھیل شروع ہو جائے لیکن کیا ..... میرا ذہن سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا اور بہرحال اپنی دوہری کیفیت کا مجھے خود بھی پورا پورا احساس تھا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے اپنی تمام تر ذہنی قوتوں سے کام لے کر اس خوفناک بھوت کو وکرم سنگھ ہاڑا کے ہاتھوں مروا دوں اور بہرحال اس کے لئے ایک طریقہ کار میں نے سوچ ہی لیا اور اب مجھے اس خوفناک بھوت کی آمد کا انتظار تھا۔

☆.....☆.....☆

میں نے اس سلسلے میں جو ترکیب سوچی تھی وہ دروازے پر بنی ہوئی ایک ایسی چھوٹی سی جگہ تھی۔ جو دروازے کا ہی ایک حصہ تھی۔ لیکن یہیں سے سب کچھ کیا جاتا تھا۔ ابھی تک شوانی کی طرف سے نہ تو مجھے کوئی پیغام ملا تھا اور نہ ہی کسی نے میری خبر گیری کی تھی۔ خوفناک بھوت کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ شوانی کے حکم سے ہی ہوتا ہے اور یقیناً میرے سلسلے میں شوانی نے اسے احکامات دے دیئے ہوں گے بہرحال میں انتظار کرتا رہا۔ اس دوران میری اور وکرم سنگھ کی باتیں ہوتی رہتی تھیں اور ہم لوگ نجانے کیسے کیسے موضوعات پر گفتگو کرتے رہتے تھے۔ وکرم سنگھ ہاڑا مجھے اپنے بارے میں بتاتا رہتا تھا۔ پھر کافی دن گزر گئے جس کمرے میں رہتا تھا وہاں ناقابل برداشت بدبو پھیلی ہوئی تھی طبیعت ہر وقت خراب رہنے لگی تھی اور میں اب اس ماحول سے اکتاتا جا رہا تھا یہ کیا بات ہوئی .....؟ آخر ہر چیز کا ایک اختتام تو ہوتا ہے۔ مرشد نے مجھے اس تجربے کے لئے بھیجا ہے لیکن کہیں نہ کہیں تو اسے ختم ہونا چاہئے۔ پھر اس دن مجھے اندازہ ہوگیا کہ خوفناک بھوت آنے والا ہے۔ میں نے اپنے جسم کو لپیٹا اور دروازے کے اوپر بنی ہوئی چھوٹی سی جگہ چڑھ گیا۔ اس مختصر جگہ پر خود کو سنبھالنا بہت مشکل کام تھا۔ لیکن زندگی بچانے کے لئے سب کچھ کیا جاتا ہے۔ میں چھپکلی کی طرح وہاں چپکا رہا اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دروازے پر آہٹ ہوئی اور خوفناک بھوت پھل وغیرہ کا ٹوکرا اٹھائے اندر داخل ہوگیا۔ وہ دروازہ کھول کر سیدھا آگے بڑھ گیا تھا اور یہی موقع تھا میں نے بدن کو سکوڑا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ پھر ..... مجھے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ مجھے کمرے میں نہ پاکر اس خوفناک بھوت کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ اب مجھے یہ سوچنا تھا کہ اپنی جان بچا کر میں یہاں سے نکل جاؤں یہاں ایک مصیبت زدہ اور بھی تھا۔ تنہا بے آسرا۔ اپنی ذات سے تو پیار سبھی کرتے ہیں دوسروں کے لئے کچھ کرنے کا مطلب ہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

زندگی ہے۔ سوچنے کا وقت نہیں ہے جو کچھ بھی کرنا تھا برق رفتاری سے کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر وکرم سنگھ کے کمرے کا دروازہ کھولا اور تھوڑا سا پٹ بھی کھول دیا۔ ہاڑا کی بتائی ہوئی کچھ باتیں یاد تھیں اور اس وقت اس پر عمل کرنا تھا۔ میں نے چھپنے کے لئے ستون تلاش کیا ہی تھا کہ خوفناک بھوک کی غراہٹیں سنائی دیں۔ وہ آندھی اور طوفان کی طرح باہر نکلا اور ادھر ادھر دوڑنے لگا۔ اس پر دیوانگی سی طاری تھی میں ستون کی آڑ میں چھپ کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس بھوت کی نگاہ وکرم سنگھ ہاڑا کے قید خانے کے دروازے پر پڑی اور وہ اس طرف دوڑا۔ دروازے کو پورا کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا اور وکرم سنگھ اسے دیکھ کر کھڑا ہوگیا تھا۔ شاندار جسامت کے مالک وکرم سنگھ کے چہرے پر اس بھوت کے لئے نفرت کے آثار تھے۔ اس نے شاید مجھے بھی دیکھ لیا تھا جبکہ کالے بھوت کی پشت میری طرف تھی۔ میں آہستہ آہستہ دروازے کی جانب بڑھا۔ اندر گھستے ہی میں نے خود کو سنبھالا اور پھر پوری قوت سے اس کالے بھوت کو آگے دھکیل دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نیچے گر گیا اور میں نے چیخ کر کہا۔

''وکرم سنگھ..... اسے سنبھالو'' بھوت سنبھلنے بھی نہ پایا تھا اور وکرم سنگھ کے کچھ فاصلے پر جا گرا تھا۔

وکرم سنگھ نے فوراً میرا مقصد سمجھ لیا۔ اپنی وزنی زنجیریں سنبھالے وہ بھوت کے پیچھے آ گیا اور پھر اس کی غراہٹ ابھری۔

''کھڑا ہو جا شوانی کے کتے..... بڑا لمبا حساب کرنا ہے تجھ سے۔'' وکرم سنگھ کے دونوں ہاتھ درخت کی شاخوں کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور خوفناک بھوت کے چہرے پر خوف کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ بھاگنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا تو وکرم سنگھ نے کہا۔

''دروازہ..... دروازہ بند کرو۔'' یہ الفاظ اس نے مجھ سے کہے تھے اور میں نے پھرتی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ بھوت نے ایک چیخ ماری اور ایک طرف کو ہو کے نکل بھاگنے کی کوشش کی لیکن وکرم سنگھ نے زنجیر اٹھا دی اور وہ الجھ کر پھر گر پڑا۔ وکرم سنگھ غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''بڑے دنوں کی پیاس ہے حرام کے پلے..... آج بجھے گی۔'' اس کے ساتھ ہی وہ

بھوت پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے پہلوانی کے داؤ کے تحت اس بھوت پر اپنی گرفت قائم کر دی اور وہ اس گرفت سے نکلنے کے لئے زور لگانے لگا۔ وکرم سنگھ نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''تم میرے دوست ہونا وہی جو مجھ سے باتیں کرتے رہتے ہو؟''

''ہاں''

''میں نے تمہیں ہاڑا کے بارے میں بتایا تھا نا؟''

''ہاں''

''تو دیکھو ہاڑا کو ..... یہ حرام خور شوانی کا کتا ہے۔ گندی روح کی گندی پیداوار مگر جب میں اکھاڑے میں ہوتا تو صرف میں ہی ہوتا تھا۔ ذرا دیکھو اس کو اور میرے داؤ دیکھو۔ یہ میرا پہلا داؤ ہے۔''

وکرم سنگھ نے بھوت کے اوپری سمت آ کر سب سے پہلے اس کی ٹانگوں میں ہاتھ پھنسا لئے۔ اپنی ٹھوڑی اس کی ریڑھ کی ہڈی پر رکھی پھر اپنے لمبے ہاتھوں سے بھوت کی دونوں کلائیاں پکڑ لیں حالانکہ زنجیریں اسے اس برق رفتاری سے اپنے عمل کرنے کا موقع نہیں دے رہی تھیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وکرم سنگھ جسمانی طور پر کسی ہاتھی جیسی قوت کا مالک تھا۔ بھوت کو اس نے اس طرح اٹھا لیا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور وہ اپنے شانوں سے لے کر کھڑا ہوگیا اس کے بعد وہ اس قدر برق رفتاری سے دوڑا اور اس کے بعد اس نے کالے بھوت کو دیوار سے دے مارا۔ بھوت کے حلق سے نکلنے والی چیخ اتنی زور دار تھی کہ کانوں کے پردے جھنجھلا کر رہ گئے تھے۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا اور خون کی دھاریں بہنے لگی تھیں۔ وکرم سنگھ نے ایک ہی داؤ میں اسے ادھ موا کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ سیاہ بھوت بھی کم نہیں تھا۔ اس نے زمین پر لوٹ کر اپنے آپ کو سنبھالا۔ وکرم سنگھ ہی کی زنجیروں کا سہارا لیا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کا چہرہ خون میں ڈوب گیا تھا اور اتنا بھیانک لگ رہا تھا کہ کمزور دل آدمی اگر اسے دیکھ لیتا تو وہیں اس کے دل کی حرکت بند ہو جاتی۔ اس کے بعد وہ اندھوں کی طرح وکرم سنگھ پر لپکا تھا لیکن وکرم سنگھ اس وقت اپنے داؤ پیچ کے سامان دکھا رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنے بدن کو بدل دیا اور بھوت کی کمر میں دونوں ہاتھ ڈال کر اسے کاندھے پر رکھا اور پشت کی طرف سے زمین پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دے مارا۔ ایک ضرب چہرے پر لگی تھی تو دوسری ضرب سر کے پچھلے حصے پر اور شانے زمین سے ٹکرائے تھے بھوت کے حلق سے درد بھری آوازیں نکلنے لگی تھیں۔ اس نے پھر اپنے آپ کو بچا کر نکلنا چاہا لیکن اس بار جونہی وہ گھٹنوں کے بل اٹھا وکرم سنگھ نے موٹے کڑے والی زنجیر اس کالے بھوت کے گلے میں لپیٹ دی اور اسے دو بل دینے کے بعد اس کی پشت پر سوار ہوگیا۔ درحقیقت وکرم سنگھ اس وقت ایک وحشی جانور لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید نفرت کے آثار تھے دانت بھینچے ہوئے تھے اور وہ اپنے بدن کو پوری قوت سے کالے بھوت کے حلق سے نکلنے والی غراہٹیں اب خرخراہٹوں میں تبدیل ہونے لگی تھیں اور اس کے اعضاء ڈھیلے پڑتے جا رہے تھے اور اس کے ہاتھ بار بار سیدھے ہوکر نیچے گر جاتے تھے زبان باہر نکل آئی تھی اور اب وہ زنجیر پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ غالباً اس کے ہاتھوں میں اتنی جان ہی نہیں رہی تھی کہ وہ اس کی مرضی کے مطابق رخ تبدیل کرسکیں۔ وکرم سنگھ نے چند لمحے اسی طرح اس کی گردن طاقت سے دبائے رکھی پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کے چہرے پر شدید وحشت نظر آرہی تھی اس نے ادھر ادھر دیکھا اس کی نگاہیں میرے سے ملیں تو کچھ معتدل ہوا۔ بھوت زمین پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ وکرم سنگھ نے اس کے سینے پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔

''یہ ہے شوانی کا تاج محل ..... تم نے دیکھا میرے دوست! میرے مدمقابل جب بھی میرے سامنے اکھاڑے میں آتے تھے تو ان کے بدن پر کپکپی پہلے ہی طاری ہو جاتی تھی کیونکہ اس سے پہلے وہ میری کشتیاں دیکھ چکے ہوتے تھے۔ اپنے مدمقابل کے لئے میرا یہ دل کبھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے پیروں سے اکھاڑے سے واپس جائے۔ بعض اوقات تو میرے دل میں یہ خواہش بھی ابھرتی تھی کہ لوگ بھی یہ بتائیں کہ جس نے مجھ سے کشتی لڑی تھی وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ مگر میرے دوست ..... میرے دوست تم .....تم نے مجھ پر احسان کیا ہے' تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میں زندگی بھر تمہارے اس احسان کا بدلہ نہ چکا سکوں۔''

''میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا وکرم سنگھ ..... کہ اگر میں نکل سکوں تو تمہارے بغیر نہیں جاؤں گا۔''

''اونچی ذات کے معلوم ہوتے ہو۔ مگر اب ایک بات بتاؤ۔''

''ہاں''

''ان کڑوں کو توڑنا میرے بس کی بات نہیں اس لئے کوئی ترکیب کرو۔ کوئی ایسی چیز جس سے یہ کڑے توڑے جاسکیں۔''

میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ ان کڑوں کو ایک بار پھر قریب سے دیکھا کھینچا تانی کی لیکن یہ ساری کارروائی بے مقصد تھی۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ باہر نکل کر کوئی چیز تلاش کروں۔ میں نے وکرم سنگھ سے کہا۔

''ہمت نہیں ہارنا وکرم سنگھ ..... میں اگر چاہتا تو اکیلا بھی بھاگ سکتا تھا۔ لیکن میں نے سوچا کہ پہلے اس سے نجات حاصل کرلی جائے۔ اس کے بعد ہی ہم دونوں یہاں سے فرار کا پروگرام بنائیں گے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' وکرم سنگھ نے کہا۔

''جاؤ'' اور ایسی چیز تلاش کرو جس سے یہ کڑے کھل سکیں اور کچھ نہ ہوسکے تو زنجیروں کی یہ کڑیاں یہاں سے ٹوٹ ہی جائیں۔ کام بن جائے گا۔''

میں دروازے سے باہر نکل آیا تھا میری سمجھ میں اب یہ نہیں آرہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے دل ڈر رہا تھا کہ کہیں شوانی کو ان معاملات کی خبر نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوگیا تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ بہرحال میں وہاں سے نکلا اور چاروں طرف بھٹکنے لگا۔ یہ پرانی حویلی عجیب و غریب طرز تعمیر کا نمونہ تھی۔ پیچ در پیچ کمرے پتلی پتلی راہ داریاں جن کا کوئی جواز سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ایک طرح سے بھول بھلیاں سی بنی ہوئی تھیں اور میں ان بھول بھلیوں میں سے گزر کر چاروں طرف نگاہیں دوڑاتا ہوا کسی ایسی چیز کی تلاش میں جا رہا تھا جن کی وجہ سے وکرم سنگھ کے کڑوں کی زنجیریں توڑی جاسکیں۔ لیکن یقین نہیں تھا کہ ایسی کوئی مضبوط چیز ہاتھ آسکے۔ وہ ایک کمرہ تھا جس میں میں داخل ہوا۔ نیم تاریک ماحول میں مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا لیکن ایک لمحے کے اندر اندر اچانک ہی کمرے میں روشنی ہوگئی اور جب میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو میرے ہوش و حواس جواب دینے لگے۔ وہاں دو افراد موجود تھے ایسے افراد جن کی شکلیں دیکھ کر مجھے جس قدر حیرت ہوتی کم تھی یہ ہیرٹ اور لارا تھے۔ ہیرٹ اور لارا یہاں اس جگہ میں تعجب بھری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا تو دونوں کی آواز پھر مشینی انداز میں نکلی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آؤ ہمارے ساتھ۔" میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اس ماحول سے ویسے ہی وحشت ہوگئی تھی۔ ہاڑا کی مدد کرنا چاہتا تھا لیکن ہیرٹ اور لارا نے جس انداز میں آؤ میرے ساتھ کہا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مجھے ان کے ساتھ جانا ہی ہے۔ چنانچہ میں ان کے عقب میں چل پڑا اور وہ لوگ اسی تاریک کمرے کے ایک حصے کی جانب قدم بڑھانے لگے۔ میں صرف ان کے چمکدار سائے دیکھ کر انکے پیچھے چل رہا تھا۔ پھر انہوں نے ایک دروازہ کھولا اور رک کر میری جانب دیکھنے لگے جب میں ان کے قریب پہنچا تو وہ آگے بڑھ گئے اور میں بھی اندر دروازے سے داخل ہوگیا۔ لیکن دروازے سے دوسری طرف زمین نہیں تھی ایک خلاء تھا۔ ہیرٹ اور لارا تو وہاں سے گزر گئے لیکن مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہوگیا اور پھر میں نیچے گہرائیوں میں گرتا چلا گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں ہزاروں فٹ گہری وادی میں گرتا جا رہا ہوں۔ ہوش و حواس ساتھ چھوڑتے گئے۔ ہواؤں کا شور میری دماغی صلاحیتوں کو اپنی گرفت میں لیتا چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد میرے چاروں طرف گہری تاریکی چھا گئی۔ پھر جب ہوش آیا تو ایک آرام دہ مسہری پر دراز تھا۔ بالکل پرفضا ماحول تھا۔ نہ بدن میں کوئی تکلیف' نہ کوئی چوٹ' نہ کوئی احساس' کچھ بھی نہیں تھا۔ طبیعت بالکل فرحت محسوس کر رہی تھی۔ حیرانی سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ کسی خوبصورت بیڈ روم کا پرفضا ماحول تھا۔ کچھ ہی دیر کے بعد لارا اندر داخل ہوئی اور اسے دیکھ کر مجھے ماضی کی ساری باتیں یاد آ گئیں۔ لارا کو پہلی بار میں نے تنہا دیکھا تھا۔ پتہ نہیں کیا چیز تھی۔ چہرے پر کبھی کوئی تاثر ہی بیدار نہیں ہوتا تھا کہنے لگی۔

"بلایا گیا ہے..... آجاؤ۔"

میں نے اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ بلانے والا مرشد کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور لارا کے پیچھے پیچھے چل پڑا جگہ بالکل اجنبی تھی۔ ایک کوریڈور سے گزر کر ہال کے جس بڑے دروازے سے اندر داخل ہوا اس کی شان و شوکت دیکھنے کے قابل تھی۔ بہت قیمتی فرنیچر سجا ہوا تھا اور سامنے کرسی پر شاہانہ لباس میں مرشد بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا میں آگے بڑھ کر ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا۔

"بیٹھو"

"میں نے بیٹھ گیا۔ میرے چہرے پر اضطراب کے آثار تھے۔"

"کچھ کھاؤ پیو گے۔"

"مرشد..... اس سے پہلے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہوں گا۔ براہ کرام مجھے ان حالات کے بارے میں بتایا جائے عین اس وقت جب میں وکرم سنگھ ہاڑا کو زندگی کے اس عذاب سے نجات دلانے جا رہا تھا۔ آپ کی طرف سے طلبی ہوگئی۔ مرشد میرے دل میں اس شخص کے لئے.....

"جواب میں مرشد نے ہاتھ اٹھایا اور مدھم لہجے میں بولے۔

"بات اصل میں یہ ہے کہ کچھ باتیں راز میں رکھنا ہوتی ہیں۔ تھوڑی سی غلطی ہم سے ہوئی ہم نے تمہیں ایک ایسے مسئلے میں الجھا دیا جسے بعد میں ہمیں راز رکھنا تھا اور یہ ہماری بھی مجبوری تھی۔ ہماری اس مجبوری کو ہم تک رہنے دو۔ ہاڑا کو بس اس حد تک آزادی ملنی تھی وہ خود بھی تو گناہ گار تھا۔ جو عاقبت نااندیش ہوتے ہیں اور ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھ لیتے ہیں ان کے لئے سزا تو ایک فطری عمل ہے۔ چنانچہ ہاڑا کو سزا ملی۔ اس نے بھی تو ایک عصمت ماب عورت کو زندگی کھونے پر مجبور کر دیا تھا پھر وہ مجبور تو نہ ہوا' شوانی کی کہانی جو کچھ بھی ہے۔ اس کی سزا اس کا مقدر ہے۔ ہمارا کام بس اتنا ہی تھا جتنا تم نے کیا اور چونکہ تمہارے دل میں پراسرار کہانیوں کو جاننے کا شوق ہے اور تم ان پر ریسرچ کرنا چاہتے ہو تو تم نے دیکھا کہ ایک دنیا یہ بھی ہے۔ میں نے تمہیں ان معاملات میں اس لئے الجھایا کہ تم کالے علم کے بارے میں کچھ جان لو۔ ایسی عورتیں بھی ملتی ہیں جو غیر انسانی شخصیت ہوتی ہیں۔ ایسا ماحول بھی ملتا ہے تھوڑا سا تجربہ تو تمہیں ہوا۔"

"مرشد..... آپ بہت بلند ہیں۔"

"تو اب تو تمہارے دل میں کوئی تردد نہ رہا ہوگا۔ اب تو یہ نہ سوچ رہے ہوگے کہ وکرم سنگھ وہاڑا تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔"

"مرشد نے جو روشنی دکھائی ہے اس کے تحت تو واقعی ایسا نہیں سوچ رہا۔"

"اب بتاؤ کیا چاہتے ہو....."

"میں سمجھا نہیں مرشد۔"

"زندگی کو زندگی کی مانند گزارنا چاہتے ہو یا ابھی انہی رستوں کے مسافر بنے رہو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گے۔"

"مرشد وقت نے جو لکیر میرے لئے کھینچ دی ہے اسی لکیر پر آگے بڑھنا چاہتا ہوں اور اس سے ہٹنا نہیں چاہتا۔ دکھ ہے تو صرف اپنے ماں باپ کا' پتا نہیں بچارے کس حال میں ہوں گے ..... خوف ہے تو اس شیطان کا جس کا نام تیجا ہے اور جس کے بارے میں نہیں جانتا کہ کہاں اور کس جگہ میرا تعاقب کرے گا۔" مرشد نے آنکھیں بند کرلیں کچھ دیر سوچتے رہے پھر بولے۔

"دیکھو تیجا ایک شیطان ہے۔ اس نے شیطان کی راہنمائی حاصل کرلی ہے۔ اور شیطانی قوتیں بہرحال اپنی جگہ ایک ٹھوس حقیقت رکھتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ معبود کریم نے شیطان کو شکست دینے کے لئے تمام ضروریات سے مرصع کر دیا ہے اس کے باوجود بھی شیطان نت نئے حربے تلاش کرتا رہتا ہے اور بہرحال انسانوں کو دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ چنانچہ تیجا بھی شیطان ہے۔ ہاں تمہارے اطمینان کے لئے تمہیں' صرف اتنی بات بتائی جاسکتی ہے تمہارے ماں باپ۔ خدا کے فضل و کرم سے زندہ سلامت ہیں اور جہاں بھی ہیں زندگی کی گاڑی دھکیل رہے ہیں۔ یہ بات بھی میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ تمہیں ملیں گے زندہ سلامت ملیں گے لیکن وقت کی تحریر پہلے سے نہیں پڑھی جاسکتی۔ وہ کب ۔ کہاں ۔ کیسے اور کن حالات میں تمہیں ملیں گے۔ یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا کیونکہ مجھے خود اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ میں روشن ضمیر نہیں ہوں بس تھوڑے سے علم کا سہارا لے کر کچھ معلومات رکھتا ہوں۔"

میرے دل میں خوشی کی لہریں دوڑ گئیں۔ میں نے خلوص دل سے کہا۔

"مرشد ..... آپ کا یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ میرے والدین خدا کے فضل سے حیات ہیں بس اس کے علاوہ مجھے اور کیا درکار ہوسکتا ہے۔"

"خوب ..... تو اب تمہیں آگے کا فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو....."

"مرشد جس طرح ایک شاعر کو اپنی شاعری عزیز ہوتی ہے۔ جس طرح ایک عاشق کو اپنی محبوبہ دلنواز لگتی ہے اسی طرح مجھے ان راستوں کا راہی بنایا گیا ہے میں انہی راستوں پر آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔

"گویا پراسرار دنیا کے بارے میں ریسرچ....."

"جی مرشد"

"دیکھ دنیا میں ہر طرح کے انسان ہوتے ہیں ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو دوسروں کی کہانیاں سن کر ان میں اپنی پسند کی دنیا تلاش کرتا ہے لیکن جو صحیح معنوں میں سچا محقق ہوتا ہے۔ وہ اپنی تحقیق کو اپنے وجود میں ختم کرنا چاہتا ہے اور یہ تحقیق اپنے وجود میں ضم اس طرح ہوسکتی ہے۔ جبکہ خود کو ایسے تجربات کا نشانہ بنایا جائے۔"

"مرشد ..... شوانی کے مسئلے میں یا اس سے پہلے ہیرٹ اور لارا کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ کہا تھا وہ میری اپنی ہی ذات پر تھا۔"

"ہاں ..... لیکن اب میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ اپنے وجود پر کفن اوڑھ لو۔ تمہیں بہت سی حقیقتیں منکشف ہوں گی۔ یہ ایک عمل ہے موت کے بعد انسان کو کفن دیا جاتا ہے جو سفید رنگ کا ہوتا ہے لیکن کالی قوتوں کے سامنے صف آرا ہونے کے لئے تمہیں کالا کفن پہننا ہوگا اور جب تم یہ کالا کفن پہنو گے تو تمہارے کردار میں عجیب و غریب صلاحیتیں پیدا ہوجائیں گی۔ پراسرار قوتیں خود تمہیں آواز دیں گی اور تم اپنے آپ کو مختلف کرداروں میں پاؤ گے۔ تمہاری شخصیت تبدیل ہوتی رہے گی جب بھی تم اپنے آپ کو یہ کالا کفن دو گے۔"

"مرشد ..... بڑی عجیب سی بات ہے میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ہاں ..... میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ میں تمہیں چند الفاظ بتاتا ہوں۔ ان الفاظ کو سات دن تک دہراتے رہو۔ یہ ایک طرح کا عمل ہے۔ اس کے بعد تمہاری آنکھوں میں ایک عجیب و غریب طرح کی روشنی پیدا ہوجائے گی اور تم سب کچھ دیکھ سکو گے۔"

یہ سات دن مرشد نے مجھے اسی عمارت میں گزارنے کیلئے کہے تھے اور مجھے ایک گوشہ بھی بتا دیا گیا تھا۔ سات دن کا یہ عمل بڑا عجیب و غریب تھا اور جب ساتواں دن مکمل ہوا اور رات گزر گئی اور صبح کا سورج نکلا تو میں نے مرشد کو اپنے سامنے پایا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کالے کفن کے حقدار ہوگئے۔ فضا میں ہاتھ بلند کرو۔ سب سے پہلا جملہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دہراؤ۔ تمہارے ہاتھ میں جو کچھ آئے اسے اپنے بدن پر سجالینا۔''

مرشد کا یہ حکم بھی میں نے مانا اور جب میں نے ہاتھ بلند کئے اور وہ الفاظ ادا کئے تو میرے ہاتھوں میں ایک کپڑے کا لباس آ گیا۔ یہ کالی کفنی تھی۔ سر سے پاؤں تک ایک برقعے کی مانند۔ آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔ بڑی دلچسپی سے اپنے وجود کو کالا کفن لپیٹ دیا اور اس کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میری پوری شخصیت تحلیل ہوگئی ہو۔ میرا سارا وجود ذرہ ذرہ ہوکر فضاؤں میں منتشر ہوگیا ہو اور ہوائیں مجھے اڑا کر نجانے کہاں سے کہاں لئے جارہی ہوں۔ ایک عجیب تجربہ تھا انوکھا لیکن بے حد خوشگوار جو کچھ مجھے عطا کر دیا گیا تھا اب میں اس کا نتیجہ دیکھنا چاہتا تھا۔ وقت نے شاید مجھے اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور جو کہانیاں ترتیب پا رہی تھیں وہ وقتی کہانیاں تھیں اور وقت کسی طور میرے بس میں نہیں تھا چنانچہ میں نے خود کو انوکھی جگہ پایا۔ اس انوکھی جگہ کو پہلے میں سمجھ نہیں سکا تھا۔ تاحد نظر تاریک رات پھیل چکی تھی اور اس تاریک رات میں مجھے اپنے اطراف بے شمار کوہان ابھرے ہوئے نظر آرہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کیسے کوہان ہیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بے شمار افراد کالا کفن اوڑھے زمین پر بیٹھے ہوں۔ کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ کچھ دیر تک تو میں صورتحال سمجھ ہی نہ پایا۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور سب سے پہلے کوہان کو قریب سے دیکھا۔ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے اصولی بات تھی کہ میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ ساری باتیں اپنی جگہ' انسان تھا اور ہر صورتحال کو اپنے دل میں محسوس کرتا تھا جب میں نے پہلے کوہان کو قریب سے دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ میں غلط فہمی کا شکار تھا یہ کوہان نہیں بلکہ کوئی قبر تھی اور میں ایک عظیم الشان قبرستان میں کھڑا ہوا تھا۔ بہرحال یہاں مجھے یقینی طور پر کسی اہم مقصد کے لئے بھیجا گیا تھا۔ میں وحشت زدہ نگاہوں سے رات کی تاریکی میں اپنے چاروں طرف بکھرے ہوئے قبرستان کو دیکھتا رہا۔ خوف کا ایک ہلکا سا احساس میرے دل میں تھا۔ حالانکہ پچھلے جو واقعات گزرے تھے ان کے بعد زندگی میں خوف کا گزر نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن وہی بات پھر دہراؤں گا کہ انسان تھا تو انسانوں جیسی ذہانت بھی ہونی چاہئے تھی۔ طرح طرح کی شکلیں مجھے نظر آنے لگیں۔ یوں محسوس ہوا جیسے ہر قبر کے سرہانے لگے ہوئے کتبے میں ایک شکل نمودار ہو رہی ہو۔ قبر کے مکیں کے نقوش کہیں سرخ و سفید چہرے' کہیں بھیانک صورتیں' کہیں سوکھی ہوئی

کھوپڑی تو کہیں ایسا نقش جو دل کو چھو لے۔

ڈرتے ڈرتے ایک قبر کے قریب پہنچا۔ کالے کفن کی موجودگی میں یہ ساری صورتیں میرے لئے آسان تھیں۔ لیکن کتبے کو قریب سے دیکھنے پر یہ اندازہ ہوا کہ وہ صرف میرا وہم تھا کوئی چہرہ نہیں تھا۔ یہ تمام کتبے صرف میرے وہم کی تقلید تھے لیکن بہرحال ایک دلچسپ عمل تھا۔

رات کی تاریکیوں میں جب تاحد نظر خاموشی اور سناٹے کا راج ہو تو آپ کسی قبرستان میں جاکر دیکھئے۔ آپ کو ہر صاحب قبر اپنی داستان سنانے کے لئے تیار ملے گا۔ شرط یہ ہے کہ آپ اپنے دل میں اس کی ہمت رکھتے ہوں میں بہت بڑی بات کر رہا ہوں لیکن خود میں اس وقت ایک عجیب سے سحر میں گرفتار تھا میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس خاموش آبادی سے باہر نکل جاؤں لیکن میرے قدم من من کے ہو رہے تھے۔ دفعتاً مجھے اپنے عقب میں ایک ہلکی سی روشنی کا احساس ہوا اور میں بے اختیار پلٹ پڑا۔ ایک لبادہ پوش ہاتھ میں لالٹین پکڑے ایک طرف جا رہا تھا یہ پہلا ذی روح تھا جو مجھے نظر آیا۔ چنانچہ میں نے ہمت کرکے اس کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ مجھے یقین ہوگیا تھا کہ یہ گورکن ہے۔ قبرستان میں رہنے والے یہ لوگ بھی اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔ دنیا اس ماحول سے خوف کھاتی ہے۔ اور یہ ان قبروں کے درمیان بیٹھ کر مونگ پھلیاں کھاتے ہیں۔ بڑے آرام اور بڑے سکون کے ساتھ۔ اس وقت بھی یہ گورکن جس لاپروائی سے لالٹین پکڑے ہوئے جا رہا تھا وہ بے مثال تھی۔ میں نے کچھ سوچا اور اس کی جانب قدم بڑھا دیئے' جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ رک گیا ایک عجیب سی شکل تھی۔ کالا چہرہ ..... سرخ آنکھیں چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی طاری تھی۔ لباس بھی بہت تعجب خیز پہنا ہوا تھا اس نے میرے بدن پر کالا کفن دیکھا تو مسکرا دیا۔ پھر گردن سے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور لالٹین لے کر بے خوفی سے آگے بڑھ گیا۔ میرے قدم ایک بار پھر رک گئے تھے اس بھیانک شکل کے آدمی کو دیکھ کر ایک عجیب سی سنسنی طاری ہوگئی تھی۔ وہ آگے بڑھتا رہا اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا جیسے اسے یقین ہو کہ میں اس کے تعاقب میں آرہا ہوں اور آتا رہوں گا۔ اس یقین کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آخر کار میں نے قدم آگے بڑھا دیئے اور اس کا تعاقب کرتا ہوا ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک عمارت بنی ہوئی تھی۔ ایسی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چھوٹی چھوٹی عمارتیں امیر لوگ اپنے عزیز و اقارب کی قبروں پر بنا دیا کرتے ہیں۔ عمارت میں اندر داخل ہونے کا دروازہ بھی تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اندر کوئی قبر ہوگی لیکن جب میں نے اندر قدم رکھا تو دیکھا کہ اندر کوئی دروازہ نہیں ہے۔ نہ کوئی قبر ہے بلکہ کچھ سیڑھیاں ہیں جو نیچے چلی گئی ہیں نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک تجسس سا پیدا ہوا اور میں نے سوچا کہ آخر دیکھنا تو چاہئے کہ اندر کیا ہے۔ گورکن وہیں تھا۔ آخر کار مجھ سے رہا نہ گیا تو میں نے اسے آواز دی۔ ''میری بات تو سنو بھائی۔'' ..... وہ رک گیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ کیا حماقت کر رہا ہوں۔ بلاوجہ اس شخص کو گورکن سمجھ کر اس کے پیچھے لگ گیا ہوں کم از کم اس بات کی تصدیق تو ہو جانی چاہئے تھی کہ یہ گورکن ہے بھی یا نہیں۔ اب تو میرے دل میں خوف کی پرچھائیاں رقصاں ہوگئی تھیں۔ اور میں سوچنے لگا تھا کہ کہیں کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤں اس نے کہا۔

''آؤ میرے ساتھ باقی باتیں بعد میں ہو جائیں گی۔''

میں سیڑھیاں اترتا رہا۔ کوئی بیس سیڑھیاں نیچے جانا پڑا تھا اور اس کے بعد جب نیچے پہنچا تو ایک وسیع و عریض ہال نظر آیا۔ جس میں لکڑی کی کرسیاں اس طرح پڑی ہوئی تھیں جیسے گھٹیا قسم کے چائے کے ہوٹلوں میں ہوا کرتی ہیں۔ ان بنچوں پر میں نے بہت سے افراد بیٹھے دیکھے۔ میرے تعجب کی انتہا نہ رہی تھی۔

یہ کون سی جگہ ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ اس شخص نے نیچے آ کر کہا۔

''ہاں بولو ..... کیا کام ہے.....''

''آپ ..... آپ ..... بھائی صاحب ..... آپ ..... آپ گورکن ہیں .....؟''

''نہیں۔''

''پھر آپ کون ہیں .....؟''

''میں زندہ درگور ہوں۔''

''کک ..... کیا مطلب.....؟''

''زندہ درگور نہیں سمجھتے۔ وہ جسے گور میں دفن کر دیا جائے یعنی زندہ دفن کر دیا جائے۔''

''مم ..... مگر یہ جگہ کونسی ہے۔''

''مقبرہ ہوٹل۔''

''کیا .....''

''ہاں ..... یہ جگہ مقبرہ ہوٹل ہے آؤ یہاں آ کر بیٹھو۔''

''مم ..... مگر یہاں کون آتا ہے۔''

''مردے'' اس نے جواب دیا اور میری ہوا خراب ہوگئی۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔ وہ بے شمار لوگ تھے ان کے سامنے چائے کے پیالے رکھے ہوئے تھے جن سے بھاپ اڑ رہی تھی۔ میں نے بے یقینی سے اس شخص کو دیکھا جس کا تعاقب کرتا ہوا میں یہاں آیا تھا۔ اور پھر کہا۔

''یار کیوں مذاق کر رہے ہو ..... میں اصل بات سمجھ گیا۔''

''کیا سمجھ گئے'' ''تم نے قبرستان میں ہوٹل کھولا ہوا ہے اور یقینی طور پر یہاں نشہ آور چیزیں بھی فراہم کی جاتی ہوں گی۔ لوگ یہاں چھپ چھپ کر آتے ہیں اور تم مجھے بھی یہی سمجھ کر ساتھ لے آئے ہو کہ میں شاید نشہ آور چیز کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔''

''آئیڈیا تو تمہارا بہت اچھا ہے مگر کیا کیا جائے زندگی میں اگر یہ آئیڈیا تم مجھے دیتے تو اس کی کوئی حیثیت بھی ہوتی۔''

''گویا تم مجھے ڈرائے بغیر نہیں رہو گے۔''

''کہاں کی باتیں کر رہے ہو یار .....'' میں تمہیں ڈرا رہا ہوں اور نہ تمہارا آئیڈیا ٹھیک ہے۔ یہ سب کے سب جو بیٹھے ہوئے ہیں نا یہ مردے ہیں۔ دل بہلانے کے لئے یہاں آ بیٹھے ہیں۔ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر انسان آخر کیا کرے۔ مرنے کے بعد تو کوئی کام بھی نہیں ہوتا۔''

''مگر یہ تو چائے پی رہے ہیں۔''

''تو پھر .....؟ زندگی میں یہ چائے نہیں پیتے تھے۔''

''زندگی میں کوئی کچھ بھی کرتا ہے مرنے کے بعد نہیں کرتا۔''

''تمہارا خیال ہے کیا تم مر کے دیکھ چکے ہو۔'' اس نے عجیب سا سوال کیا اور واقعی سر کھجانے لگا' ظاہر ہے میں مر کے نہیں دیکھ چکا تھا۔ پھر وہ بولا۔

''یہ کچھ نہیں پی رہے۔ بس یوں سمجھو کہ زندگی کی طلب مٹا رہے ہیں۔''

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

"کیا مطلب .....؟"

"آؤ میرے ساتھ۔" وہ بولا اور آگے بڑھ کر ایک جگہ مجھے لے گیا۔ یہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ درمیانی عمر کا آدمی تھا اور عجیب وغریب کیفیت کا شکار نظر آ رہا تھا لیکن اس کے سامنے جو پیالہ رکھا ہوا تھا وہ خالی تھا اور بس خالی پیالے سے یہ بھاپ اٹھ رہی تھی۔ میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر قرب و جوار کی قبروں کو دیکھا۔ وہاں بھی ایسے خالی پیالے رکھے ہوئے تھے مگر ان میں سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔

"یہ کیا تماشا ہے .....؟"

"یہ مقبرہ ہوٹل ہے کیا سمجھے ..... ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو دنیاوی چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"اور تمہیں۔"

"مجھے بھی نہیں ہوتی۔"

"دیکھو ..... میں واقعی تم سے دوستی کرنا چاہتا ہوں کچھ معلومات کرنا چاہتا ہوں تم سے۔"

"آؤ تمہارے لئے چائے منگواتا ہوں۔" اس نے کہا اور لالٹین بجھا کر ایک طرف رکھ دی۔ پھر مجھے ساتھ لئے ہوئے ایک بنچ کی جانب چل پڑا۔ یہاں بیٹھ کر اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ہماری میز پر دو خالی پیالے رکھ دیئے۔

"ہم ..... مگر میں نے کہا اور پھر جب میں نے دیکھا تو میرے پیالے میں چائے موجود تھی جبکہ اس کا پیالہ خالی تھا۔

"یہ چائے ہے اس میں۔"

"تم ابھی تو زندہ ہو۔ مر کر تم یہاں آتے تو تمہارا پیالہ بھی خالی ہوتا۔" اس نے جواب دیا۔

عجیب طلسمی واقعات تھے۔ مرشد نے مجھے کہاں پھنسا دیا تھا لیکن کالے کفن کی کہانی جو انہوں نے سنائی تھی اس وقت کا ماحول اس پر بالکل صادق آتا تھا۔

"چائے پیو۔" اس نے کہا۔

مگر میرے ہاتھ چائے کے پیالے کی جانب نہ بڑھے تو وہ ہنس پڑا پھر بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"زندگی سے ایک ہی خطرہ رہتا ہے ہمیشہ۔"

"کیا ....."

"یہ کہ وہ چلی نہ جائے۔"

"کیا مطلب .....؟"

"اب تم دیکھو خوفزدہ ہو۔ مرے جا رہے ہو ڈر کے مارے۔ ایک ہم ہیں کتنی بے فکری سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہ کوئی ڈر نہ کوئی خوف۔ جانتے ہیں کہ اب زندگی کا جھگڑا ہی نہیں ہے۔ لیکن ..... ہاں یہ بات ہے کہ انسان ہر حال میں زندگی سے چمٹے رہنا چاہتا ہے۔ چاہے اس کے ساتھ وقت نے ایسی تیسی کیوں نہ کر دی ہو۔"

"میرے بھائی ..... یہ حقیقت ہے کہ تم نے میرے ہوش و حواس چھین لئے ہیں۔ تم جو کوئی بھی ہو اور یہ ماحول جیسا بھی ہے وہ اپنی جگہ لیکن ہے بہت عجیب وغریب۔ بہرحال اب جو کچھ بھی ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس بارے میں۔

نام کیا ہے تمہارا؟

"ہاں ..... اب آئے نا راہ راست پر۔ ناموں کا سلسلہ بھی بڑا عجیب ہے۔ ماں باپ بھی بغیر سوچے سمجھے نام رکھ دیتے ہیں اور بعد میں ان ناموں کا ایسا مذاق ہوتا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکے۔ میرا نام سلطان ہے۔ اب کیسے سلطان رہا ہوں۔ اس بارے میں کیسے بتاؤں تمہیں .....؟ لیکن بہرحال میرا نام سلطان ہے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"فرید اللہ"

"بھائی فرید ..... بڑی بری بیتی ہے مجھ پر ..... یہ میری اصلی شکل نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ عشق نے غالب نکما کر دیا۔ حالات نے کباڑا کر دیا۔ میری کہانی میں دنیا بھر کی درد کی داستانیں چھپی ہوتی ہیں کیا بتاؤں کیا ہے میری زندگی ..... کیسے کیسے ماحول سے گزرا ہوں کیا وقت پڑا ہے مجھ پر ..... لوگ مر جاتے ہیں اپنی موت مر جاتے ہیں لیکن وہ زندہ درگور کا لفظ سنا ہے نا تم نے ..... جیسا کہ میں نے ابھی تمہیں اس کے بارے میں بتایا۔"

"سن رہا ہے .....؟"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"سن رہا ہوں....."

"کیا تم مجھے اپنی کہانی سنانا پسند کرو گے.....؟"

"ہاں کیوں نہیں ..... یہاں تمہیں جتنے افراد نظر آ رہے ہیں۔ ان سب کے ساتھ ان کی زندگی کی کوئی نہ کوئی کہانی وابستہ ہے۔"

اچانک ہی میرے دل میں خوشی کا ایک طوفان امڈ آیا۔ اب مجھے احساس ہوا کہ استاد محترم مرشد اعلیٰ نے مجھے کالا کفن کیوں پہنایا ہے۔ کفن تو سفید ہوتے ہیں۔ کالے کفن کا مطلب ہے کہ ایسی کالی بھیڑ جو سفید بھیڑوں میں گھس آئی ہے۔ اور اس طرح مجھے یہاں پہنچا دیا گیا اور میری تحقیق کا کام مکمل کر دیا گیا۔ یعنی یہ کہ اتنے سارے مردے جن سے میں ان کی زندگی کی کہانی پوچھ سکتا ہوں۔ یہ تو ایک انوکھا تجربہ ہے میری زندگی میں..... لوگ ہزاروں پراسرار واقعات سے دوچار ہوتے رہتے ہیں لیکن کسی سے پوچھ لو۔ موت کے بعد زندگی کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ اگر یہ ماحول درست ہے اگر یہ حالات درست ہیں تو میں ایسی کہانیوں سے روشناس ہونے جا رہا تھا۔ جن سے شاید کوئی بھی روشناس نہ ہونے پائے آخر کار میں نے سلطان کی بات پر بھروسہ کر ہی لیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"سلطان ..... میں تم سے تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"کیا جاننا چاہتے ہو مجھ سے میرے بارے میں اور کیا بتاؤں میں.....؟ بس یوں سمجھ لو کہ آج بھی جب اس کا تصور ذہن میں آتا ہے تو شعور کی سطح پر حسن و شباب کی ایک منہ بولتی موت ابھر آتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ذہن نجانے کیسے کیسے جذبات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ان جذبات میں محبت کے جذبے بھی ہوتے ہیں اور نفرت کے بھی۔ لیکن میں اسے چاہتا تھا۔ آہ میں اسے بہت زیادہ چاہتا تھا وہ ..... وہ میری زندگی کا سب سے بڑا خواب تھی اور وہ خواب مجھے حاصل ہو چکا تھا اور میرے حاصل شدہ خواب کا نام تھا سائرہ۔"

"سائرہ ..... یہ کون تھی" میں نے سوال کیا۔

"میں اس کا دیوانہ تھا اور اس کا قرب میسر آتے ہی مجھ پر دیوانگی طاری ہو جاتی تھی۔ بعض اوقات میرے دل میں اس کے خلاف ناپسندیدگی اور نفرت کے جذبات بھی

موجزن ہو جاتے تھے اور آج تک ایسا ہوتا ہے۔ دونوں طرح کے جذبات دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں لیکن جیسا کہ پہلے ہوتا تھا کہ نفرت کا جذبہ کچھ زیادہ دیر پا ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جذبات کی تپش کچھ اس طرح بڑھ جاتی ہے کہ اس کے یاد آتے ہی میں دیوانہ ہو جاتا ہوں ..... دیوانے۔" "لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کون تھی....."

"بیوی تھی میرے بھائی ..... نہ صرف بیوی بلکہ محبوبہ تھی۔ میں اسے اتنا ہی چاہتا تھا شادی کے بعد بھی جتنا کوئی عاشق اپنی محبوب کو چاہ سکتا ہے۔ وہ حسین تھی اس قدر حسین کہ اس کے حسن کو اپنی گرفت میں نہیں لایا جا سکتا۔ اس کے شباب کا یہ عالم تھا کہ اس کی تعریف میں لغت میں بھی الفاظ تلاش نہیں کیے جا سکتے۔ میں اسے اپنے دل کی تمام تر گہرائیوں سے چاہتا تھا لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے ..... ہاں ایسا بھی ہوتا ہے اور اب اس کے لئے میرے دل میں نفرت کے جذبات بھی پیدا ہونے لگتے ہیں اور میں بمشکل ان سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہوں۔ اصل میں سائرہ ایک ایسی عورت تھی جو ہمیشہ ایک ہی قسم کے کھانا کھانے سے پیٹ بھرنا پسند کرتی تھی لیکن منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے اسے دوسرے کھانوں میں ہاتھ ڈالنے سے بھی عار نہیں محسوس ہوتا تھا۔"

"کیا مطلب ....." میں سمجھا نہیں۔

"ابے یار ..... تھوڑا سا کھوپڑی کا استعمال بھی کرو۔ یا پھر ہتھوڑی لاؤں۔ کھوپڑی پر دو ہتھوڑیاں لگا دوں تو اس کی سمجھ تیز ہو جائے گی۔"

"مگر مجھے سمجھا تو دو۔"

"کیا سمجھاؤں ..... محبت تو وہ مجھ سے ہی کرتی تھی لیکن کبھی کبھار ایسے پسندیدہ جوان کی ہمت افزائی کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتی تھی جو اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے جہنم میں چھلانگ لگانے کو تیار رہتے تھے۔ ایسا اگرچہ زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ ایک غیرت مند مرد کی زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ کوئی بھی اپنی بیوی کی اس نظر بازی کو پسند نہیں کرتا۔ میں شازیہ کی اس کیفیت کے بارے میں جانتا تھا اور اس سے شدید نفرت کرتا تھا۔ یہ نہ سمجھتا کہ وہ بدکردار تھی ..... بس یوں سمجھ لو کہ نظر بازی اس کا شوق تھا حسن پرست تھی۔ میں ..... میں شاید اس کے معیارِ حسن پر پورا نہیں اترتا تھا اس لئے اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹک جاتی تھیں لیکن مشکل یہ تھی کہ ان پر قابو پانا بھی میرے بس کا روگ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں تھا۔ ایک بار میں نے اس سے اس سلسلے میں شکایت کی تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں اس کے ذاتی معاملہ سے کوئی سروکار نہ رکھوں۔ وہ مجھ سے قطع تعلق کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ بہرحال مجھے اس کے جملے ناپسند تھے اس کی باتیں زہریلی لگتی تھیں۔ ممکن تھا کہ میں اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا اگر مجھے اس بیوفا سے شدید محبت نہ ہوتی میں اس کی بے راہ روی کو برداشت کرتا رہا اور اس نے میری اس خاموشی سے ہمیشہ ناجائز فائدہ اٹھایا لیکن افسوس وہ مجھے نہ ملی ہوتی اور میں نے اسے دیوانہ وار نہ چاہا ہوتا یا پھر وہ ایک باوفا اور شوہر پرست عورت ہوتی۔ آہ میں نے کتنے دکھ اٹھائے اس کی وجہ سے اور اس طرح مجھے زندہ درگور نہ ہونا پڑتا۔ بہرحال ایسا ہوا ہے۔

''میں اب بھی سمجھ نہیں پایا تمہاری بات۔''

میں نے اسے کہا اور اس نے مجھے گھور کر دیکھا پھر اس نے کہا۔

''میں تمہیں تفصیل سے اپنی داستان سناتا ہوں۔''

''میں نے اپنے دل میں مسرت کی لہریں اٹھتی ہوئی محسوس کیں۔ میں شاید کسی سنسنی خیز واقعے یا کہانی سے روشناس ہونے جا رہا تھا۔ اس نے گردن جھکائی دیر تک سوچتا رہا۔ اور میں اس دوران اس کا جائزہ لیتا رہا۔ اس شخص نے جس تذکرے کا آغاز کیا تھا اگر وہ واقعی حقیقت پر مبنی ہے تو ضرور دلچسپ ہوگا۔ کچھ لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

''انسانی جذبے عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ موسم' تہوار' خوشیاں سب کا تعلق انسان کی اندر کی کیفیت میں ہوتا ہے۔ وہ سردیوں کی کہر میں لپٹی ہوئی تھی اور میں اپنے دن بھر کی مصروفیات سے نمٹنے کے بعد اپنے گھر جا رہا تھا کہ راستے میں میری ملاقات ایک شناسا ڈاکٹر غلام سے ہوگئی۔

ڈاکٹر غلام میری نسبت بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا۔ وہ سائنس دان تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک زمانے میں میں جس کالج میں پڑھتا تھا وہ بھی اس میں پڑھتا تھا۔ اس کی عجیب و غریب شخصیت سے ہم سب واقف تھے۔ نوجوانی کی عمر سے ہی اس کے اندر ایک عجیب سا احساس پلتا تھا اور اس کے بعد وہ طویل عرصے کے لئے غائب ہوگیا۔ مجھے اس کے بارے میں نہیں پتہ چل سکا۔ پھر جب میں نے اسے دیکھا تو وہ ایک شاندار

شخصیت کا مالک تھا اور جس جگہ میں رہتا تھا وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک عمارت میں اس کا قیام تھا۔ اس کا پتا مجھے تھوڑے ہی عرصے بعد چل گیا تھا اور بڑی خوشی ہوئی تھی مجھے اپنے پرانے دوست سے مل کر۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ پستہ قامت' بے ہنگم سا آدمی تھا حالانکہ وہ مجھے شروع ہی سے ناپسند تھا لیکن اس کی گفتگو بے حد دلچسپ ہوتی تھی۔

بہرحال میں اس سے ملا اور ہمارا اس کے گھر آنا جانا ہوگیا تھا۔ تو میں اس رات کی بات کر رہا تھا جب وہ مجھے ملا تھا اور ہم دونوں رسمی سلام دعا کے بعد آگے بڑھ گئے تھے۔''

''تم تو بہت مصروف رہتے ہو کبھی آتے ہی نہیں میں ہی اکثر آ جایا کرتا ہوں۔''

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے ڈاکٹر صاحب ..... یہ بتایئے آپ خیریت سے تو ہیں نا۔''

''ہاں اس نے جواب دیا۔''

''اور آپ کے سائنسی معاملات کیسے چل رہے ہیں؟''

''میرے بھائی تم یہ بات جانتے ہو کہ میں آزاد خیال آدمی ہوں' اپنی پسند کے کام کرتا ہوں' سائنس کی جو ڈگریاں مجھے حاصل ہو چکی ہیں سرکاری طور پر ان کی پذیرائی ہوتی ہے لیکن میں نے کبھی سرکاری ملازمت قبول نہیں کی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں جس قسم کا آدمی ہوں۔ میں لگے بندھے اصولوں پر کام نہیں کر سکتا۔ حکومت اگر مجھے موقع دے تو میں اپنے طور پر ایسے ایسے تجربات کر کے ایسی ایسی چیزیں حکومت کے حوالے کروں کہ وہ حیران رہ جائیں۔ لیکن وہاں وہی بات ہے کہ سب کچھ اپنی پسند کے مطابق کہ یہ کرنا ہے۔ وہ نہیں کرنا۔ میں نے چکر ہی نہیں رکھا ایسا ..... چھوٹے موٹے تجربات اپنے طور پر کرتا رہتا ہوں اور اپنے لئے خوشیاں حاصل کرتا ہوں۔''

''آج کل کیا ہو رہا ہے.....؟'' میں نے سوال کیا۔

وہ پہلے ذرا سا ہچکچایا پھر مسکراتا ہوا بولا۔

''آج کل میں اپنی زندگی کے سب سے اہم سائنسی تجربے میں مصروف ہوں۔''

''وہ کیا ہے.....؟''

''ایک ایسی عجیب و غریب مشین جس کے پلک جھپکنے سے بھی کم عرصے میں انسانی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

زندگی کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔"

"انسانی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے تو ایسی ایسی مشینیں ایجاد ہوچکی ہیں جس میں پلک جھپکنا کیا بلکہ پلک ہی کا موقع نہ مل سکا۔"

"ہاں یہ تو ہے لیکن بات طریقہ کار کی ہے۔"

"آپ کی وہ مشین کس قسم کی ہے.....؟"

"بس تم نے سینما گھروں میں استعمال ہونے والا فلمی پروجیکٹر تو دیکھا ہوگا۔ ظاہری شکل وصورت میں مشین ایسی ہی ہے اس کا سوئچ آن ہوتے ہی مشین سے ایک تیز شعاع خارج ہوتی ہے اور پھر جو بھی اس شعاع کی زد میں آجائے سمجھ لو زندگی سے محروم ہو جاتا ہے۔ میں اس مشین کو ابھی تجرباتی دور میں لائے ہوئے ہوں لیکن ذرا غور کرو نہ ایٹم بم نہ ہائیڈروجن نہ میزائل نہ گولیاں۔ اگر ایسے بڑے سائز کی مشین فوج کے حوالے کر دی جائے تو سمجھ لو کہ فوج کا ایک جوان' دشمن کی ایک بٹالین کے لئے کافی ثابت ہوگا لیکن کیا کیا جائے..... کیا کیا جائے بس نقصان کرتے ہیں یہ لوگ نقصان کرتے ہیں اپنا۔ مجھ جیسے عظیم سائنسدان کو کھو دیا ہے انہوں نے کیا سمجھے.....؟"

"کیا سمجھتے ہو ڈاکٹر غلام کو.....؟ بس کوئی سمجھنے والا ہی نہیں ملا آہ میں کیا کروں ..... کیا کروں.....؟"

وہ عجیب سے انداز میں بولا اور میں واقعی دلچسپی سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

سلطان یہ کہہ کر خاموش ہوگیا اور میں اس کے آگے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

سلطان نے اپنی آنکھیں میری آنکھوں میں ڈال دیں اور پھر اس کی مدھم آواز ابھری۔

"یہ کہانی دنیا کی انوکھی کہانی ہے۔ تم میرے احساسات کو اپنے وجود میں ڈھال لو تو اس کہانی سے زیادہ بہتر انداز میں لطف اندوز ہوسکتے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں....."

میں گھبرا کر بولا اور میں نے اپنے اطراف میں نگائیں دوڑائیں لوگ خاموشی سے بیٹھے ہوئے اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ میرا محسن جسے میں نے گورکن سمجھا تھا اپنے آپ میں مصروف تھا اور اس کی گردن بھی جھکی ہوئی تھی۔ ماحول پر ایک سنگین خاموشی طاری تھی۔ مقبرہ ہوٹل میں ایسا سناٹا پھیل گیا جیسے کچھ دیر پہلے یہاں کسی کا وجود ہی نہ ہو۔

پھر میری آنکھوں نے ایک اور بھیانک منظر دیکھا۔ گوشت پوست کے بنے ہوئے لوگ جو میزوں پر زندہ انسانوں کی مانند بیٹھے ہوئے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے تاریکی کے غلاف میں لپٹے جا رہے ہوں۔ قرب و جوار میں گہرا سناٹا اور ہلکی ہلکی تاریکی پھیلتی جا رہی تھی اور اس کے بعد.....

آہ اس کے بعد میرے سارے وجود میں کپکپی دوڑ گئی کیونکہ میرے اطراف انسانی ڈھانچے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب رات کی تاریکی پھیلتے ہی اپنی اصلی شکل میں آگئے تھے۔ ہڈیوں کا وجود خاموش' اداس' ساکت بیٹھے ہوئے یہ منظر میرے لئے ناقابل یقین تھا۔

آہ..... وہ ہوگیا تھا جو میں نے نہیں سوچا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ میں یہاں سے اٹھ کر باہر بھاگ جاؤں۔ میرے قدم من من بھر کے ہوگئے تھے میں بھاگ نہیں سکتا تھا میں جنبش بھی نہیں کرسکتا تھا۔ تب اچانک سلطان کی آواز ابھری۔

"اور اب ہم بجھ گئے ہیں لیکن کہانی ادھوری نہیں رہنی چاہئے جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ اگر تم میرے احساسات کو اپنے آپ پر طاری کرلو تو تم زیادہ بہتر طریقے سے صورتحال کو سمجھ سکتے ہو۔ میرے دوست .....غور کرو تم سلطان ہو' سائرہ تمہاری زندگی ہے اور تم تم اسے دیکھ رہے ہو' غور کر رہے ہو۔ محسوس کر رہے ہو ذرا دیکھو یہ ہے ڈاکٹر غلام جو مجھ سے تم سے یعنی سلطان سے بات کر رہا ہے۔ بلاشبہ میرے دل و دماغ میں ایک تصویر ابھر آئی۔ ڈاکٹر غلام تھا اور میں اسے اچھی طرح جانتا تھا میں سائرہ کو بھی جانتا تھا۔ اس نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"اگر دنیا والے ڈاکٹر غلام کو سمجھ پاتے یہ جان لیتے کہ وہ کس پائے کا سائنسدان ہے تو تم یقین کرو کہ لوگ اس کی عظمت کے چراغ جلاتے۔ اس کے نام پر باقاعدہ اکیڈمی قائم کی جاتی۔ جانتے ہو میں نے اپنی اس حیرت انگیز ایجاد کا تجربہ ایک چوہے پر کیا تھا اور آج یہ تجربہ ایک خرگوش پر کرنے جا رہا ہوں۔"

"بہت خوب ڈاکٹر غلام .....مگر پچھلی رات کا تجربہ کس حد تک کامیاب رہا؟"

"سو فیصدی ..... سو فیصدی۔ اس سے پہلے کہ چوہے کو اپنے جسم پر شعاع کی موجودگی کا احساس ہو جائے اس کی جان نکل گئی۔ یہی حال آج بیچارے خرگوش کا ہوگا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اگر تم چاہو تو تم خود اپنی آنکھوں سے میرے گھر چل کر اس تجربے کو دیکھ سکتے ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اچانک ہی میرے دل میں تجسس کا خیال پیدا ہو گیا اور میں نے اس تجربے سے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''کیا یہ ممکن ہے ڈاکٹر غلام؟''

''آؤ میرے ساتھ ..... میں تمہاری قربت میں اس تجربے کو کر کے خوشی محسوس کروں گا۔''

پھر میں نے ڈاکٹر سے کہا۔

''مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب کہ آپ ابھی اور اسی وقت یہ تجربہ کریں گے؟''

''نہیں ..... رات کو ساڑھے دس بجے۔''

''تو اگر آپ اجازت دیں تو میں رات کو ساڑھے دس بجے آپ کے بنگلے پر پہنچ جاؤں۔''

''ہاں ..... ایسا کرلو۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔'' ڈاکٹر غلام نے کہا اور اس کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

حیرت کی بات تھی کہ میں اپنے آپ کو سوچ سکتا تھا اپنے آپ پر غور کرسکتا تھا میرے اپنے بدن کی جنبش میری اپنی تھی لیکن میں اس وقت سو فیصدی سلطان تھا میں اپنے وجود کو بھولا بھی نہیں تھا مگر پھر بھی ایسا لگتا تھا کہ جیسے میرا سارا وجود سلطان کے قبضے میں ہو۔ یہ ایک انوکھا تجربہ تھا میری زندگی کے لئے۔ لیکن آہستہ آہستہ میں اپنے آپ کو اس تجربے کے لئے تیار کرنا جا رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کہانی کا انجام کیا ہے۔ یہ کیسی کہانی ہے اور اس کا آغاز کیا ہوگا۔ بہرحال میرے اندر دلچسپی کے جذبے جنم لے رہے تھے۔ اپنے گھر میں داخل ہونے کے بعد میں نے سائرہ کو دیکھا وہ میرا انتظار کر رہی ہے۔ مجھے دیکھتے ہی بولی۔

''کیا تم نے زیادہ دیر نہیں کردی ڈیئر سلطان۔''

''کیا واقعی مجھے دیر ہوگئی.....'' میں نے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور وہ محبت بھری میری بازوؤں کی گرفت میں آ گئی۔ بہرحال میں اس سے دیر سے آنے کی

معافی مانگ کر اس کمرے کی جانب بڑھ گیا جو لباس تبدیل کرنے کا کام آتا تھا۔ بڑی عجیب صورتحال تھی میری نہ چاہتے ہوئے بھی میں سائرہ کی قربت کو محسوس کر رہا تھا اور اس وقت میری کیفیت سلطان جیسی تھی۔ پھر میں نے لباس تبدیل کرلیا اور تھوڑی دیر کے بعد کھانے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بہت دیر تک سائرہ سے دلچسپی کا سلسلہ جاری رہا اور اس کے بعد میں نے اسے کہا۔

''سائرہ ..... میں ذرا ڈاکٹر غلام کی طرف جا رہا ہوں۔'' میرے ان الفاظ پر سائرہ نے چونک کر مجھے دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

''ڈاکٹر غلام۔'' اس کے ہکلانے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن بہرحال میں نے اسے نظر انداز کر دیا اور اس کے بعد آہستہ سے چلتا ہوا ڈاکٹر غلام کے بنگلے پر پہنچ گیا جو میرے گھر سے چند ہی گز کے فاصلے پر تھا۔ سلطان کے گھر کو میں اپنا گھر کہہ سکتا ہوں لیکن میں کیا کروں میں اس وقت فرید بھی تھا اور سلطان بھی۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے فرید سلطان کہہ سکتے ہیں۔ بہرحال ڈاکٹر غلام اپنی خوابگاہ میں میرا منتظر تھا۔ پھر مجھے دیکھ کر بولا۔

''آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا آیئے تجربہ گاہ میں چلیں۔ بنگلے کی بالائی منزل کا بڑا ہال اس کی تجربہ گاہ تھا۔ فرش اور دیواروں پر جگہ جگہ سائنسی آلات نصب تھے۔ ہال کے درمیان وہ بڑی میزیں موجود تھیں۔ جن پر مختلف مرتبان۔ بوتلیں اور ٹیوب نظر آ رہے تھے۔ بڑی بڑی الماریاں چنی ہوئی تھیں جن میں نامعلوم کیا کیا الا بلا چیزیں بھری ہوئی تھیں لیکن میری توجہ کا مرکز سفید رنگ کا ایک موٹا تازہ خرگوش تھا جو ایک پنجرے میں نظر آ رہا تھا۔ اپنے انجام سے بے پرواہ بیچارہ جانور گھاس کی پتیاں کھانے میں مصروف تھا۔

ڈاکٹر غلام مجھے اس میز پر لے گیا جس پر پروجیکٹر سے ملتی جلتی ایک چھوٹی سی مشین رکھی تھی۔ موت کی شعاعوں کا اخراج اس عجیب وغریب مشین کے ذریعے عمل میں آتا تھا۔ میری نگاہیں تجسس کے عالم میں اس مشین پر مرکوز ہوگئیں۔ ڈاکٹر غلام بڑے غور سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ چند لمحے تک وہ اس کے مختلف لیور اور بٹن دباتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر خفت سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''اب میں اپنا تجربہ کرنے جا رہا ہوں۔ خرگوش کا پنجرہ اس کے سامنے رکھ کر مشین

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا بٹن دبا دوں گا۔ اور پھر جو کچھ بھی ہوگا اسے آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ لیکن آپ چند لمحات کے لئے اس طرف آجایئے۔ یہاں اس مشین کے سامنے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ پر کسی قسم کا تجربہ نہیں کرنے جا رہا۔"

میں مسکراتا ہوا مشین کے سامنے کھڑا ہوگیا اور اس کے بعد جو کچھ ہوا میرے فرشتے بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔ پھر اچانک ہی ڈاکٹر غلام نے مشین کا بٹن دبا دیا تھا۔ اگلے ہی لمحے اس سے تیز شعاع خارج ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ہی مجھے محسوس ہوا تھا جیسے ہزاروں باریک سوئیاں میرے جسم میں پیوست ہوگئی ہوں۔ اور اذیت سے میرا پورا جسم پسینے سے شرابور ہوگیا۔ یقین کیجئے اس سے پہلے میں نے کبھی بھول کر بھی اس اذیت ناک تکلیف کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا مگر خدا کا شکر ہے کہ وہ اذیت کے لمحات زیادہ دیر پا نہیں تھے اور شدید اذیت کا احساس میرے دل سے دور ہوگیا۔ اب میں پوری طرح پرسکون تھا جیسے مجھے کوئی تکلیف کبھی تھی ہی نہیں۔ اچانک میری نظریں تجربہ گاہ کے فرش پر پڑیں اور اگلے لمحے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا دماغ بھک سے اڑ گیا ہو۔ جیسے کوئی ہولناک اور خوفناک خواب میرے سامنے آ گیا ہو۔ تجربہ گاہ کے فرش پر ٹھیک میرے قدموں میں میرا اپنا جسم پڑا ہوا تھا۔

جی ہاں ..... اوہ برابر شک کی گنجائش نہیں تھی اس میں وہ سو فیصدی میں ہی تھا۔ بالکل بے حس و بے حرکت اور کسی بے جان لاش کی طرح میرے چہرے پر بڑے کرب اور اذیت کے تاثرات تھے۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن خوب دیر سے دیکھنے کے باوجود مجھے ان آنکھوں میں زندگی کی چمک نظر نہیں آ رہی تھی۔ گویا میں مر چکا تھا اور میرے قدموں میں اس وقت میری اپنی لاش موجود تھی اور میں جو اپنے آپ کو محسوس کر رہا تھا جسم نہیں تھا بلکہ یہ میری روح تھی جو خود میرے وجود کو دیکھ رہی تھی۔ خوف و دہشت کی ایک تیز لہر میرے سارے جسم میں دوڑ گئی اور میں ایک جھرجھری سی لے کر رہ گیا۔ موت کا تصور ہی انسان کو لرزا دینے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے تو میری لاش موجود تھی۔ میرا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ مجھے ایک دم احساس ہوا کہ میں سلطان کی جگہ موت کا شکار ہوگیا ہوں۔

آہ ..... اس سے تو بہتر تھا کہ تیجا کے ساتھ ہی ہنگامہ آرائی چلتی رہتی۔ میں اس

تجرباتی زندگی میں نہ آتا۔ یہ تو زندگی ہی مجھ سے چھن گئی تھی۔ ماں باپ سے ملاقات کا تصور ادھورا ہی رہ گیا تھا۔ میں اس منحوس ڈاکٹر کا شکار ہوگیا تھا۔ دھوکا ہوگیا تھا میرے ساتھ۔ کاش میں اس گورکن کے پیچھے یہاں تک نہ پہنچتا۔ بے اختیار میری نگاہیں ڈاکٹر غلام کے چہرے کی طرف اٹھ گئیں اور میں نے دیکھا کہ میری روح کی موجودگی سے بے خبر وہ بڑے غور سے میری لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا اور اس کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نہیں تھے۔ میں کافی دیر تک تو اس کشمکش کا شکار رہا کہ محسوس کروں کہ مرنے والا میں ہوں یا سلطان ..... لیکن اس سے زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ ڈاکٹر غلام نے خرگوش پر تجربہ کر کے دکھانے کے بجائے مجھ پر ہی تجربہ کر ڈالا تھا کیا اس سے کوئی غلطی ہوگئی ہے اور اس غلطی سے میری روح میرے جسم سے علیحدہ ہوگئی ہے۔ یا وہ سچ مچ میری موت چاہتا تھا لیکن تعجب کی بات تھی ..... بے حد تعجب کی بات تھی۔ اگر وہ میری موت چاہتا تھا تو آخر کیوں ..... آخر کیوں یہ سوال میرے ذہن میں تھا لیکن میں نجانے کیوں ڈاکٹر غلام سے یہ سوال نہیں کر پا رہا تھا کہ اچانک میں نے محسوس کیا کہ ڈاکٹر غلام اپنی جگہ سے ہٹا ہے۔ وہ میرے بالکل برابر آ کر کھڑا ہوگیا اور اس نے جھک کر ایک بھرپور نگاہ میرے چہرے پر ڈالی۔ میرے سیدھے ہاتھ کی کلائی تھام کر میری نبض کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر دل کی دھڑکنیں ڈھونڈنا چاہیں لیکن جسم میں زندگی کی حرارت باقی نہیں تھی۔ کچھ لمحے گزر گئے۔ وہ میری لاش پر جھکا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے اس کے ہونٹوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ ابھرتے ہوئے دیکھی۔ ایک بار پھر میرا دل دھک سے ہوگیا۔ یہ مسکراہٹ اس بات کا ثبوت تھی کہ اس نے جو کچھ کیا ہے جان بوجھ کر کیا ہے۔

آہ ..... یہ تو قتل ہے۔ یہ تو سو فیصدی قتل ہے۔ جو اس نے اپنی ایجاد کردہ مشین کے ذریعے کیا۔ لیکن اس قتل کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ آخر اس نے ایسا کیوں کیا ہے ..... البتہ میں نے اپنے آپ کو بالکل بے بس محسوس کیا میں تو جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میرا وجود تو صرف ایک ہوا کی مانند رہ گیا تھا اور یہ ہوا کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ میرا قاتل میری آنکھوں کے سامنے میرے بالکل قریب موجود تھا لیکن میں اس سے انتقام نہیں لے سکتا تھا۔ ڈاکٹر غلام بڑی دلچسپ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس نے شانے ہلانے اور پھر مطمئن انداز میں اپنی مشین کا بٹن آن کر کے دروازے کی جانب چل پڑا۔ میں نے بھی اس کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ میرا اپنا وجود روئی کے ہلکے پھلکے گالے یا برف کے ذرے کی مانند فضا میں تیر رہا تھا یہ لطافت اس میں کوئی شک نہیں کہ بہترین تھی لیکن مجھ جیسا ذہین آدمی یہ سمجھ چکا تھا کہ میں اس وقت بالکل بے جسم ہوں اور میرے جسم کا کوئی وجود نہیں ہے۔ بہرحال میں تیزی سے آگے بڑھتا ہوا اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے میرے بارے میں کوئی علم نہیں اور وہ بالکل نہیں جانتا کہ میں اپنی موت کے باوجود اس کے قریب موجود ہوں وہ بڑی آہستگی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ اس کے جسم پر گرم اور بھاری کپڑے موجود تھے جبکہ مجھے سردی کا بالکل احساس نہیں ہو رہا تھا۔ حالانکہ کچھ دیر پہلے اس کے گھر کی جانب آتے ہوئے راستے میں میں نے کافی سردی محسوس کی تھی۔ چنانچہ وہ آگے بڑھتا رہا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر وہ جاتا کہاں ہے..... پھر میں نے اسے گھر سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ میرے گھر کی جانب جا رہا ہے۔ سائرہ سے میں کہہ کر آیا تھا کہ ڈاکٹر غلام کی طرف جا رہا ہوں اور ذرا دیر سے واپس آجاؤں گا۔ پتہ نہیں وہ لیٹ ہوگئی ہوگی ہوسکتا ہے سو بھی گئی ہو۔ مگر ڈاکٹر غلام اس طرف کیوں جا رہا ہے..... آہ..... کہیں اب یہ میری سائرہ کو تو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ میرے دل میں اضطراب کی لہریں بیدار ہوگئیں۔ میں یہ سوچنے لگا کہ اس بے وجود جسم کے ساتھ اسے کیا نقصان پہنچا سکتا ہوں اگر اس نے سائرہ کو کچھ نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

بہرحال میں آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چلتا رہا۔ دیکھوں تو سہی یہ بدبخت کیا کرنا چاہتا ہے اور پھر لازمی طور پر وہ سائرہ کے کمرے کے سامنے جا رکا۔ کمرے میں ابھی تک تیز روشنی ہو رہی تھی۔ سائرہ جاگ رہی تھی ہوسکتا ہے کہ وہ میرا انتظار کر رہی ہو۔ وہ اندر داخل ہوگیا اور یہ دیکھ کر میں نے ایک لمحے کے اندر اندر اپنی کیفیت عجیب سی محسوس کی کہ سائرہ ڈاکٹر غلام کو دیکھ کر مسکرائی تھی وہ اس وقت مسہری پر بیٹھی تھی اور اس نے شب خوابی کا باریک لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ کس قدر حسین اور پرشباب نظر آ رہی تھی۔ میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ سائرہ جیسا حسن بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔ میں نے آج تک بے وفائی کی جھلک محسوس نہیں کی تھی لیکن اس وقت وہ جس طرح ڈاکٹر غلام

کو دیکھ کر مسکرائی تھی اس سے میرے وجود میں آندھیاں چلنے لگیں میرا جسم تو کسی قابل نہیں تھا بلکہ تھا ہی نہیں وہ تو بہت دور ڈاکٹر غلام کی لیبارٹری میں پڑا ہوا تھا۔ لیکن میری روح یہاں موجود تھی۔ میں دیکھ سکتا تھا' سن سکتا تھا' سوچ سکتا تھا' محسوس کرسکتا تھا لیکن آہ..... کسی چیز کو چھو نہیں سکتا تھا۔ میرے جسم میں چھپا ہوا میں ابھی تک زندہ تھا۔ اور موت میرے مادی جسم پر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ سائرہ نے ڈاکٹر غلام کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے..... تم اس وقت اور وہ کہاں ہے.....''

''یوں سمجھ لو کہ میری روح کی زندگی بالکل صاف ستھری ہوگئی۔ آہ..... میں اپنی ایجاد پر جس قدر ناز کروں کم ہے۔ میں نے اس کے ذریعے اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد پالیا۔ میں ہمیشہ افسوس کرتا رہا تھا کہ کسی نے میری ایجاد کی پذیرائی نہیں کی اور میں اتنا بڑا کارنامہ انجام دے کر بھی اتنی بے مقصد زندگی گزار رہا ہوں۔ لیکن آج..... آج مجھے میری زندگی کا مقصد مل گیا ہے۔''

''پتا نہیں..... کیا کہہ رہے ہو.....'' سائرہ کے انداز میں جو ناز بھری کیفیت تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے اور ڈاکٹر غلام کے درمیان بے تکلفی آخری حد سے بھی گزری ہوئی ہے۔

ڈاکٹر غلام نے جس طرح اس کے وجود کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا اس سے یہ احساس ہوتا تھا۔ سائرہ نے اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''تمہارا دماغ کچھ خراب ہے۔ سلطان تمہارے پاس ہی گیا ہوا ہے اور تم یہاں..... وہ آتا ہی ہوگا اور اس کے بعد تم سوچو کہ کہاں ہوگے..... وہ تم سے زیادہ طاقتور اور صحت مند ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' ڈاکٹر غلام شیطانی انداز میں مسکرایا۔

''تو پھر.....''

''وہ اب یہاں کبھی نہیں آئے گا۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا.....؟''

''میری جان..... تمہارا حسن و جمال بڑے بڑے ہوشمندوں کو پاگل بنا دینے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لئے کافی ہے لیکن اس وقت میں بالکل صحیح الدماغ ہوں۔ سلطان اب کبھی نہیں آئے گا اور میں نے سائرہ کے چہرے پر خوف کے سائے دیکھے۔

"تم کیا بک رہے ہو غلام .....؟"

"صرف اور صرف تمہارا غلام۔"

"مگر تم کہہ کیا رہے ہو ..... کیا تم نے .....؟ تم نے .....

اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں ..... میں نے اسے راستے سے ہٹا دیا ہے۔ لیکن تم اس قدر پریشان کیوں نظر آ رہی ہو۔ تمہیں تو خاموش ہونا چاہئے۔ ہماری سکیم تو سو فیصدی کامیاب رہی۔ سلطان اب کسی دشواری کے بغیر ہمارے راستے سے ہٹ گیا۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے او..... میرے خدا تم نے ..... تم نے اسے قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ ..... وہ میرا شوہر تھا۔ آہ ..... تم اسے قتل کر کے یہاں آئے ہو۔" وہ کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح تن کر کھڑی ہوگئی۔ اور میں نے شاہ سلطان کی حیثیت سے اپنے وجود میں مسرت محسوس کی۔ کیا حماقت کی بات ہے میرا تو اس عورت سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔ میں تو اس ادھار کے وجود میں ہوں لیکن وجود تو اب بھی نہیں ہے بلکہ اس ادھار کے وجود میں تو اپنا وجود بھی کھو چکا ہوں۔ بہرحال اس وقت سلطان کی حیثیت سے سوچنا زیادہ موثر تھا میرے لئے۔

میں نے محسوس کیا کہ سائرہ کو افسوس ہوا ہے میری موت کا اور وہ شیطان صفت ڈاکٹر کو صاف طور پر برا بھلا کہہ رہی تھی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔ لیکن ڈاکٹر غلام کے الفاظ بھی میں سن چکا تھا اور مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان دونوں نے آپس میں کوئی سکیم تیار کی تھی اور کچھ بھی تھا سائرہ میرے قتل میں شریک تھی۔ تاہم اسے افسوس میں دیکھ کر مجھے سرور کا سا احساس ہوا۔ میرے خیال میں وہ میری موت کی متمنی نہیں تھی بلکہ اس نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر ڈاکٹر غلام کو ایک کھلونے کی طرح استعمال کیا ہوگا۔ بہرحال یہ سب کچھ بڑا عجیب تھا اور دوسری طرف ڈاکٹر اسے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ سائرہ کے رویئے نے اس کی عقل چکرا کے رکھ دی تھی۔ کچھ لمحے کے بعد اس نے کہا۔

"نجانے تم کیا کہہ رہی ہو سائرہ۔ کیا تم خود اپنے شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنا نہیں چاہتی تھیں۔"

"اس طرح ..... اس طرح جیسے تو نے یہ کیا ہے۔ میں تھوکتی ہوں تیری صورت پر۔ دور ہو جا میری نگاہوں سے۔ تو کیا سمجھتا ہے۔ اپنی صورت دیکھی ہے تو نے۔ میں اگر چاہوں تو تجھے اپنے شوہر کے قتل کے الزام میں پھانسی کے تختے تک پہنچا سکتی ہوں۔ چلا جا اس وقت کہیں ایسا نہ ہو کہ میری دیوانگی عروج پر آ جائے۔ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ چلا جا یہاں سے۔" سائرہ آگ بگولہ بنی ہوئی تھی اور ڈاکٹر غلام حیرت زدہ تھا کہ اسے دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ اس کا وجود بھی روح سے خالی ہوگیا تھا۔ سائرہ کا یہ روپ اس کے لئے بالکل غیر متوقع اور حیرت انگیز تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت وہ بہت بدحواس اور گھبرایا ہوا ہے۔ اس کی ساری خوشی ختم ہو چکی تھی اور چہرے پر نحوست برس رہی تھی۔ کافی دیر تک وہ اسی کیفیت کا شکار رہا۔ آخر اس نے اپنی بدحواسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکتی سائرہ۔ حالانکہ تم نے ہمیشہ اس بات کا اظہار کیا کہ میری اور تمہاری محبت کے راستے میں سلطان ہی ایک رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ تم نے کئی بار حسد بھرے لہجے میں یہ بھی کہا تھا کہ آہ ..... کاش تمہیں سلطان سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا۔ لیکن اب ..... اب تمہاری یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اب تو میں صرف ایک ہی بات سوچ سکتا ہوں۔ وہ یہ کہ بے شک تم اپنے شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھیں لیکن اس مقصد کے لئے تم نے مجھے اپنا آلہ کار بنایا۔ یہ درست ہے کہ تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتیں لیکن تمہاری جیسی عورتوں کی فطرت کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم صحت مند اور خوبصورت مردوں سے کھیلنا چاہتی ہو لیکن سلطان کی زندگی میں یہ کھیل تمہارے لئے مشکل ہوگیا تھا۔ چنانچہ انتہائی چالاکی سے کام لیکر تم نے بڑی صفائی کے ساتھ اسے اپنے راستے سے ہٹا دیا اور اس کا ذریعہ مجھے بنایا۔"

"تو ایسے یہاں سے نہیں جائے گا ..... ایسے یہاں سے دفع نہیں ہوگا۔ میں ابھی تیرا حساب کتاب کرتی ہوں تو مجھ پر الزامات لگا رہا ہے کمینے کتے۔ میں اپنے شوہر سے محبت کرتی تھی اور دیوانوں کی طرح محبت کرتی تھی۔ میں اب بھی اسے پیار کرتی ہوں۔ میں تجھے ..... تجھے پولیس کے حوالے کر دوں گی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہ ٹیلی فون کی جانب بڑھی۔ تو ڈاکٹر غلام اس کے سامنے آ گیا اور بولا۔

"سنو ..... سنو سائرہ تم اس وقت ہوش و حواس میں نہیں ہو۔ پولیس کو ٹیلی فون کر کے تم کیا سمجھتی ہو کہ صرف مجھے پھنساؤ گی تم۔ اگر تم نے مجھے پولیس کے حوالے کیا تو مجھے تو پھانسی ہو ہی جائے گی مگر میں تمہارا وہ راز فاش کروں گا جو صرف میں جانتا ہوں' سمجھتی ہو نا ..... میں تمہارے سارے وجود کا راز دار ہوں ..... سارے وجود کا راز دار ہوں۔ میں بتا سکتا ہوں پولیس کو کہ تم کیسی ہو اور یہ بات عام لوگ نہیں بتا سکتے۔ اور میں نے سائرہ کا چہرہ بدلتے ہوئے دیکھا مجھے احساس ہوا کہ ڈاکٹر غلام کے یہ الفاظ اسے دہشت زدہ کرنے کے لئے کافی ثابت ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر غلام نے پھر کہا۔

"اور تم اپنے آپ کو معزز عورت تصور کرتی ہو۔ تمہیں اس وقت سے ڈرنا چاہئے جب تمہاری عزت سر بازار نیلام ہو جائے گی اور تم ایک مجرم کی حیثیت سے کٹہرے میں کھڑی ہو گی۔ اخبارات تمہاری تصویریں چھاپ رہے ہوں گے۔ کیا سمجھیں۔"

"تم ..... تم ..... کمینے کتے تم نے میرے شوہر کو ہلاک کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"فضول باتیں مت کرو سائرہ۔ تم بھی جانتی ہو اور میں بھی۔ ہم دونوں نے گیم کھیلا۔ لیکن میرا گیم کافی مخلصانہ تھا۔ تم نے البتہ مجھ سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔ سنو ..... ایک بار پھر میری بات سنو۔ جو کچھ ہوا ہے اسے نظر انداز کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں سلطان سے زیادہ محبت دوں گا۔ اور ..... اور تمہاری ہر خوشی پوری کر دوں گا۔"

"اپنی صورت دیکھی ہے کبھی آئینے میں۔ میں تھوکتی بھی نہیں تیری شکل پر کمینے غلام ....." سائرہ زخم خوردہ ناگن کی طرح تڑپ کر بولی۔

"چلو ٹھیک ہے یہی سہی۔ اگر تم واقعی مجھ سے نفرت کرتی ہو تو میں تم سے محبت اور چاہت کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ مگر سائرہ میں نے جو محبت کی ہے تمہیں اس کی ادائیگی کر کے رہنا پڑے گی۔ میں تمہیں نہیں بتا سکتا کہ میں نے تمہارے لئے کیا کیا مشکلات اٹھائی ہیں۔"

"ڈاکٹر غلام ..... مجھے اپنے شوہر کا سوگ منانے دے۔ مجھے ..... ڈاکٹر غلام مجھے تنہا چھوڑ دے۔ تو نہیں جانتا اس وقت نہ صرف تو بلکہ میں بھی مشکل حالات سے دوچار ہوں۔ تم نہیں جانتے کہ اس وقت تم کتنے بڑے خطرے سے دوچار ہو میں غلط نہیں کہہ

رہی۔ تمہارے لئے وقت کا ایک لمحہ بہت قیمتی ہے۔" سائرہ اس طرح تبدیل ہو کر بولی کہ نہ صرف میں بلکہ ڈاکٹر غلام بھی ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن نظر آنے لگی تھی۔ اس نے کہا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میرا مطلب سمجھو گے تو تمہارا دم نکل جائے گا۔ کیا وقت ہوا ہے۔"

"وقت" ڈاکٹر غلام نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"پونے گیارہ بج رہے ہیں۔"

"میرے خدا ..... میرے خدا۔" سائرہ کی آنکھوں میں وحشت تیرنے لگی۔ تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے بس تھوڑا سا وقت اور اس کے بعد ایک بہت بڑا خطرہ ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے سلطان کا چھوٹا بھائی یہاں پہنچ جائے گا اور تم جانتے ہو وہ کون ہے....."

"چھ ..... چھ ..... چھوٹا بھائی۔ محمود کی بات کر رہی ہو تم۔ وہ تو شاید میجر ہے۔ میجر محمود میں ایک بار اس سے مل چکا ہوں۔"

اسی کی بات کر رہی ہوں۔ تم جانتے ہو وہ اپنے بھائی کے پاس آ رہا ہے اور یہاں آ کر کیا ہو گا۔ اس کا اندازہ تمہیں خود بھی ہو سکتا ہے۔"

"واقعی ..... بات تو بالکل سچ ہے۔ لیکن اگر ایسی ہی صورتحال ہے تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"یہ بتاؤ ..... تم نے سلطان کے جسم کا کیا کیا۔ کیا تم نے اسے کسی طریقے سے محفوظ کر دیا ہے۔"

"نن ..... نہیں ..... وہ میری تجربہ گاہ میں موجود ہے۔ لیکن اسے کیسے پتا چلے گا کہ ایسا ہوا ہے۔"

"کمال کرتے ہو تم۔ وہ اپنے بھائی سے ملنے آ رہا ہے مجھ سے اس کے بارے میں پوچھے گا کیا جواب دوں گی۔ ویسے بھی فوجی آدمی ہے۔ اگر اسے شبہ ہو گیا تو میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ نہیں مائی ڈیئر ڈاکٹر غلام ..... میں اپنی زندگی کیوں تباہ کروں۔ غلطی تم نے کی ہے۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"چلو سائرہ ..... غلطی میں نے کی ہے یا نہیں کی ہے یہ تم بھی جانتی ہو لیکن اس وقت صورت حال تمہارے حق میں ہے چلو میرے ساتھ میرے کام میں میری مدد کرو۔"

"کک کیا مطلب ....." دیکھو میں تنہا وہ نہیں کرسکتا جو میں کرنا چاہتا ہوں ابھی۔ ہمارے پاس وقت ہے۔ میجر محمود کے آنے سے پہلے اگر ہم سلطان کی لاش ٹھکانے لگا دیں تو بچ سکتے ہیں۔ میں تمہاری مدد چاہتا ہوں اس سلسلے میں"

"مگر کرو گے کیا" ..... سائرہ نے پوچھا۔

"اس کی لاش وین میں رکھیں گے اور اس کے بعد دریا پر لے جا کر اسے دریا میں پھینک دیں گے"

"گویا تم اس قتل کو خودکشی کا رنگ دینا چاہتے ہو لیکن میں یہ نہیں کرسکوں گی۔ کچھ بھی تھا سلطان میرا شوہر تھا' اس کی لاش کو اس طرح سے ٹھکانے لگانا ....." سائرہ ..... زندگی جانے والی چیز ہوتی ہے۔ آج نہیں تو کل چلی جائے گی لیکن ایک بات تم بھی اپنے ذہن میں رکھو اگر کسی طرح میری گردن پھنسی تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے ..... میں تیار ہوں" سائرہ نے اچانک ہی کہا اور اس کے بعد وہ دونوں باہر کی جانب چل پڑے' کوٹھی پر سناٹے کی حکمرانی تھی لہذا وہ لوگ خاموشی سے یہ چھوٹا سا راستہ عبور کر کے دوسرے بنگلے میں داخل ہوگئے۔ میں بدستور ان کے پیچھے لگا ہوا تھا چند ہی لمحے کے بعد وہ دونوں اس منحوس کمرے میں نظر آئے جس میں ڈاکٹر غلام کی خطرناک ایجاد سے موت کا شکار ہوا تھا اور مشین کے سامنے تجربے گاہ کے فرش پر میری لاش اب بھی بے گوروکفن پڑی ہوئی تھی۔ البتہ میں نے محسوس کیا کہ اسے دیکھ کر سائرہ کے چہرے پر غم کے آثار پیدا ہوئے اور اس نے اپنے خوبصورت چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اس کے ہونٹوں میں دبی دبی سسکیاں نکلنے لگیں اور بدن پر لرزہ طاری ہوگیا' لیکن ڈاکٹر غلام نے اسے بہت دلاسے دیئے اور احساس ہوا کہ وہ وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ اس مختصر وقت میں انہیں سب کچھ کر لینا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد لاش کو گیراج تک لایا گیا اور اسے وین میں رکھ کر وین کو ڈاکٹر غلام نے ڈرائیو کرنا شروع کردیا سائرہ اس کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور میں اپنی لاش کے پاس بیٹھا اپنا ماتم کر رہا تھا وین کا سفر دریا پر ختم ہوا اور ڈاکٹر غلام نے دریا کے کنارے وین روک دی اس کے بعد وہ دونوں

میرے مردہ جسم کو سنبھالے دریا کے کنارے کی طرف جانے لگے جہاں تیز بہاؤ کے ساتھ دریا برق رفتاری کے ساتھ اپنی منزل کا سفر طے کر رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے میری لاش کو دریا کے پانی میں اچھال دیا ایک چھپاکا سنائی دیا اور اس کے ساتھ ہی میرا جسم ..... آہ میرا جسم بڑی بڑی موجوں کی آغوش میں روپوش ہوگیا' ڈاکٹر غلام نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"چلو چھٹی ہوئی آؤ اب واپس چلیں۔" تھوڑی دیر کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوگیا ابھی میجر محمود کے آنے میں کافی وقت تھا۔ چنانچہ وہ دونوں عقبی زینے سے گزرتے ہوئے عمارت میں آگئے اور چند لمحوں کے بعد وہ تجربے گاہ میں داخل ہوگئے۔ میں نے سائرہ کے چہرے پر ایک عجیب سا احساس دیکھا نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سائرہ کچھ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ حالانکہ پہلے اس کا موڈ کافی مختلف تھا لیکن اب اس نے موڈ بدلتے ہوئے کہا۔

"مجھے اپنی اس خطرناک مشین کو دکھاؤ اور میں اس کے چہرے کو بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔" سائرہ اس طرح تبدیل ہوگئی تھی کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ اپنے شوہر کی موت کا ماتم کر رہی ہو۔ اچانک ہی ڈاکٹر غلام نے پرخیال انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نہیں جانتیں ..... یا تم بھول گئی ہو کہ اس وقت ہمارے پاس بالکل وقت نہیں ہے۔ میجر محمود پہنچنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کے آنے سے پہلے یہ سارے کام ختم ہو جائیں۔"

"میں سمجھی نہیں کہ اب کون سا کام باقی رہ گیا ہے۔"

"خودکشی کی اس کہانی میں حقیقت کا رنگ بھرنا باقی ہے' دوسرے یہ کہ اس خودکشی کی کوئی وجہ بھی سمجھ نہیں آتی ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ پولیس کو مطمئن نہیں کیا جاسکے گا بات میجر محمود کی ہے۔ وہ صاحب اختیار ہے اور کسی بھی طرح اس واردات کا پتہ لگانے کی کوشش کرے گا۔ اگر لاش مل گئی تو پوسٹ مارٹم بھی ضرور ہوگا اور یہ حقیقت بھی پتہ چل جائے گی کہ وہ دریا میں غرق ہونے سے پہلے مر چکا تھا اس کے بعد حالات کیا رخ اختیار کریں گے اس کا تمہیں اندازہ ہے۔ بہرحال اگر تم اپنے آپ کو اس سے بالاتر رکھنا چاہتی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوتو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم عمل کرو۔"

"کیسا عمل ..... کیا کہہ رہے ہو تم؟" "ایک دفعہ تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم ہر طرح کی تحریر بڑی آسانی سے نقل کر لیتی ہو اور کسی بھی طرح کوئی اس میں شک نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر غلام خود بھی چالاک آدمی تھا اور اس وقت دو شاعر اپنا اپنا فن دکھا رہے تھے' سائرہ نے کہا۔"

"ہاں ..... یہ حقیقت ہے کہ میں اس سلسلے میں اچھے سے اچھے لکھائی' شناس کو دھوکا دے سکتی ہوں۔"

"بالکل ٹھیک ..... تم ایک خط سلطان کی طرف سے تحریر کرو گی اور اس خط کی تحریر نہ صرف میجر محمود کو بلکہ پولیس کو بھی مطمئن کر دے گی ہوسکتا ہے کہ ہم دونوں بچ جائیں۔ اصل میں ہمیں یہ اظہار کرنا ہوگا کہ کس طرح سلطان کو میرے اور تمہارے درمیان تعلقات کا علم ہوگیا تھا اور پھر وہ تمہیں میرے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر اپنے ہوش و حواس پر قابو نہیں رکھ سکا اور اپنی بیوی کی بیوفائی کے غم نے اس کی جان لے لی اس طرح قصہ بڑی آسانی سے ختم ہو جائے گا اور پولیس کو اس تحریر کو راز میں رکھنے پر بڑی مشکل سے آمادہ کیا جاتا ہے۔"

سائرہ ٹریپ ہوگئی اس نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور رک کر بولی۔ "لیکن اس طرح میں تو بدنام ہو جاتی ہوں"

"تم یہ نہیں سوچ رہی ڈارلنگ ..... کہ میں بھی باقاعدہ اس برائی میں ملوث ہو رہا ہوں میں نے تم کو اپنے آپ سے ہٹا کر نہیں سوچا۔"

"کیا بدنامی پھر بھی نہ ہوگی؟"

"اس کے لئے پولیس کا منہ بند کر دیا جائے گا۔ لیکن ہمیں اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر سمجھ میں نہیں آتی"

"میں کسی کو اس طرح اپنی یہ داستان نہیں سنا سکتی۔"

"تمہاری مرضی ہے ..... تمہارے ذہن میں کوئی منصوبہ ہو تو بتاؤ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اس سے بہتر منصوبہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔"

"بکواس بند کرو" سائرہ کا موڈ اچانک بدل گیا۔

"میں تم پر بھی لعنت بھیجتی ہوں۔ اور تمہاری اس شرمناک تجویز پر بھی' تم میرے شوہر کے قاتل ہو اور میں تم سے شدید نفرت کرتی ہوں۔ حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں لوگوں کو اپنے بارے میں اوٹ پٹانگ باتیں کرنے کا موقع نہیں دے سکتی اور اس کے ساتھ اب یہ بات بھی یاد رکھنا کہ اپنے جس گھناؤنے مقصد کی خاطر تم نے سلطان کی جان لی ہے اس میں تمہیں زندگی بھر کامیابی حاصل نہیں ہوگی' میں اگر ابھی جاؤں تو تم میرے وجود کو اپنے ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے۔" سائرہ کے ان الفاظ پر ڈاکٹر غلام کا چہرہ تصویر حیرت بن گیا۔

"کیا تم واقعی پاگل ہوگئی ہو سائرہ ..... اندازہ کر رہی ہو جو کچھ کہہ رہی ہو اس کے جواب میں مجھے کیا کہنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا ذہن اس وقت سوچ سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔ تم اپنے آپ کو بھی بھول گئی ہو اور مجھے بھی۔"

"بکواس بند کرو شیطان کے بچے ..... تم ..... تم میرے شوہر کے قاتل ہو۔ میں تمہارے ناپاک وجود پر تھوکتی ہوں ..... اس نے سچ مچ جا کر غلام کے سیاہ شیطانی چہرے پر تھوک دیا اور ڈاکٹر نے سائرہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن سائرہ نے پھرتی سے چند قدم پیچھے ہٹ کر میز پر رکھی ہوئی لوہے کی ایک مضبوط اور وزنی راڈ اٹھالی غالباً کسی خاص مقصد کے لئے استعمال کی جاتی ہوگی اور پھر میں نے اس راڈ کو ڈاکٹر کی کھوپڑی پر برستے دیکھا۔ سائرہ جیسے دیوانی ہو رہی تھی اس کے دونوں ہاتھ تیزی سے حرکت کر رہے تھے اور ڈاکٹر کے سر سے بہنے والے خون کی دھاریں اس کے لباس سے گزرتی ہوئی تجربہ گاہ کے فرش پر گر رہی تھیں۔ یہ سب کچھ اس قدر عجلت اور تیزی سے ہوا تھا کہ ڈاکٹر غلام مدافعت بھی نہیں کر سکا اس کا بھیجا دماغ سے باہر آ گیا اور چند ہی لمحوں میں اس کی روح اس کے ناپاک وجود سے پرواز کر گئی سائرہ کی آنکھوں میں شدید غیض و غضب کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

کچھ دیر تک وہ اسے کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح دیکھتی رہی' لیکن پھر اسے ہوش آ گیا وہ ایک تجربہ کار قاتل ثابت ہو رہی تھی اس نے اس سلاخ پر سے اپنی انگلیوں کے نشانات مٹائے اور اس کے بعد تجربہ گاہ کے کمرے سے باہر نکل گئی۔ اب یہاں ڈاکٹر کی لاش پڑی ہوئی تھی میں خود بھی سائرہ کے ساتھ اس جگہ سے نکل آیا میں کیا کرتا .....

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کار میں سائرہ کی خوابگاہ میں داخل ہو گیا۔ یہ خواب گاہ میرے لئے اجنبی نہیں تھی' سائرہ اور ڈاکٹر غلام کے درمیان ہونے والے ڈائیلاگ سے میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ میری لاعلمی میں سائرہ اور ڈاکٹر غلام کے تعلقات کس نہج پر پہنچے ہوئے تھے اور صورت حال کیا تھی' لیکن سچی بات یہ ہے کہ کوئی صحیح فیصلہ کرنا میرے لئے مشکل ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر غلام تو خیر چند ہی لمحوں کے بعد قدرت کے عتاب کا شکار ہو گیا تھا یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی والا معاملہ..... لیکن میں کافی مشکل میں مبتلا تھا۔ ایک دیدہ ور کی حیثیت سے میں جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ میرے لئے ناقابل یقین تھا مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میرا وجود تجربے کی نذر ہو گیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب میں بے روح بدن کو دوبارہ کبھی نہ حاصل کر سکوں' بہرحال..... پہلے اس مسئلے سے نمٹ لیا جائے اپنی خوابگاہ میں آ کر سائرہ کا سارا غیض و غضب کافور ہو گیا۔ وہ پے در پے ہونے والے واقعات سے بری طرح پریشان اور خوفزدہ نظر آ رہی تھی اس کے چہرے پر خوف و دہشت کے گہرے سائے لہرا رہے تھے فرط جوش میں اس نے ڈاکٹر غلام کو جہنم رسید تو کر دیا تھا۔ لیکن اب قتل اور اس کے انجام سے اس کی حالت بری ہو رہی تھی۔ بہرحال وہ ڈاکٹر کے جرم میں برابر کی شریک تھی اور میری موت کی ذمہ دار بھی لیکن سلطان کی حیثیت سے میرے دل میں اس کے لئے اپنائیت اور محبت کا جذبہ بھی تھا پھر اچانک ہی میں نے اپنے کانوں میں اطلاعی گھنٹی کی آواز سنی۔ میں سمجھ گیا کہ گھنٹی بجانے والا میجر محمود کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ سائرہ نے بھی اپنے آپ کو سنبھالا اور باہر جا کر دیکھا تو میرے خیال کی بھی تصدیق ہو گئی۔ ایک لمبا چوڑا جوان سامنے کھڑا تھا اور یہ میجر محمود تھا سلطان کا بھائی..... سلطان کے وجود میں رہ کر وہ بھی شاید میرے لئے قابل محبت ہوتا۔ لیکن اب روح میری تھی گویا اس پر بھی سلطان کا تسلط تھا لیکن بات آدھی آدھی تھی۔ سائرہ نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور میجر محمود سے باتیں کرتی ہوئی اپنی خواب گاہ میں آ گئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر خوف اور گھبراہٹ کے لہراتے ہوئے سائے اب کافی حد تک دھندلا چکے تھے اس نے اپنے ذہن پر قابو پا لیا تھا۔ ایک رات میں دوہرا قتل جس میں سے ایک کی ذمہ داری خود بھی برداشت کر لینا کسی معمولی عورت کے بس کا کام نہیں تھا اس نے میجر محمود کو کہا۔

''تم بیٹھو..... ڈیئر میں تمہارے لئے کافی تیار کرنے لاتی ہوں۔

دراصل سرد راتوں میں ملازموں کو پریشان کرنا اچھا نہیں لگتا بیٹھو پلیز۔''

''کوئی بات نہیں..... بھائی جان کہاں ہیں.....'' محمود نے چونک کر پوچھا۔''

وہ غالباً اپنے کسی دوست کے پاس جانے کی بات کر رہے تھے ان کے یہ دوست پڑوس میں سامنے والے بنگلے میں رہتے ہیں پہلے تم کبھی ڈاکٹر غلام سے ملے ہو؟''

''ہاں..... لیکن وقت بہت ہو گیا ہے' بھائی جان اتنی دیر تک تو گھر سے باہر نہیں رہتے۔''

''آج کل ڈاکٹر غلام کے ساتھ کافی نشستیں ہو رہی ہیں ان کی' میرے پوچھنے پر بھی انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔ نجانے دونوں مل کر کیا کر رہے ہیں کہہ رہے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ رات ڈاکٹر غلام کے ساتھ ہی گزر جائے اور میری تم سے صبح ناشتے پر ملاقات ہو''

میجر محمود خاموش ہو گیا لیکن اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش تھے' جبکہ سائرہ باہر نکل گئی تھی میں یہیں رکا رہا میجر محمود کے بارے میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ کس طرح کا انسان ہے۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد سائرہ کافی تیار کر کے لے آئی کافی پینے کے بعد وہ کافی دیر تک ادھر ادھر کی گفتگو میں مصروف رہے۔ پھر سائرہ نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ تم تھکے ہوئے ہو محمود..... آرام کرو۔ میں تمہیں تمہاری خواب گاہ میں پہنچا دوں اور پھر وہ محمود کو لے کر ایک دوسری خوابگاہ پر پہنچ گئی دروازے پر رک کر اس نے اسے خدا حافظ کہا اور واپس پلٹ پڑی لیکن اب میں نے اس کے چہرے پر انتہائی خوف اور گھبراہٹ کے آثار دیکھے اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ لیٹنے کی بجائے ٹہلنے لگی تھی غالباً وہ اپنے ذہن کو پریشانی سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کوئی آدھا گھنٹہ اس طرح گزر گیا۔ اچانک ہی میں نے سائرہ کی آنکھوں میں چمک دیکھی' یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ کسی خاص فیصلے پر پہنچ گئی ہے اور اسی فیصلے کے تحت وہ باہر نکلی آئی اور اس کے بعد وہ میرے متعلق کمرے میں داخل ہو گئی۔ فرصت کے اوقات میں جب سائرہ موجود نہیں ہوتی تھی تو سلطان اس کمرے میں بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ میں اس وقت چونکہ سلطان ہی کے وجود میں رہ کر سوچ رہا تھا چاہے میری روح میری اپنی تھی اور میرا جسم مجھ سے چھن چکا تھا۔ سلطان مجھ پر مسلط تھا اور میں زندگی کے انتہائی انوکھے تجربے سے دوچار ہو رہا تھا۔ مقبرہ ہوٹل میں جو کچھ میرے ساتھ بیتی تھی اور جس طرح

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مرشد نے مجھے یہاں پہنچایا تھا اس کا تمام تر حال مرشد جانتے ہوں گے' لیکن میں اس وقت جن حالات سے گزر رہا تھا وہ میرے لئے انتہائی سنسنی خیز تھے۔ بہرحال سلطان کی لکھنے کی میز اس جگہ تھی اور پڑھنے کے ساتھ ساتھ میں اور وہ لکھنے کا کام بھی کرتے تھے۔ سائرہ نے اندر داخل ہوکر روشنی کی اور لکھنے کی میز پر پہنچ کر کرسی پر بیٹھ گئی پھر اس نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے میرا رائیٹنگ پیڈ نکالا اور اس پر باقاعدہ تحریر کرنے لگی خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔''

''پیاری سائرہ۔''

''شروع میں میں نے تمہاری بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی کہ تم ڈاکٹر غلام کو اپنے قریب آنے کا موقع دینا چاہتی ہو کیونکہ میرے خیال میں تم اس قدر گھٹیا ذوق کی مالک نہیں ہوسکتی تھیں کہ غلام جیسے آدمیوں کو تفریحاً ہی سہی منہ لگانے کی کوشش کرو' لیکن آج شام جب تم نے بتایا کہ میری غیر موجودگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے تم پر مجرمانہ حملہ کیا ہے تو اس انکشاف پر میرا خون بری طرح کھولنے لگا۔ یقین کرو اگر وہ بدمعاش شیطان شخص اس وقت کمرے میں موجود ہوتا تو میں اسی وقت اسے گولی مار دیتا' لیکن اس وقت وہ کہیں گیا ہوا تھا اس لئے مجھے مجبوراً اس کا انتظار کرنا پڑا۔ اگرچہ میں نے تم سے وعدہ کرلیا تھا کہ اس سلسلے میں اس سے جھگڑا کرنے کی بجائے معاف کر دینے میں اتفاق کروں گا کیونکہ بات بڑھنے کی صورت میں تمہاری بدنامی یقینی تھی' لیکن پچھلی رات کو جب میں اس سے ملنے گیا اور اسے اس کے گھناؤنے جرم کی شرمناک کہانی سنائی تو شرمندہ ہونے کی بجائے انتہائی ڈھٹائی سے جواب دیا کہ اس سلسلے میں مجھے اس سے خواہ مخواہ ناراض نہیں ہونا چاہئے' کیونکہ جو کچھ ہوا اس میں تنہا اس کے ارادے کو دخل نہیں بلکہ سائرہ کا بھی برابر کا دخل تھا تم خود سوچو سائرہ اس کے منہ سے اس قدر شرمناک باتیں سن کر مجھ پر کیا گزری ہوگی۔ لیکن جب میرا جوش دھیما پڑا تو میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے جیل کی آہنی سلاخیں اور پھانسی کا پھندہ لہراتا ہوا دیکھا میں قاتل ہوں سائرہ ..... اور میں نے جان بوجھ کر ایک شخص کا قتل کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ عدالت قتل کے جرم میں میرے لئے سزائے موت تجویز کرے گی' میں موت سے نہیں ڈرتا' لیکن وقت سے پہلے جو رسوائی برداشت کرنا پڑے گی اس کا تصور بھی میرے لئے محال ہے۔ لہذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ

اس سے پہلے پولیس مجھے ڈاکٹر غلام کے جرم میں گرفتار کرے اور میرے دشمن مجھ پر قہقہے لگائیں میں اپنے آپ کو موت کے حوالے کردوں میرے پاس کوئی اور حل نہیں ہے۔ بہرحال میں جانتا ہوں کہ موت کو کس طرح گلے لگایا جاسکتا ہے میں نے طے کیا ہے کہ ایک مخصوص دوا کی مقدار اپنے معدے میں اتار کر جو مجھے لمحوں میں زندگی سے محروم کر دے گی میں دریا میں چھلانگ لگا دوں گا اس طرح ظاہر ہے کہ جلد میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا مجھے معاف کر دینا سائرہ۔'' تمہارا سلطان۔

''خط کا مضمون مکمل کرکے اس نے اپنی تحریر کا مقابلہ سلطان کی لکھی ہوئی تحریر سے کیا۔ دونوں تحریریں اگرچہ ملتی جلتی ضرور تھیں تاہم اس میں فرق تھا سائرہ نے سر کو منفی حرکت دی اور خوب غور سے میری لکھی ہوئی تحریر کا مشاہدہ کرنے لگی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ الفاظ کی بناوٹ کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کسی باریک بین شخص کی نظروں میں دھول جھونکنا اتنا آسان نہیں تھا لہٰذا وہ تیسری کوشش میں مصروف ہوگئی اس مرتبہ میری اور اس کی تحریر میں برائے نام فرق موجود تھا سائرہ نے اس کام سے فارغ ہوکر اطمینان کی سانس لی۔ ٹھیک اسی وقت لائبریری کے دروازے میں میجر محمود کا چہرہ نظر آیا جسے دیکھ کر سائرہ گھبرا گئی لیکن اس سے پہلے کہ میجر اس کے پاس آپہنچتا۔ سارے کاغذات نیست و نابود ہوچکے تھے۔ البتہ اصلی خط کو اس نے نہایت پھرتی اور ہوشیاری سے اپنے لباس میں پوشیدہ کرلیا تھا میجر محمود نجانے کیوں اسے بڑی گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اس نے سادہ سے لہجے میں کہا۔''

''.....آپ کچھ پریشان نظر آرہی ہیں بھابھی ..... کیا بات ہے .....؟''

''ہیں نہیں تو'' سائرہ خود کو سنبھال کر بولی ایک چیز تلاش کر رہی تھی تم کیسے چلے آئے؟۔

''نیند نہیں آرہی تھی بھابھی ..... سوچا لائبریری میں جاکر کوئی کتاب نکال لوں اس طرح آیا تو کمرے میں روشنی نظر آئی چنانچہ میں سمجھ گیا کہ اس وقت آپ موجود ہوں گی۔ کیونکہ بھائی جان تو ڈاکٹر غلام کی تجربہ گاہ میں ہیں۔''

''اوٹھیک ہے ..... میرا خیال ہے کہ یہاں تمہیں اپنے کام کی بے شمار کتابیں مل جائیں گی۔''

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں جانتا ہوں ..... بھائی جان کے اور میرے ذوق میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔"
میجر مسکرایا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے شلف میں کتابوں کو دیکھنا شروع کر دیا اس کے بعد ایک کتاب نکالی اور بولا۔

"اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو کچھ دیر اس جگہ بیٹھ جاؤں۔"

"ارے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے' لیکن تم آرام نہیں کرو گے۔" "نہیں بھابھی نیند نہیں آ رہی ..... پتہ نہیں کیوں۔"

"تم چاہو تو اپنے بستر میں لیٹ کر کتاب بھی پڑھ سکتے ہو۔" "وہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ کو پتا ہے کہ فوجی آدمی ہوں' ہر چیز کا ایک اصول ہوتا ہے مطالعے کا لطف مطالعے کے کمرے میں ہی آتا ہے۔"

"عجیب آدمی ہو ..... چلو ٹھیک ہے تمہاری مرضی ہے۔ اچھا اب چلتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے بھابھی ..... پلیز آپ میری اس بدتمیزی کو محسوس نہ کیجئے۔" سائرہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ میں ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے ہر کردار کے پیچھے لگا پھر رہا تھا اصل میں پہلے تو وہ جو مصیبت مجھ پر نازل ہو گئی تھی۔ دوسری بات یہ کہ سارے معاملات اس قدر دلچسپ تھے اور یہ بات میں اس عالم میں بھی نہیں بھولا تھا کہ مجھے یہ سب کچھ دکھایا جا رہا ہے۔ چنانچہ میرا تجسس اور دلچسپی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور میں ہر چیز کو بالکل اندر سے جان لینے کا خواہش مند تھا۔ سائرہ کے چہرے پر اب بھی الجھن کے نقوش تھے اور وہ تیز ٹٹولنے والی نظروں سے میجر محمود کو دیکھتی ہوئی دروازے سے باہر نکل گئی تھی' میں نے ایک لمحے کا فیصلہ کیا کہ وہ تو اب اپنی خواب گاہ میں ہی جائے گی میجر محمود یہاں اتفاقیہ طور پر آیا ہے یا پھر اس کے ذہن میں کوئی تجسس جاگ اٹھا ہے اس کا اندازہ لگانا اس وقت زیادہ بہتر رہے گا۔ چنانچہ میں وہیں رک گیا اور میجر محمود کا جائزہ لینے لگا۔ میجر محمود اس کے جانے کے بعد خاصی دیر تک میز کی مقفل دراز کی طرف دیکھتا رہا اس کی آنکھوں میں تیز چمک تھی اور چہرے پر سوچ کے گہرے سائے لہرا رہے تھے۔ پتہ نہیں کیا صورت حال تھی لیکن مجھے انداز ہو رہا تھا کہ وہ شک میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اب یہ نہیں پتا کہ وہ اس کے بعد کیا عمل کرے گا ..... میں بھی اس ساری بھاگ دوڑ سے تھکن محسوس کر رہا تھا روح بھی تھک جاتی ہے یہ تجربہ میں پہلی بار کر رہا تھا ایک خالی کرسی پر بیٹھ کر میں اس

ساری بھاگ دوڑ سے تھکن محسوس کر رہا تھا روح بھی تھک جاتی ہے یہ تجربہ میں پہلی بار کر رہا تھا ایک خالی کرسی پر بیٹھ کر میں اپنے پراسرار وجود کے بارے میں سوچنے لگا۔ "یہ پراسرار وجود میرا روحانی وجود تھا اپنے مادی وجود کی لاش میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میرے مادی جسم کی موت کے بعد میری روحانی وجود کی کیا حیثیت رہے گی میں نے انوکھا تجربہ کیا تھا ایک طے شدہ روایت تھی کہ انسان کی روح اس کی موت کے بعد عالم بالا کی جانب پرواز کر جاتی ہے پھر آخر میں اپنے روحانی وجود کے ساتھ اس دنیا میں کیوں موجود تھا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں میرے روحانی جسم کے ساتھ موجود تھیں اور میں اپنی مرضی سے فضا میں تیرتا ہوا ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے منتقل ہو سکتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا چاہئے کہ میری اب کی اور پہلی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ سوائے اس کے کہ ڈاکٹر غلام کے شیطانی تجربے سے دوچار ہونے کے بعد میں اپنے مادی جسم سے محروم ہو گیا تھا اور انسانی عقل کوشش کے باوجود مجھے دیکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ میجر محمود میری موجودگی سے بے خبر بدستور کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا۔ اگرچہ رات کے دو بج چکے تھے لیکن اس کے باوجود نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ تین بجے اس نے دیوار پر لگی گھڑی پر نظر ڈالی اور پھر مطالعہ گاہ کی روشنی گل کر کے دروازے سے باہر نکل گیا میری بھی اب یہاں موجودگی بے کار تھی۔ یہاں ٹھہر کر اکتاہٹ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں بھی کمرے سے باہر نکلا اور محمود کے پیچھے پیچھے چل پڑا کوریڈر سے گزرتے ہوئے ایک لمحے کے لئے میں سائرہ کے سامنے کے کمرے میں رکا اس کی روشنی کب کی گل ہو چکی تھی اور وہ یقینی طور پر سو رہی تھی سائرہ کی اس وقت کی نیند اس بات کا ثبوت تھی کہ اس نے تمام پریشان کن خیالات کو ذہن سے نکال دیا ہے میرے نام لکھے ہوئے خط کو دروازے پر لگے ہوئے لیٹر بکس میں ڈال چکی ہے اور اس کی نقول کے بارے میں اسے اطمینان ہے کہ وہ مقفل ہیں وہ جب چاہے گی انہیں وہاں سے نکال کر ضائع کر دے گی۔ میں اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا لان کی شبنم سے بھیگی ہوئی گھاس پر ٹہل رہا تھا۔ سردی اس رات خوب ہو رہی تھی' لیکن سردی یا گرمی کا احساس میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا' کیونکہ میرا جسم نہیں تھا' رات دبے پاؤں گزرتی رہی' یہاں تک کہ زمین پر صبح کی روشنی اتر آئی اور میں دوبارہ اندر آ گیا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سائرہ ابھی تک سو رہی تھی۔

میجر محمود بھی بیدار نہیں ہوا تھا دونوں ہی اس دنیا میں تھے جن سے میرا رابطہ ٹوٹ چکا تھا میں ان پر ظاہر ہونا چاہتا تھا میں ان سے مل کر صورتحال کا جائزہ لینا چاہتا تھا جبکہ آہ ..... بے بس ..... بے کسی میں تو اپنی آواز تک کسی کو سنا نہیں سکتا تھا ایسے ہی منحوس لمحات طاری ہوگئے تھے مجھ پر کیا عجیب صورتحال تھی۔ ذرا غور تو کیجئے کہ کسی انسان پر ایسی بیتے تو کیا ہوگا وقت آگے بڑھتا رہا' کوٹھی کے معاملات آہستہ آہستہ جاری ہوگئے۔ چند ملازم بھی تھے جو اپنے کاموں میں مصروف تھے پھر اچانک میری نظریں سامنے پڑیں اور میں نے ایک شخص کو دیکھا وہی سلطان کی حیثیت سے میں نے اسے فوراً پہچان لیا یہ ہمارا پڑوسی ڈاکٹر تھا جو ہماری رہائش گاہ سے کافی فاصلے پر رہتا تھا یہ ڈاکٹر خیال تھا اور بڑی اچھی شخصیت کا مالک تھا اسے ہر روز صبح سویرے بستر سے نکل کر ہوا خوری کی عادت تھی اور وہ بہت دور تک ہوا خوری کے لئے نکل جایا کرتا تھا۔ اس وقت ڈاکٹر خیال بہت پریشان اور مضطرب نظر آرہا تھا میں اس کی پریشانی کی وجہ تو نہیں سمجھ سکا لیکن اسے اپنی کوٹھی کی طرف آتے دیکھ کر مجھے یہ احساس ہوا کہ وہ بہت اہم خبر لے کر آیا ہے کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ میرے پاس سے گزرتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھ گیا' برآمدے کی طرف سے گزرتے ہوئے ملازم نے اسے دیکھ کر ادب سے سلام کیا اور ڈاکٹر خیال سر کی جنبش سے سلام کا جواب دیتا ہوا تیزی کے ساتھ اس کے اور قریب پہنچ گیا۔

''تمہارا نام عبدالکریم ہے نا ..... یہ بتاؤ سلطان صاحب کہاں ہیں؟''

''پتہ نہیں صاحب ..... اپنے بیڈ روم میں ہوں گے' آپ کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آرہے ہیں۔''

''میں سلطان کی لاش دیکھ کر آرہا ہوں' مسز سلطان کو فوراً اس کی اطلاع دو۔''

ملازم کی جو بھی حالت ہوئی ہوگی اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر دوڑ لگائی اور چند ہی لمحوں کے بعد یہ خبر پوری کوٹھی میں پھیل گئی' ملازموں کی طرح میجر بھی ذرا دیر کے لئے بے حس و حرکت ہوگیا تھا۔ رہی سائرہ تو اس نے اس وقت کچھ ایسی اداکاری کا مظاہرہ کیا کہ میں دل ہی دل میں داد دینے لگا۔ کمال کی بات ہے ہر عورت اداکار ہوتی ہے اور ضرورت پڑنے پر ایسی شاندار اداکاری کرتی ہے کہ دیکھنے

والے دیکھتے رہ جائیں۔ میری حیرت انگیز پراسرار موت کے واقعات طویل سے طویل تر ہوتے جارہے ہیں اس لئے اس داستان کو مختصر کرنا زیادہ مناسب ہوگا کچھ ہی دیر کے بعد سائرہ' محمود میرا پرانا خدمت گار ڈاکٹر خیال کی رہبری میں میری لاش کے قریب نظر آئے لاش اس وقت دریا کے بالکل کنارے پر تھی غالباً کسی موج نے اسے لا پھینکا تھا سائرہ میرا ملازم ایک شیخ کے ساتھ میرے جسم سے لپٹ گئے۔ میجر محمود ادھر ہی کھڑا ہوا شدت غم سے اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اگرچہ آنسو نہیں تھے لیکن ان میں رقص کرتی ہوئی غم کی پرچھائیاں اور ویرانیوں کے سائے اس بات کا ناقابل تردید ثبوت تھے کہ میری لاش دیکھ کر اسے شدید صدمہ ہوا ہے کیوں نہ ہوتا آخر میرا بھائی تھا کچھ ہی دیر بعد وہ میری لاش کو اٹھا کر عمارت میں لے آئے میں بالکل اپنی لاش کے قریب موجود تھا اور میری نگاہیں اپنے مردہ وجود پر مرکوز تھیں۔

میں سوچ رہا تھا کہ کیسی انوکھی بات ہے کہ کسی نے ایسا کبھی دیکھا ہوگا لیکن کیا کہا جاسکتا ہے کہ ہر مرنے والے کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ البتہ ایک خیال میرے دل میں شدت کی لہریں پیدا کر رہا تھا آج ہی کسی وقت یا زیادہ سے زیادہ کل تک میرے جسم کو منوں مٹی کے نیچے دبا دیا جائے گا اور میری روح اپنے جسم کے بغیر نجانے کب تک اس لامحدود کائنات کی بے پناہ فضا میں تیرتی رہے گی نجانے کیا بات تھی کہ میرے جسم اور میری روح کی علیحدگی کے باوجود اسے آسمان کی وسعتوں سے دور ہی رکھا گیا تھا کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ مجھے کسی گناہ کی سزا دی جارہی ہو۔ بہرحال میں نے سنا تھا کہ گناہ کاروں کی روحیں آوارہ بھٹکتی رہتی ہیں میں نے انتہائی غور و توجہ کے ساتھ اپنے ماضی کا جائزہ لینا شروع کردیا یقیناً میں نے اپنی زندگی کسی عظیم انسان کی طرح نہیں گزاری تھی۔ بلاشبہ میرے سے بے شمار گناہ سرزد ہوئے تھے لیکن کوئی ایسا گناہ مجھے یاد نہیں آیا جس کی پاداش میں میرے اوپر عالم بالا کے دروازے بند کردیئے جائیں۔ بہرحال یہ بات میرے لئے باعث تشویش تھی زیادہ پریشان کن بات یہ تھی اس وقت میں اپنا تجزیہ نہیں کرسکتا تھا کیونکہ میں تو سلطان کے جسم میں حلول کر گیا تھا یہ دوسری مصیبت تھی۔

بات اگر میری ذات کی ہوتی تو میں اپنے لئے بہت سی دعائیں مانگتا لیکن نہ جانے یہ کیسا تجربہ کیا تھا مرشد نے مجھ پر کہ میری دنیا ہی برباد کر کے رکھ دی تھی۔ خوف و

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دہشت کے جو لمحات مجھ پر گزر رہے تھے کاش آپ اس کا اندازہ لگا سکیں دنیا میں رہنے والے خوفناک کہانیاں پڑھنے کے شوقین خوف کے احساس کو صرف یہی سمجھتے ہیں کہ جن' بھوت' پریاں' ان کے عمل آپ ذرا غور کیجئے' کسی انسان کی روح اس کے بدن سے علیحدہ ہوگئی ہو اور اس کا جسم دوسروں کے رحم و کرم پر تو اس پر کیا گزر سکتی ہے۔ یہی اس وقت مجھ پر گزر رہی تھی اور اس سے زیادہ خوفناک واقعات میری زندگی میں کبھی نہیں آسکتے تھے۔

میجر محمود ٹیلیفون کے پاس بیٹھا پولیس کو اس حادثے کی اطلاع دے رہا تھا اس کام سے فارغ ہوکر اس نے پہلے میرے منیجر اور پھر دوستوں اور پھر عزیزوں تک یہ خبر پہنچائی اور اس کے بعد کمرے کے دروازے سے گزر کر کوریڈور میں آ گیا میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر رنج و غم کے علاوہ الجھنوں اور پریشانیوں کے بھی گہرے سائے لہرا رہے تھے۔ میری موت اس کے لئے غم کا سبب تو بنی ہی تھی لیکن اس نے اسے پریشان بھی کر دیا تھا۔ فوجی آدمی تھا سرکاری عہدے دار لیکن اس کی عقل اس حادثے کا سبب معلوم کرنے میں ناکام تھی وہ اسی لئے پریشان نظر آرہا تھا۔ بہرحال جو واقعات اس کے ساتھ بیتے تھے اس کا میں نے بھی اندازہ لگایا تھا' سائرہ نے تو اس سے کہا تھا کہ میں آج کی رات ڈاکٹر غلام کے ساتھ گزاروں گا اور صبح کو ناشتے پر مجھ سے ملاقات ہوگی لیکن اب اسے میری موت کی خبر ملی تھی اور اس نے مجھے دیکھنے کے بجائے میری لاش کو دیکھا تھا تھوڑی دیر کے بعد لوگ جمع ہونے لگے اور میری تعزیت کرنے لگے اس وقت سائرہ بڑی زبردست اداکاری کر رہی تھی اور میں اسے دیکھتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ یہ عورت کس قدر مکار ہے اس نے سلطان سے کبھی وفاداری نہیں کی ہوگی اس کے علاوہ میجر کا چہرہ بھی مجھے یہ احساس دلا رہا تھا کہ اس کا دل سائرہ کی طرف سے صاف نہیں ہے اس کے ذہن میں شکوک و شبہات کی پرچھائیاں لہراتی نظر آرہی تھیں۔ مجھے ذہنوں کو پڑھنے کی مہارت نہیں تھی لیکن اس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ کم از کم محمود کا دل سائرہ کی طرف سے صاف نہیں ہے۔ دوپہر سے کچھ پہلے پولیس آ گئی اور جس وقت انسپکٹر لاش کا معائنہ کرنے میں مصروف تھا ہمارا ملازم ایک لفافہ لئے ہوئے میجر محمود کے پاس پہنچا اور لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

''یہ ابھی لیٹر بکس سے ملا ہے اس پر کوئی پتہ نہیں لکھا ہوا' البتہ بیگم صاحبہ کا نام درج

ہے اور سرکار..... میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ نام صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے' محمود نے لفافے پر نگاہیں دوڑائیں اور پھر وہ تیزی سے سائرہ کے کمرے کی طرف چل پڑا' ظاہر ہے وہ خط سائرہ کے لئے حیرت انگیز نہیں تھا' لیکن محمود کے الفاظ پر اس نے اس طرح خط کو چاک کیا تھا جیسے لفافہ ملنے سے پہلے وہ بھول کر بھی اس بارے میں سوچ نہیں سکتی تھی۔ خط کی تحریر پڑھتے ہوئے اس کے چہرے کے تاثرات پر تبدیلی رونما ہوئی' مضمون ختم کر کے وہ بے سدھ سی ہوکر مسہری کی پشت سے لگ گئی اور کپکپاتے ہاتھوں سے وہ خط میجر محمود کی جانب بڑھا دیا میں نے دیکھا خط پڑھ کر میجر کی آنکھوں میں تیرتی ہوئی الجھنوں میں اور اضافہ ہوگیا۔''

''حیرت ہے۔'' اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''یقین نہیں آتا کہ یہ خط بھائی جان ہی کا لکھا ہوا ہے' وہ اس قسم کے آدمی نہیں تھے مگر خیر..... بھابھی اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں اسے پولیس کے حوالے کر دوں۔''

اب ذرا ڈاکٹر غلام کی تجربہ گاہ کو بھی دیکھنا پڑے گا۔ پھر وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا اس خط کو پڑھنے کے بعد پولیس انسپکٹر نے ڈاکٹر غلام کی لاش اس کی تجربہ گاہ سے برآمد کی اور وہ اسے خودکشی کا کیس سمجھنے پر مجبور ہوگیا ہاں اس نے میری اور ڈاکٹر غلام کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم کروانے کا اظہار ضرور کیا تھا' لیکن اس معاملے میں بھی کچھ آسانیاں فراہم کی گئیں یعنی ڈاکٹر خیال..... ڈاکٹر خیال کا ذاتی اثر و رسوخ اور میجر کی سرکاری اور فوجی حیثیت کام آ گئی اور انسپکٹر وہ لاش ان لوگوں کے حوالے کر دینے پر آمادہ ہوگیا۔

''میں آپ کا شکر گزار ہوں انسپکٹر۔'' محمود نے شکر گزار لہجے میں کہا۔

دراصل بھائی جان کی اس تحریر کے بعد اس واقعے کو طول دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے' لیکن میں آپ سے ایک اور درخواست کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ برائے مہربانی اخباری نمائندوں کو اس خط کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جائے ایک معزز خاتون کا نام موضوع بحث بن جائے گا اور یہ بات ہمارے خاندان کے وقار کے منافی ہوگی۔

'.....ٹھیک ہے میجر صاحب..... آپ اس کی فکر نہ کریں۔'' انسپکٹر نے کہا۔ ''بہت بہت شکریہ..... یہ بات اگر گھر کے ملازموں سے بھی پوشیدہ رہے تو اچھا ہے۔''

''میں خیال رکھوں گا' تاہم مجھے اس سلسلے میں مسز سلطان کے بیان کی ضرورت

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوگی۔"

"بہت بہتر ..... لیکن اچھا ہو یہ کام کسی اور وقت کے لئے رکھ دیا جائے دراصل بھابھی جان اپنے شوہر کے غم میں بری طرح نڈھال ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ آسانی سے بیان نہیں دے سکیں گی۔"

"ٹھیک ہے میں پھر کسی وقت انہیں زحمت دے دوں گا۔" شریف النفس انسپکٹر نے جواب دیا اور میجر محمود نے اطمینان کی سانس لی۔

"بظاہر بات ختم ہوگئی تھی' پولیس نے سلطان کی یعنی میری موت کو خودکشی کا کیس قرار دے دیا اور انسپکٹر کی مہربانی سے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی نہیں آئی' لیکن سائرہ کی بے وفائی بہرطور پر مسلم تھی اس کا جعلی خط میرے علم میں تھا اسی طرح میجر محمود اور ڈاکٹر خیال کو میری خودکشی پر حیرت تھی کیونکہ اپنے برسوں پرانے خیالات کی بناء پر وہ بڑے وثوق سے یہ بات کہہ سکتا تھا کہ میں ان لوگوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا جو مایوسی یا جوش کے جذبات سے مغلوب ہوکر زندگی ختم کر دیتے ہیں۔ میرا بھائی محمود بھی میری فطرت سے واقف تھا اسے بھی شبہ تھا کہ میں نے خودکشی کی ہوگی' لیکن لیٹر بکس سے برآمد ہونے والے اس خط کی موجودگی میں کسی طرح کے شکوک کا اظہار بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ انہوں نے مجھے یعنی میرے جسم کو زمین کے حوالے کرنے کے فیصلے کئے جانے لگے اور اس سلسلے میں تیاری ہونے لگی میں دل ہی دل میں واویلا کر رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے پہلے تو میرا جسم دریا کی نذر کر دیا گیا اور اب اسے مٹی میں دبانے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ بہرحال پھر تھوڑی سی تبدیلی ہوئی میرا جنازہ تیار کر دیا گیا تھا تو ایک اور شخصیت ہمارے درمیان آئی یہ میرا مشیر قانون تھا اور اس سے میرے بہت پرانے تعلقات تھے میری وصیت کا مسودہ بھی اس نے تیار کیا تھا اس کا نام بیرسٹر حیات تھا۔ بہرحال اس نے سائرہ کے سامنے مناسب الفاظ میں اظہار تعزیت کیا اور اس کے بعد میجر محمود سے مخاطب ہوکر بولا۔"

"اس وقت میرے آنے کے دو مقاصد ہیں ایک تو یہ کہ میں مرحوم کے جنازے میں شرکت کرنا چاہتا ہوں۔ دوسری یہ کہ ان کی وصیت کے بارے میں مجھے گفتگو کرنا تھی اس وقت اگرچہ تفصیلات میں نہیں جایا جاسکتا۔ مالی معاملات اور وراثتی گفتگو ہم پھر کسی

وقت کریں گے لیکن اس موقع پر میں تدفین کے بارے میں آپ سے کچھ کہنا چاہوں گا۔"

"ضرور ..... کیا بھائی جان نے کسی مخصوص جگہ دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی؟"

"نہیں آپ بڑی خوشی سے انہیں اپنی پسند کے قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کی قبر اس طرح بند نہیں کی جائے گی جس طرح عام طور پر قبریں بند کی جاتی ہیں۔"

"کیا مطلب ....." میجر محمود کے علاوہ سائرہ بھی چونکے بغیر نہ رہ سکی سائرہ نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"دراصل مرحوم کے ذہن سے بچپن کا ایک واقعہ چپک کر رہ گیا تھا اب سے کچھ بیس بائیس برس بیشتر ایک ایسے شخص کو دفن کر دیا گیا تھا جو زندہ تھا لیکن ہر انداز سے مردہ نظر آرہا تھا۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے.....؟"

"ہوسکتا ہے ..... آپ کو معلوم ہے بعض لوگوں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور سکتے اور موت میں بہت معمولی سا فرق رہ جاتا ہے اسے ہوشیار اور تجربے کار ڈاکٹر کے علاوہ اور کوئی محسوس نہیں کرسکتا۔ چنانچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس قسم کے خوفناک حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں' مرحوم سلطان کے ذہن میں خوف بیٹھ گیا تھا کہ کبھی ان کے ساتھ بھی ایسا کوئی حادثہ نہ پیش آجائے اور بس وہ موت سے قبل قبر میں دفن نہ کر دیئے جائیں۔ لہذا ان کی وصیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ قبر کو ایک ہفتے تک پوری طرح بند نہ کیا جائے' قبر پر مٹی نہ ڈالی جائے اور پتھروں اور سلوں کے درمیان فاصلہ اس قدر ضرور رکھا جائے کہ ہوا کی آمدورفت کا سلسلہ منقطع نہ ہوسکے وہ بڑے حیران ہوئے تھے اور جیسا کہ آپ لوگوں کو اندازہ ہوگا کہ میں ان لوگوں کے بالکل قریب موجود تھا۔ واقعی مجھے وہ اپنی وصیت اچھی طرح یاد تھی۔ حقیقتاً میں وہی چاہتا تھا اور اس کی وجہ وہی خوف تھا میں یعنی سلطان جس کی وضاحت ابھی بیرسٹر حیات نے کی تھی لیکن سائرہ اور محمود کے چہروں پر الجھن کے سائے لہرا رہے تھے کچھ لمحوں کے بعد محمود نے کہا۔"

"بڑی عجیب وصیت ہے لیکن اس پر عمل کس طرح ہوگا بیرسٹر صاحب ..... لوگ کیا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کہیں گے۔"

"لوگ خواہ کچھ بھی کہیں لیکن آپ کو اپنے بھائی کی وصیت پر عمل ضرور کرنا چاہئے۔"

"بہتر ہے ..... ظاہر ہے وصیت تو وصیت ہی ہوتی ہے۔" میں کمرے سے نکل کر اس جگہ پہنچا ہوں میرے جسم کو کفن میں لپیٹنے کی تیاریاں کی جارہی تھیں میں لاش کے قریب بیٹھ کر اپنے بدن کو حسرت زدہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ آہ ..... میرا جسم میرا پیارا جسم میری آنکھوں کے سامنے کفن میں لپیٹا جانے والا تھا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد لوگ اسے قبر میں اتار دیں گے اور چند ماہ کے بعد وہ گل سڑ کر مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو جائے گا ذرا میری اس وقت کی حالت کا اندازہ لگانے کی کوشش کیجئے۔ اپنی زندگی میں مجھے اپنے آپ سے کس قدر محبت تھی لیکن اب میری کوئی کوشش مجھے مٹی میں گلنے سے نہیں روک سکتی تھی میں نے ذرا جھک کر اپنے چہرے پر غور سے نگاہیں ڈالیں بلاشبہ اب وہ مردہ ہو چکا تھا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس کی نرمی میں معمولی سی بھی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی اور اگر کوئی انجان آدمی اس پورے بدن کو لباس میں دیکھتا تو یقیناً یہی سمجھتا کہ میں گہری نیند سو رہا ہوں میں اس وقت کسی مردے کے بجائے ایک سوتا ہوا انسان نظر آرہا تھا اچانک میجر محمود وہاں کسی کام سے وہاں آیا اچانک ہی اس کی نگاہیں میرے چہرے پر پڑیں اور وہ حیرت سے دیکھتا ہی رہ گیا۔

پھر وہ ڈاکٹر خیال کے پاس پہنچا اس وقت بھی اس کے چہرے پر الجھنوں کے سائے لہرا رہے تھے ڈاکٹر کو راز دارانہ انداز میں ایک طرف لے جا کر اس نے کہا۔"

"ڈاکٹر صاحب ..... ایک سوال کرنا چاہتا ہوں میں آپ سے۔"

"جی فرمایئے" "کیا آپ کو بھائی جان کی موت کا سو فیصد یقین ہے؟"

"کیوں نہیں ..... لیکن میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"معاف کیجئے گا کیا ذرا سا بھی اس بات کا امکان نہیں کہ ہم ان کی موت کے سلسلے میں دھوکا کھا رہے ہوں۔"

"بظاہر تو نہیں ہے سلطان صاحب سو فیصد ختم ہو چکے ہیں ان کے جسم میں زندگی کی رمق سی بھی موجود نہیں ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اگر آپ کے ذہن میں کوئی بات ہے تو بتایئے۔"

"نہیں ..... لیکن آپ کو یقین ہے۔"

"آپ کمال کرتے ہیں ڈاکٹر خیال بگڑنے لگا تو میجر محمود نے کہا۔"

"میں صرف یہ بات کہہ رہا ہوں ڈاکٹر صاحب کہ بھائی کا چہرہ کسی مردے کا چہرہ قطعی معلوم نہیں ہو رہا۔ میں نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جن کے چہروں پر کافی وقت گزرنے کے بعد معصومیت چھائی رہتی ہے مگر بھائی کی بات کچھ اور ہے اگر انہیں استعمال کے کپڑوں میں ملبوس کر کے مسہری پر لٹا دیا جائے تو دل کی دھڑکنوں کا جائزہ لئے بغیر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مردہ ہیں۔"

"ہوسکتا ہے لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا چہرہ اس کے اعمال کا آئینہ دار ہوتا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ بات درست بھی ہے۔ آپ اس معاملے میں پریشان نہ ہوں میں آپ کو ایک بار پھر یقین دلاتا ہوں کہ سلطان صاحب اس دنیا میں موجود نہیں۔"

میجر محمود یہ الفاظ سن کر خاموش ہو گیا لیکن اس کے چہرے پر الجھن کے نقوش برقرار رہے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آہ میرا بھائی سلطان کا بھائی اس وقت صحیح انداز میں سوچ رہا تھا اپنی موت کے بعد اب میرے لئے ایک ہی کام رہ گیا تھا کہ جہاں چاہوں چکراتا پھروں۔

"اپنی موت سے پہلے بھی میں نے درجنوں لوگوں کی لاشیں دیکھی تھیں لیکن ان میں کوئی بھی لاش ایسی نہیں دیکھی تھی۔ بہرحال پھر میں دوبارہ سائرہ کے پاس پہنچ گیا جو سیاہ ماتمی لباس اور اداس چہرے کے ساتھ اس وقت عام زندگی سے کہیں زیادہ حسین نظر آرہی تھی دلکش اور جاذب نظر' پریوں کے دیس کی کوئی شہزادی' بڑی دیر تک میں اس سوگوار حسن کو دیکھتا رہا پھر دل پر ایک اور بوجھ لے کر واپس آ گیا میت اس وقت دفنائی جا چکی تھی اور لوگ جنازہ اٹھانے کی تیاری کر رہے تھے کچھ دیر کے بعد جنازہ قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا تو میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا ذرا سوچئے کتنا عجیب اور حیرت انگیز تصور ہے کہ میں خود اپنے جنازے کے ساتھ قبرستان جا رہا تھا قبرستان پہنچنے کے بعد میت کچی زمین پر قبر کے قریب رکھ دی گئی اس سے پہلے میں اپنے جیتے جاگتے جسم کے ساتھ قبرستان آتا تھا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سچ پوچھئے تو اپنی آخری آرام گاہ کے لئے میں نے اس جگہ کا سوچا بھی تھا کہ اس کے گرد اونچی چار دیواری بھی ہوتی ہے یہاں پختہ سڑکیں بھی تھیں اور پانی کا انتظام بھی اور مردوں کی اس آبادی میں صفائی اس قدر تھی کہ زندہ لوگوں کی بہت سی بستیاں اس کے سامنے کوڑا معلوم ہوتی تھیں اس کے اس قبرستان کی مٹی بہت عمدہ تھی اور اس جگہ کسی قبر کا بیٹھ جانا ناممکن تھا حکومت کی طرف سے اسے کسی عظیم الشان کے اس قبرستان میں کسی بھی طبقے کے مردے کے لئے کوئی پابندی نہیں تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہاں کا عملہ مردے کو دفن کرنے کے سلسلہ میں اتنی بڑی رقم کا مطالبہ کرتا تھا کہ اوسط درجے کے لوگ اس قبرستان کا رخ کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ میری قبر تیار کی جا چکی تھی قبر کے کنارے پہنچ کر میں نے اسے جھانک کر دیکھا' حالانکہ قبر کو اندر سے کافی کشادہ رکھا گیا تھا لیکن اس کے باوجود اسے دیکھ کر میری روح لرز کر رہ گئی اس وقت میں نے پہلی بار اپنے خدا کا شکر ادا کیا کہ میری روح کو جسم کی قید و بند سے علیحدہ رکھا گیا تھا ورنہ اگر جسم کے ساتھ ساتھ میں خود بھی اس میں دفن کر دیا جاتا تو زمین کی اس تاریک گہرائی میں نجانے کیا گزرتی لیکن میں اپنے جسم کے ساتھ دفن ہونے سے بچ گیا تھا ایک جھرجھری لے کر پیچھے ہٹ گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میرے مردہ جسم کو قبر میں اتارا جانا تھا۔ یہ منظر میرے لئے انتہائی دردناک تھا لوگ مجھے مردہ سمجھ کر دفن کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے' حالانکہ میں اپنے بے جسم وجود کے ساتھ زندہ تھا اور اپنے دفن کرنے والوں کے بالکل قریب ایک لاش کے تکیے پر بیٹھا ہوا تھا لاش کے قبر میں اتارے جانے کے بعد اسے بند کرنے کا کام شروع ہونے لگا۔''

''چنانچہ میں دوبارہ اٹھ کر قبر کے قریب پہنچا' محمود اور بیرسٹر حیات پہلے ہی وہاں موجود تھے اور اسے رکھتے ہوئے غور سے دیکھتے رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ قبر کو بند کرنے والی ہر سل پہلی سل سے کم از کم دو انچ دور تھی تاکہ ہوا کی آمدورفت کا راستہ قبر میں بالکل صاف ہو جائے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انوکھی وصیت سلطان نے کسی بھی مقصد کے تحت کی ہو لیکن اس وقت اس کے جو فوائد حاصل ہو رہے تھے وہ بے مثال تھے میں اپنی قبر کے قریب کھڑا حسرت زدہ نظروں سے اپنی تدفین کی کارروائی دیکھتا رہا اب میرے بس میں کچھ بھی نہیں تھا میں ان لوگوں کو روک نہیں سکتا تھا ویسے ہی اتنی کہانیاں سنا دی جاتی ہیں کہ روح یہ کرتی ہے روح وہ کرتی ہے'

موت کے بعد انسان عجیب و غریب قوتوں کا مالک بن جاتا ہے' گندے وجود بھوت پریت بن جاتے ہیں۔ لوگوں کو تنگ کرتے ہیں پتہ نہیں کیسے تنگ کرتے ہوں گے لوگوں کو میں تو کچھ نہیں کر سکا تھا مجھے جیتے جی قبر میں اتار دیا گیا تھا اور میں کسی کو روک نہیں سکا تھا۔ اسی شام میں اپنی کوٹھی کے لان میں بیٹھا ایک بار پھر اپنی موجودہ حالت کے بارے میں سوچ رہا تھا اس طرح کی موت کے بارے میں نہ کبھی میں نے سنا تھا اور نہ ایسی حیرت انگیز اور ناقابل یقین بات میرے مطالعے میں آئی تھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا مجھے کس قسم کی موت نصیب ہوئی ہے میں مر چکا تھا لیکن زندہ تھا دیکھ سکتا تھا' سونگھ سکتا تھا' محسوس کر سکتا تھا' ہر جگہ آنے جانے کی آزادی تھی' جہاں چاہتا ہواؤں کے دوش پر چلا جاتا' نہ پاؤں زمین سے لگانے کی ضرورت پیش آتی نہ آگے بڑھنے کے لئے کوئی حرکت کرنا پڑتی اس کے علاوہ بھوک اور پیاس سے بھی نجات حاصل ہو چکی تھی گویا صحیح معنوں میں آزادی کی زندگی تھی لیکن اس کے باوجود یہ زندگی پسند نہیں آ رہی تھی بلا کسی مقصد کے ادھر ادھر یونہی بھٹکتے رہنا' کوئی بھی پسند نہیں کرتا' ہر انسان کی کوئی نہ کوئی منزل ہوتی ہے اور اس وقت یہ احساس میرے دل میں پیدا ہوا کہ زندگی مصروف رہنے کا نام ہے اگر انسان اپنے آپ کو معطل کر کے بیٹھ جائے تو وہ خود کو زندہ درگور کہہ سکتا ہے زندگی کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ وہ متحرک رہے' مسائل میں الجھی رہے' میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر میری روح کب تک یونہی بھٹکتی رہے گی اور کب اسے منزل پر پہنچا نصیب ہوگا۔

بہرحال اب ہر احساس میرے دل میں شدت سے احساس پکڑ رہا تھا کہ میں جس طرح بھی ممکن ہو اپنی منزل پا لوں دنیا سے ہر قسم کا رشتہ منقطع ہو جانے کے بعد بھی میں اس سے وابستہ تھا اور اس دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ مجبوری اور بے بسی کی انتہا تھی پہلے میرا خیال تھا کہ میری طرح اوروں کی روحیں بھی ادھر ادھر بھٹک رہی ہوں گی اور ان سے فوراً ہی یا تھوڑی دیر کے بعد ملاقات ہو جائے گی لیکن اب اس بات کی بھی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ میری موت کو تقریباً بیالیس گھنٹے کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس دوران مجھے کوئی روح بھی نظر نہیں آئی تھی۔ حالانکہ ڈاکٹر غلام کی روح نے میرے سامنے اس دنیا کو خیرباد کہا تھا اس سے ملاقات ہونے کی پوری پوری امید تھی لیکن شاید اسے فوراً ہی عالم بالا میں طلب کر لیا تھا ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ میں اب تک اسے تلاش نہ کر سکتا۔ میں سوچتا رہا اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میری روح پر چھائی ہوئی اداسیاں گہری ہوتی رہیں اور پھر جب روح کا بوجھ ناقابل حد تک بڑھ گیا تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ آہستہ کوٹھی کے بڑے پھاٹک کی طرف چل پڑا کچھ دیر گھوم پھر کر دل بہلانا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنے گھر سے باہر نکلتا میں نے میجر محمود کو دیکھا اس کے چہرے پر اس وقت بھی سوچ کی گہری پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ وہ غالباً کہیں جانے کے لئے تیار ہوکر نکلا میں نے سوچا کہ چلو کچھ وقت اس کے ساتھ گزار لیا جائے۔ چنانچہ میں میجر محمود کے ہمراہ قدم بڑھانے لگا باہر نکل کر وہ میری موجودگی سے قطعی بے خبر کسی خالی ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑا رہا تھا جلد ہی اسے ایک ٹیکسی مل گئی اور میں بھی اس کے ساتھ سوار ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی ایک خوبصورت سی بستی میں داخل ہو رہی تھی ایک جگہ ٹیکسی روک کر محمود نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور نیچے اتر گیا میں اب بھی اس کے ساتھ تھا اس کے بعد ہم دونوں ایک تین منزلہ عمارت میں داخل ہوئے' مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ میجر محمود یہاں کسی سے ملنے آیا ہے۔ چنانچہ میرے دل میں آئی کہ اسے تنہا چھوڑ کر واپس چلا جاؤں' مگر نجانے کیوں میں نے اپنا ارادہ بدل دیا عمارت سے نکل کر آخر جاتا بھی تو کہاں میجر محمود نے سیڑھیاں طے کیں اور دوسری منزل کے فلیٹ کے سامنے ٹھہر کر اس نے دروازے پر دستک دی جواب میں دوسری طرف سے ایک خوبصورت نسوانی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھول دیا گیا آواز سنتے ہی میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ بولنے والی ایک خوبصورت اور جوان لڑکی ہوگی مگر جیسے ہی اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا میرے خیال کی تصدیق ہوگئی اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے اسے اپنے تصور سے کہیں زیادہ حسین اور پرشباب پایا۔ محمود کو دیکھ کر اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں خلوص و محبت کی ایک تیز چمک اٹھی اس نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

''میرے خدا ..... یہ تم ہی ہو میجر محمود ..... میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کہاں تھے بہت عرصے کے بعد نظر آئے ہو۔''

''ہم فوجی لوگ جہاں ہوتے ہیں تمہیں معلوم ہے سرحدوں کا تحفظ ہماری زندگی ہے ہاں کبھی کبھی فرصت مل جاتی ہے تو دنیا بھی دیکھ لیتے ہیں جب بھی شہر واپس آیا تم سے ملے بغیر نہیں گیا'

لیکن کیا بات ہے آج باہر ہی سے ٹال دینے کا ارادہ ہے۔ اندر نہیں آنے دو گی'

محمود مسکرا کر بے تکلفی سے پوچھا۔

''ارے واہ کیوں نہیں .....'' محمود کے ساتھ میں بھی اندر داخل ہوگیا۔ میرا بھائی تھا اور مجھے اس سے بڑا لگاؤ بھی تھا' مجھے اندازہ ہوگیا شاید یہ میجر محمود کی محبوبہ ہے اور ان کے درمیانی جذباتی لگاؤ ہے لیکن جلد ہی مجھے معلوم ہوگیا کہ میرا شبہ بے بنیاد ہے دونوں ایک دوسرے کے صرف گہرے اور پرتکلف دوست تھے جب وہ باہر سے واپس لوٹی تو اس نے اپنے خوبصورت ہاتھوں میں چائے سنبھال رکھی تھی' چائے کے دوران ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر میجر محمود نے ایک سگریٹ سلگا کر کہا۔

''مجھے تم سے ایک بے حد ضروری کام ہے ڈیئر اور تمہارے علاوہ اسے اور کوئی نہیں کرسکتا کیونکہ تم بھی روحانیت کی ماہر ہو۔'' میرے کان کھڑے ہوگئے' میرا نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''خیر ..... ماہر واہر تو میں کیا ہوں جو کچھ ہوں تم جانتے ہو مگر قصہ کیا ہے؟''

محمود چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے مختصر طور پر میری کہانی میرا کے سامنے دہرا دی میرا خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھی اس نے مدہم لہجے میں کہا۔

''مجھے افسوس ہوا تمہارے بھائی کے قتل کی خبر سن کر لیکن تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''اصل میں مجھے اس بات پر شبہ ہے کہ میرے بھائی نے خودکشی کی ہے وہ اس قسم کے آدمی نہیں تھے نہ جانے کیوں مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ زندہ ہوں اور ان کا انتقال بھی نہ ہوا ہو۔''

''بہت عجیب بات ہے ..... مگر تمہارے اس خیال کی وجہ .....؟''

''کوئی خاص وجہ نہیں ..... ان کی تدفین ان کے انتقال کے پورے چھتیس گھنٹے کے بعد عمل میں آئی تھی' اس کے باوجود ان کے چہرے پر موت کے دھندلے نقوش بھی نہیں تھے۔''

''یہ کوئی اہم بات نہیں ہے' ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔''

''ہاں میں جانتا ہوں' لیکن تم نے ایسے لوگوں کے بارے میں بھی سنا ہوگا جو غلط فہمیوں کی بناء پر موت سے پہلے دفن کر دیئے گئے تھے نجانے کیوں میرا مجھے اپنے بھائی کے بارے میں بھی یہی شبہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میرا شبہ غلط ہو لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں تم میری مدد کرو اور وہ اس لئے کہ وہ خودکشی کرنے والے انسان نہیں تھے۔"

"تمہارا خیال ہے کہ انہیں قتل کیا گیا ہے؟"

"ہاں ..... مجھے شبہ ہے' لیکن اس معاملے میں بھی میں پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔"

"اس نے جواب دیا اور میرا یہ جواب سن کر خاصی دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر بولی۔"

"ٹھیک ہے محمود ..... اگرچہ مجھے اس قسم کے عملیات پر عبور حاصل نہیں ہے اور بعض اوقات میں اپنے اس مقصد میں ناکام بھی ہو جاتی ہوں' لیکن تمہاری خاطر میں تمہارے بھائی جان کی روح کو طلب کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں گا اگر تم یہ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تو میرے ذہن سے ایک بڑا بوجھ اتر جائے گا۔"

"میں پوری پوری کوشش کروں گی تم مجھ سے رات کو کسی وقت ملنا۔" اس قسم کے کاموں کے لئے رات کا سناٹا ہی مناسب ہوتا ہے۔

"بتاؤ کس وقت؟"

"گیارہ بجے کے قریب۔"

"ٹھیک۔" میں زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں رک سکوں گا' رات کو گیارہ بجے پھر ملاقات ہوگی۔

میرا ذہن بڑی تیز رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ مجھے اس بات پر شدید حیرت ہوئی تھی کہ ایسی حسین لڑکی جسے دیکھ کر انسان کے دل میں کچھ اور ہی خیالات جاگ اٹھیں روحانیت کی ماہر ہوگی ویسے بھی چہرے سے وہ حسین اور ہوشیار نظر آتی تھی اس کی آنکھوں کی سختی سے اس کی ذہانت کا پتہ چلتا تھا سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس نے یہ فن کہاں سے سیکھا' حالانکہ جس وقت وہ میجر محمود سے گفتگو کر رہی تھی میں اس کے بالکل قریب موجود تھا' لیکن خیر ضروری نہیں ہے کہ بغیر عمل کیے کسی کی روح کا پتا چلایا جاسکے' تاہم میں سوچ رہا تھا کہ اگر وہ روحانی معاملات میں اہم نہ بھی ثابت ہوئی تو بھی ان معاملات میں اس کا بہت حساس ہونا چاہئے میرا خیال ہے کہ اپنی تمام تر قوت ارادی کو بروئے کار لاتے ہوئے

تھوڑی سی کوشش کروں تو اپنی طرف اس کی توجہ مرکوز کرانے میں کامیاب ہو جاؤں گا' کیونکہ اس قسم کے لوگ مشقوں اور تجربوں کے بعد عام لوگوں کے مقابلے میں روحانی طور پر بہت حساس ہو جاتے ہیں اور ان دیکھی چیزوں کی موجودگی انہیں بہت جلد محسوس ہو جاتی ہے اس نتیجے پر پہنچ کر میں نے اسی فلیٹ میں ٹھہرنے کا فیصلہ کرلیا۔ میں اس سے اپنی موجودہ حالت کے بارے میں بہت سے سوالات پوچھنا چاہتا تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ جسم کی تدفین کے بعد بھی اب تک میری روح کیوں سکون کے لئے تڑپ رہی ہے اور یہ کہ کب تک اسے سکون کی تلاش میں آوارہ اور شیطانی روحوں کی طرح بھٹکنا پڑے گا۔

سچ پوچھئے تو میری موت کسی طرح پیچیدہ اور الجھے ہوئے معمے سے کم نہیں تھی اور میں جلد از جلد اس معمے کو حل کرلینا چاہتا تھا۔ محمود کے جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ کسی سوچ میں پڑگئی ہے ممکن ہے کہ اس کا ذہن میرے ہی بارے میں سوچ رہا ہو۔ بہرحال میں اپنی کوشش کرنے کے باوجود اسے اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ میرا خیال تھا کہ جب تک وہ کسی مسئلے میں الجھی ہوئی ہے میری جانب متوجہ نہیں ہوگی ذرا اپنے ذہن کو شفاف کرلے تو شاید میں اس کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں' رات کو آٹھ بجے کے قریب اس نے باورچی خانے میں جاکر کھانا کھایا اور چونکہ آج رات اس نے میری روح کو طلب کرنے کا عمل کرنا تھا لہذا اس نے ہلکا پھلکا کھانا کھایا۔ زیادہ کھانے سے ذہن بوجھل ہو جاتا ہے اور بوجھل ذہن میں کوئی بات آسانی سے نہیں سما سکتی۔ کھانے سے فارغ ہوکر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچی یہ کمرہ غالباً لباس تبدیل کرنے کے کام آتا تھا اور میرا اس وقت یہاں لباس تبدیل کرنے کے لئے ہی آئی تھی۔ بہرحال یہ ساری چیزیں میری لئے انتہائی تعجب خیز تھیں بہت سے فاسد خیالات بھی دل میں بیدار ہوئے تھے ایک روح کی حیثیت سے میں بہت سے معاملات کرسکتا تھا لیکن اس عالم میں تو شاید گناہ بھی انسان کے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہوگا' جیسا کہ اس وقت میرے لئے ..... پھر میں نے اسے اپنی تمام تر توجہ کے ساتھ اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی پھر چند لمحے گزر گئے پھر میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات میں ایک دم نمایاں قسم کی تبدیلی پیدا ہوئی تھی اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بدن کو جلدی سے لباس میں چھپالیا اچانک ہی اس کی آواز ابھری۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کون ہو تم ..... یہاں کیوں آئے ہو شیطان ..... دفع ہو جاؤ؟"

"میری بات سنو میں ایک شریف آدمی ہوں۔" میں نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

"جاؤ شیطان کے بچے میں اندازہ لگا سکتی ہوں کہ تم کس قدر شریف ہو۔"

"تم غلط سمجھی رہی ہو میری آمد کا وہ مقصد نہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔"

"یہاں سے دفعہ ہو جاؤ ورنہ۔"

"لیکن ....." ۔ "میں کہتی ہوں بھاگ جا یہاں سے ..... اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر اپنی آنکھیں بند کرلیں اور میری جانب پشت کرے منہ ہی منہ میں بڑا بڑانے لگی وہ ایک دیلر لڑکی تھی اور یقیناً اس وقت شیطانی روحوں سے چھٹکارا دلانے والی کوئی دعا پڑھ رہی تھی لیکن بہرحال مجھ پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا وہاں یہ مشاہدہ ضرور ہوا کہ اس کا ذہنی رابطہ ٹوٹ گیا اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے ذہن کو دوسری طرف منتقل کرلیا تھا بہرحال امید کا ایک چراغ میرے دل میں روشن ہو چکا تھا اور مجھے اطمینان ہو گیا تھا کہ میں کم از کم روحانی طور پر حساس لوگوں کو متوجہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں ایسے لوگ میرا کے علاوہ اور بھی مجھے اس شہر میں مل سکتے تھے وہ ماہر روحانیات ہوا کرتے ہیں بہرحال میں بہت دیر تک وہاں رہا اور پھر ایک کمرے میں آ گیا تھوڑی دیر کے بعد میرا بھی وہاں پہنچ گئی تھی اور کسی خیال میں ڈوبی ہوئی تھی میں نے پھر اپنی تمام تر قوت ارادی اس کی آنکھوں پر مرکوز کر دی اور کوشش کرنے لگا کہ جس طرح بھی بن پڑے اسے اپنی جانب متوجہ کرلوں کچھ خیالات میرے دل میں تھے میں چاہتا تھا کہ میجر محمود مطمئن ہو جائے اس معاملے کا ختم ہو جانا ہی اچھا تھا کیونکہ ڈاکٹر غلام کو اپنے کئے کی سزا مل چکی تھی۔ بہرحال یہ کچھ بڑا عجیب تھا میں اپنے لئے بھی کوئی راستہ تلاش کرنا چاہتا تھا بہرحال میرا کو متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گیا وہ پھر چونکی تھی اور اس کے چہرے پر ایک مرتبہ پھر غضب کے آثار نظر آئے تھے میں نے اپنی تمام تر قوت ارادی کو کام میں لاتے ہوئے اس سے کہا۔

"میری طرف دیکھو اور بڑے غور سے میری بات سنو میں ایک بے حد ضروری کام سے تمہارے پاس آیا ہوں تمہارے علاوہ اور کوئی میرے کام نہیں آ سکتا۔"

"بھاگ جاؤ ..... میں تمہیں پہچانتی ہوں تم کوئی پرلے درجے کے شیطان صفت انسان ہو میں تمہارے تصور پر بھی لعنت بھیجتی ہوں۔"

"تم سنتی کیوں نہیں ..... میں انسان نہیں ہوں۔"

"مگر تم روح بھی نہیں ..... تم نے یقینی طور پر کوئی ایسا عمل کر رکھا ہے جس سے تم نگاہوں سے اوجھل ہو سکتے ہو۔"

"میری بات سنو میں انسان نہیں ہوں۔"

"تم انسان ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تو بتاؤ کہ میں کون ہوں؟۔"

"بس۔"

"پتہ نہیں کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"بھاگ جاؤ ..... اگر تم نہیں گئے تو مجھ سے برا تمہارے حق میں کوئی نہیں ہوگا اس کے لہجے میں ایک عجیب سی دھمکی تھی لیکن میں اس سے متاثر نہیں ہوا میں نے جلدی سے کہا۔"

"ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں اور تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، لیکن میجر محمود کو میرا ایک پیغام ضرور دینا وہ یہ کہ میری موت کے معاملے کو خواہ مخواہ طول دینے کی کوشش نہ کرے میں اس بات کو قطعی پسند نہیں کرتا۔"

میں نے اسے ٹھٹکتے اور چونکتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے کہا۔

"تو کیا تم .....؟"

"ہاں میں سلطان ہوں، میجر محمود کا بڑا بھائی جس کی موت اب سے قریب قریب اڑتالیس گھنٹے قبل ہوئی تھی۔" لیکن میں نے اسے تحقیق آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پایا وہ بولی۔

"تم جھوٹے اور مکار ہو۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"بکواس ..... تم محمود کے بھائی نہیں ہو سکتے اس کا انتقال ہو چکا ہے اور تم کوئی روح نہیں صرف ایک شعبدہ گر ہو، بلکہ ہو سکتا ہے کہ تم ہی سلطان کے قاتل ہو کیونکہ اس کی خودکشی ابھی ثابت نہیں ہو سکی۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو، میں سلطان کی روح ہوں، کیونکہ میرا جسم اب سے قریب

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قریب بارہ گھنٹے قبل زمین میں دفن کیا جاچکا ہے۔"

"میں نہیں مانتی ..... میرا دعویٰ ہے کہ تم صرف ایک ہم زاد ہو' تمہارا تعلق کسی مردہ انسان سے نہیں ہوسکتا۔" پھر وہ زور سے چیخ کر بولی۔

"اور تجھے چلے جانا چاہئے یہاں سے مردود ..... بہت تنگ کر رہا ہے تو مجھے ٹھہر میں ابھی تیری خیر نہیں ہو۔" جونہی وہ کھڑی ہوئی اس کی نگاہیں میرے چہرے سے ہٹیں ہمارا رابطہ ایک دم منقطع ہوگیا میں نے ایک طویل سانس لی اور اس جگہ سے ہٹ کر محمود کی آمد کا انتظار کرنے لگا بڑی عجیب اور تکلیف دہ بات تھی۔ میں مر چکا تھا جہاں عالم ارواح نے میری روح کے لئے دروازے بند کر دیئے تھے وہیں زندہ انسانوں نے مجھے مردہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا گیارہ بجنے میں پورے پانچ منٹ کم تھے کہ دروازے پر دستک بلند ہوئی اور میں سمجھ گیا کہ میجر محمود آ گیا ہے۔ بہرحال وہ اندر داخل ہوگیا اور میرا نے اسے ایک کمرے میں بٹھاتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر کے بعد میں اپنے عمل کا آغاز کروں گی۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں میرا ..... تم نہیں جانتیں کہ بھائی جان کی موت نے مجھے کس قدر الجھن میں مبتلا کر رکھا ہے' مشکل یہ ہے کہ اس سلسلے میں پولیس سے بھی مدد حاصل نہیں کی جاسکتی۔"

میرا نے ایک نگاہ محمود کو دیکھا اور پھر وہ اس سے باتیں کرنے لگی' اچانک ہی محمود نے کہا۔

"کچھ پریشان ہو۔"

"کوئی خاص بات نہیں ..... روحانیت کی دنیا میں بھی جرائم ہونے لگے ہیں اور کبھی کبھی کچھ جرائم پیشہ اس دنیا میں اس طرح داخل ہو جاتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ تھوڑی دیر پہلے ایک ایسا پراسرار وجود موجود تھا جو اپنے آپ کو روح کہہ رہا تھا اور روح بھی کس کی ..... سلطان کی۔"

"ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔"

"میں تمہیں اس کے بارے میں تفصیل بتا رہی ہوں اصل میں انسانی وجود میں دو روحوں کی موجودگی مسلم ہے ماہرین کی رائے کے مطابق یہ حقیقت ہے کہ انسان کے جسم

میں ایک کے بجائے دو روحیں ہوتی ہیں ایک روح وہ ہوتی ہے جسے انسانی زندگی کہا جاتا ہے یہ روح انسان کے جسم میں موجود ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک انسان کی زندگی اور موت کا انحصار اس روح پر ہوتا ہے۔ یعنی یہ روح جب انسانی جسم سے جدا ہو جاتی ہے تو انسان مر جاتا ہے اس طرح حقیقی کے علاوہ جو دوسری روح ہوتی ہے اس کا تعلق انسان کے شعور سے ہوتا ہے اور لوگ اسے سیلانی روح کے نام سے یاد کرتے ہیں تم نے اپنی زندگی میں سینکڑوں ہزاروں خواب دیکھے ہوں گے لیکن یقیناً تمہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ خواب کس طرح نظر آتے ہیں اصل میں جب انسان سو جاتا ہے تو نیند کے دوران کبھی کبھی یہ روح اس کے وجود سے جدا ہوکر سیر و تفریح کے لئے چلی جاتی ہے اس کے لئے کہیں بھی آنا جانا کسی ناممکنات میں سے نہیں۔ یہ حال کے علاوہ ماضی اور مستقبل کا سفر بھی اپنی مرضی کے مطابق کرسکتی ہے اپنی اس سیر و سیاحت کے دوران اسے بہت ساری چیزوں اور واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے' میرا مطلب ہے جس طرح تمہیں گھر سے نکلنے کے بعد بہت سے چہرے اور بہت سی چیزیں نظر آتی ہیں اس طرح سیلانی روح کے ساتھ ہوتا ہے وہ جو کچھ دیکھتی ہے اسے محفوظ کرتی چلی جاتی ہے اور تم خواب دیکھنا شروع کر دیتے ہو' چنانچہ خواب میں نظر آنے والے بہت سے خواب تمہارے لئے انوکھے اور حیرت انگیز ہوتے ہیں اور خواب کے دوران تمہیں ایسے مقامات اور صورتیں نظر آتی ہیں جن سے تم پہلے کبھی نہیں ملے بعض اوقات تم ماضی کے واقعات خواب میں دیکھتے ہو اور بعض اوقات مستقبل کے یہ سب سیلانی روح کی کرشمہ سازیاں ہوتی ہیں' زمانہ قدیم کے مصریوں نے اسے "ممی" کا نام دیا تھا اور اسے موجود دور کے محققین اسے ہم زاد کے نام سے یاد کرتے ہیں۔"

"میرے خدا ..... میجر محمود نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا پھر وہ بڑی عجیب سے نگاہوں سے میرا کو دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔"

"مجھے تو تم خود بھی کوئی زمانہ قدیم کی روح معلوم ہوتی ہو' کیونکہ تمہاری اتنی سی عمر کی معلومات ..... خدا کی پناہ ..... کمال کی معلومات ہیں بہرحال بڑی عجیب و غریب بات ہے۔"

"کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ کچھ دیر پہلے یہاں ایک ہم زاد موجود تھا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دراصل ہم زاد ایک آزاد اور خودمختار وجود کا نام ہے جو آدمی کے سونے کے دوران جب اور جہاں جی چاہتا ہے چلا جاتا ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے بدن سے لاتعلق نہیں رہتا ادھر تم نے سلطان کو بیدار کرنے کی کوشش کی اور ادھر وہ واپس چلا آیا۔"

"لیکن فرض کرو کہ ہم زاد کسی وجہ سے بروقت واپس نہ پہنچ سکے تو۔"

"ایسا نہیں ہوتا لیکن اگر تمہارے اس مفروضے کو تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کرلیا جائے تو ایسے موقع پر آدمی کی حالت کسی زندہ لاش سے مختلف نہیں ہوسکتی' تم چاہو تو اسے سکتہ بھی کہہ سکتے ہو' آدمی زندہ ہونے کے باوجود ہر اعتبار سے مردہ ہی نظر آئے گا' مگر خیر اصل میں میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ ہم زاد کسی کی مرضی کا پابند نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص کسی طرح اسے اپنی مرضی کے تابع کرلے تو پھر وہ اس کے اشاروں پر غلام کی طرح چلنے لگتا ہے۔ مثلاً اگر تم چاہو کہ اسے جب چاہو جہاں بھی چاہو بھیج سکتے ہو تم کچھ ایسا ہی وہ ہم زاد بھی تھا مجھے یقین ہے کہ اس کے آقا نے اس لئے میرے پاس بھیجا تھا اسے تاکہ تمہیں راستے سے بھٹکانا آسان ہو جائے ہوسکتا ہے کہ وہ تمہارے بھائی جان کے قاتل کا ہمزاد ہو۔"

"کیا مطلب ...... یہ رائے تم نے کیوں قائم کی۔"

"محض اس لئے کہ اس نے ایک خاص پیغام تم تک پہنچایا تھا اس نے کہا تھا کہ وہ تمہارا بھائی سلطان ہے اور یہ کہ تمہیں اس قصے کو اب ختم کردینا چاہئے کیونکہ وہ اسے پسند نہیں کرتا۔"

"میرے خدا۔" میجر بے چینی سے بولا یہ تم کیا کہہ رہی ہو اس نے کہا تھا کہ میں اس قصے کو ختم کردوں۔"

"ہاں ...... تمہارے بھائی کا انتقال ہوچکا ہے۔" اور اس کے ہم زاد کا تعلق صرف زندہ انسانوں سے ہوتا ہے وہ ضرور یا تو تمہارے بھائی کے قاتل کا ہم زاد تھا یا پھر اس کا تعلق قاتل سے کسی نہ کسی طور پر رہا ہے ورنہ اسے قاتل کے بے نقاب ہو جانے کا خوف ہوتا۔" "تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ بھائی جان نے خودکشی نہیں کی' بلکہ انہیں سچ مچ قتل کیا گیا ہے۔" "میں یہی کہہ سکتی ہوں۔"

"آہ ...... مجھے اس بات کا شبہ تھا۔" میجر محمود کے لہجے میں دکھ کا تاثر پیدا ہوگیا اور

میرا اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی پھر اس نے کہا۔

"آؤ ...... اب تم میرے ساتھ آؤ اب سے چند لمحوں کے بعد میں وہ عمل کروں گی جس سے تمہارے بھائی کی روح تمہارے سامنے آجائے اور تمہیں حقیقت بتا دے۔ آؤ میرے ساتھ ...... آؤ میرے ساتھ ......" اور وہ میجر محمود کو لے کر چل پڑی میں شدید تجسس میں مبتلا تھا دیکھو کیا ہوتا ہے کیا لکھا ہے میری تقدیر میں ...... کیا میرا خاتمہ اسی شکل میں ہو جائے گا اور میری روح آوارہ بھٹکتی پھرے گی یا پھر مجھے میرا بدن واپس مل جائے گا ایک عجیب سنسنی میرے نادیدہ وجود میں دوڑ رہی تھی اور میں ان دونوں کے پیچھے اس کمرے کی جارہا تھا۔

☆......☆......☆

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیسا عجیب' کتنا دلچسپ سوچو تو یقین نہ آئے کیسے کیسے انوکھے حالات سے گزر رہا تھا بہرحال اب جو کچھ بھی تھا دیکھنے والی آنکھ دیکھ رہی تھی عجیب وغریب مناظر نگاہوں کے سامنے آرہے تھے مقبرہ ہوٹل میں جو سنسنی خیز صورت حال میرے ساتھ پیش آئی تھی اس کے بارے میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کا اختتام کہاں ہوگا۔ وہ اس مختصر سے کمرے کی طرف بڑھ گئی جسے غالباً اس نے اس قسم کے کاموں کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ میں آگے بڑھتا رہا تھا اور اب میرا ذہن کچھ اور ہی سوچ رہا تھا' کیا واقعی میری موجودہ حیثیت سچ مچ ایک ''کا'' کی سی ہے کیا میں مرا نہیں ہوں اور لوگوں نے ایک زندہ لاش قبر میں دفن کر دی ہے یا یہ اس لڑکی کی غلطی ہے' اس نے میری روح کو اپنی غلط فہمی کی وجہ سے ''کا'' سمجھ لیا ہے' دوسرا خیال بے حد مایوس کن تھا جبکہ پہلی بات اس لئے ذرا خوش گوار تھی کہ اس طرح میری نئی زندگی کا پتہ چلتا تھا لیکن اچانک ایک نئے خوف نے ذہن میں سر ابھارنا شروع کر دیا۔ اگر میں سچ مچ ایک ''کا'' ہی تھا اور فی الحقیقت میری موت واقع نہیں ہوئی تھی تو اپنے جسم کی تدفین کے بعد میں یقیناً اس سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گیا تھا اور اب اسے حاصل کرنے کی میری کوئی بھی کوشش کارگر نہیں ہوسکتی تھی کون جانے قبر میں اس کا کیا حال ہوگا؟ اور اس کے گلنے سڑنے کا عمل شروع ہونے میں ابھی تھوڑی دیر باقی رہ گئی ہے اس بات کی تو مجھے امید تھی کہ ابھی وہ کچھ زیادہ متاثر نہیں ہوا ہوگا۔ اس خیال کی دو وجوہات تھیں' ایک تو یہ اپنی موت کے پورے ۳۶ گھنٹے کے بعد بھی میں نے اسے حیرت انگیز حد تک صحیح حالت میں دیکھا تھا دوسری بات یہ تھی کہ قبر میں تازہ ہوا کی تھوڑی بہت آمدورفت ہونے کی وجہ سے اس کی جلد خراب ہونے کا اندیشہ نہیں تھا لیکن ظاہر ہے اس کی یہ حالت کچھ زیادہ عرصے تک برقرار نہیں رہ سکتی تھی اور کون جانے اب تک زہریلے اور گھناؤنے حشرات الارض نے اسے اپنی خوراک بنانا بھی شروع کر دیا ہو۔ آپ خود سوچئے کہ یہ تصور

میرے لئے کس قدر لرزہ خیز رہا ہوگا میں زندہ درگور تھا اور اپنے جسم کے لئے یعنی حصول کے لئے کوئی کوشش میرے لئے ناممکن ہوکر رہ گئی تھی سوال یہ تھا کہ میرا ''کا'' اپنے جسم سے بچھڑنے کے بعد کتنی مدت تک اپنی توانائی بحال رکھ سکتا تھا حیرا کی باتوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ انسان کی موت کے بعد اس کا ''کا'' بھی ختم ہو جاتا ہے چنانچہ اگر میں واقعی ایک ''کا'' کی حیثیت سے زندہ تھا تو یہ زندگی کتنی دیر تک کی تھی اور میرا جسم کب تک گلنے سڑنے سے محفوظ رہ سکتا تھا دوسرا تصور موت کا تھا یعنی یہ کہ میں سچ مچ مر چکا تھا اور میری موجودہ حیثیت ایک ''کا'' کی نہیں بلکہ ایک روح کی تھی اور روح کا عالم بالا کی جانب پرواز کرنا ضروری تھا مگر میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے پرواز کی طاقت کب تک ملے گی اور اس سے پہلے میں کب تک کرہ ارض پر بسنے والے انسانوں کے درمیان بھٹکتا پھروں گا۔

سچ پوچھئے تو ایک روح کی حیثیت سے میں ایک لمحے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن یہ بات کسی طور میرے اختیار میں نہیں رہی تھی کہ میں افسردہ اور مغموم سر جھکائے ایک طرف سوچتا رہا یہاں تک کہ میں نے میرا کے قدموں کی آہٹ سنی وہ اس وقت کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آرہی تھی اور اس کے چہرے سے زبردست تھکن کا اظہار ہو رہا تھا وہ مضمحل سی میجر محمود کی طرف آرہی تھی اور میجر محمود بڑی گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے قریب آنے پر میجر محمود نے کہا۔

''کیسا رہا میرا' تم اس وقت بہت تھکی ہوئی نظر آرہی ہو۔''

''روحوں کو طلب کرنے کی کوشش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اس کام کے لئے انسان کو اپنی تمام تر قوتوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ میرا نے جھکے ہوئے انداز میں جواب دیا۔''

''مجھے افسوس ہے میری وجہ سے تمہیں تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے کیا تم اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگئیں میرا۔''

''نہیں وہ تھکی تھکی آواز میں بولی۔ میں کامیاب نہیں ہوسکی تمہارے بھائی کی روح نے میری پکار کا کوئی جواب نہیں دیا۔''

''اوہ''۔ ''مجھے افسوس ہے میرا'' وہ میجر محمود کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی مگر میں

نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس قسم کے کام سے مجھے ہمیشہ ہی کامیابی حاصل نہیں ہوجاتی' بہرحال میں وعدہ کرتی ہوں کہ ایک بار پھر کوشش کروں گی۔"

"میرا میں۔" "میں جانتی ہوں تمہارے دل پر کیا اثر ہو رہا ہوگا۔"

"میرا تم نہیں سمجھتی' میرا بھائی اپنی موت نہیں مرا ہے مجھے اس بات پر اب پورا پورا یقین ہے لیکن میں چاہتا ہوں جس طرح بھی ممکن ہو سکے مجھے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوسکیں۔"

"میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں پھر کوشش کروں گی اور ممکن ہے کہ میں دوبارہ اس کوشش میں کامیاب ہوجاؤں۔"

"اچھا تو میں چلتا ہوں۔"

"بیٹھو میں تمہیں کچھ پلاؤں۔"

"اس وقت نہیں پھر سہی' میجر محمود میرا کا شکریہ ادا کرکے اس کے فلیٹ سے رخصت ہوگیا' رخصت ہوتے وقت اس کی آنکھوں میں الجھنیں تیر رہی تھیں اور چہرے پر پریشانی کے سائے لہرا رہے تھے۔ میں اس کے ساتھ چلتا ہوا بلڈنگ سے باہر نکل آیا تھا۔ ۱۲ بجے کا عمل تھا اور سردی کی شدت سے سڑکیں سنسان نظر آرہی تھیں' پیدل چلنے والوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا البتہ کبھی کوئی کار یا ٹیکسی ضرور گزرتی نظر آجاتی تھی میری اب چونکہ کوئی منزل نہیں رہی تھی۔ کوئی گھر بار بھی نہیں تھا۔ لہذا محمود کو ٹیکسی اسٹینڈ کے قریب چھوڑ کر میں تنہا آگے بڑھ گیا۔ میری حیثیت خواہ ایک "کا" کی تھی' شاید یہاں آپ یہ سوال کریں کہ اگر میں آوارہ گردی نہیں کرنا چاہتا تھا تو میں میجر محمود کے ساتھ گھر کیوں نہیں گیا ' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اب میرا کوئی گھر نہیں رہا تھا دوسری بات سائرہ اور میجر محمود کا قرب حاصل ہوتا' دونوں ہستیاں مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھیں اور میں انہیں پریشان دیکھنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ آوارہ گردی کرتا ہوا میں ایک پارک میں پہنچ گیا تنہائی میں کچھ دیر بیٹھ کر اپنی موجودہ حالت پر غور کرنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ میں کسی بنچ پر بیٹھتا اور ایسا کرتا' میری نگاہیں پارک کے ایک نیم تاریک گوشے میں گھاس پر بیٹھے ہوئے دو افراد پر پڑیں پارک میں اس وقت مکمل سناٹا تھا اور سردی کی وجہ سے لوگ سرشام ہی وہاں سے چلے گئے تھے یہ دونوں اس وقت عجیب سے محسوس ہو رہے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے ان دونوں کو غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ان میں ایک مرد ہے اور دوسری عورت نجانے کیوں مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا میں نے سوچا کہ ذرا آگے جاکر انہیں قریب سے دیکھوں کیونکہ میرے خیال کے مطابق وہ دونوں چھپ کر کسی خاص مقصد کے لئے اس پارک کے نیم تاریک گوشے میں پہنچے تھے' میں اپنے تجسس کو روک نہ سکا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ وہ بڑے راز دارانہ انداز میں گفتگو کر رہے تھے آوازیں اتنی مدھم تھیں کہ کوئی عام انسان یقیناً نہیں سن سکتا تھا مگر تعجب کی بات ہے کہ میری قوت بے پناہ بڑھ گئی تھی چنانچہ میں کسی دشواری کے بغیر ان کے الفاظ سننے لگا۔ بہت جلد مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ کسی سازش میں مصروف ہیں جوان اور صحت مند مرد کا نام نعیم تھا اور اس کے ساتھ نظر آنے والی لڑکی مہوش کے نام سے پکاری جاتی تھی وہ دونوں بڑی اہم گفتگو کر رہے تھے اور مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ ملک کی ایک بڑی شخصیت کے خلاف خوفناک سازش کر رہے ہیں' ملک کی ایک بڑی شخصیت کو وہ موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتے تھے مہوش کہہ رہی تھی۔"

"تمہاری ہدایت کے مطابق میں ایک ایسے شخص کو اپنے قابو میں کرنے میں کامیاب ہوگئی ہوں' میں نے اسے ۲۵ ہزار روپے دینے کے لئے کہا ہے اور وہ اس وقت اس اہم شخصیت کو ٹھکانے لگانے کی کوشش کرے گا جب وہ اپنی رہائش گاہ پر آرام کرنے جائے گا۔"

"کل ..... کل اتوار ہے....."

"ہاں ..... میں کل ہی کی بات کر رہی ہوں کل یہ کام ہو جائے گا نعیم تم بالکل اطمینان رکھو۔"

"اگر یہ کام ہو جاتا ہے تو یوں سمجھ لو مہوش کہ ہم دولت مند بن جائیں گے۔"

"بالکل ..... کل دوپہر تک ہماری مطلوبہ شخصیت جس کا نام میں نہیں لینا چاہتی اپنی گھریلو رہائش گاہ تک پہنچ جائے گی اگر دوپہر کا کھانا اس نے نہیں کھایا تو رات کا کھانا وہیں کھائے گی اس سے پہلے شام کی چائے بھی وہیں پیش کی جائے گی اور اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہیں بتاؤں نعیم کہ میرا نیا عاشق اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ ہوسکتا ہے چائے کے دوران ہی وہ انہیں زہر دینے میں کامیاب ہو جائے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"وہ تمہارا نیا عاشق....."

"اس شخص کی بات کر رہی ہوں جسے میں نے اس کام کے لئے آمادہ کیا ہے وہ مجھے جن نگاہوں سے دیکھتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مجھ پر عاشق بھی ہے....."

"پر اعتماد آدمی ہے نا....."

"اس کی فکر مت کرو' عورت اور دولت کی خاطر لوگ بڑے سے بڑا خطرہ مول لے لیتے ہیں۔ اچھا چھوڑو زہر کی شیشی میرے حوالے کردو' میں اسے مطلوبہ شخص کو پہنچا دوں گی۔ نعیم نے اپنے لباس سے ایک شیشی نکال کر لڑکی کے حوالے کردی اور بہرحال ساری معلومات ایک انوکھے طریقے سے مجھ تک پہنچتی رہیں وہ دونوں ملک دشمن تھے ملک کی کسی اہم شخصیت کو کسی خاص کام سے روکنے کے لئے راستے سے ہٹایا جا رہا تھا حالانکہ یہ میرا کام نہیں تھا لیکن پھر بھی میرا دل چاہ رہا تھا کہ جب یہ بات میرے علم میں آ چکی ہے تو کچھ نہ کچھ کروں' چنانچہ اب میرے ذہن میں بس یہی بات جڑ پکڑ رہی تھی کہ کسی طرح اس شخص کو دشمنوں کی سازش سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں' اتفاقیہ طور پر ہی سہی لیکن میں ایک بہت بڑے راز سے واقف ہو چکا تھا اور یہ بھی ایک دلچسپ تجربہ تھا یعنی میں اپنا بدن تو بے شک کھو چکا تھا لیکن اگر میں چاہتا تو ایسے رازوں سے واقف ہونے کی کوشش کرسکتا تھا میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں بہرحال اب مجھے احتیاط سے یہ سارا کام کرنا تھا ان لوگوں کی گفتگو سے مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جس شخص نے قتل ہونا ہے وہ کون ہے؟ اس کا نام ڈاکٹر حیات تھا اور ڈاکٹر حیات ایک اہم اعلیٰ حکومتی عہدیدار تھے بہت دیر تک میں سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے ڈاکٹر حیات کے بارے میں معلومات حاصل کرلینا مزید کوئی مشکل کام نہیں تھا میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام کئے لیتا ہوں پارک سے نکل کر میں ایک کھلی سڑک پر آ گیا یقیناً میں مجبور اور بے بس تھا اور اپنی یہ بے بسی مجھے پاگل کئے دے رہی تھی آخر میں کیا کروں' میری قوت گویائی تو ختم ہو چکی ہے۔ کسی کو مخاطب کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا اچانک میرے ذہن میں روشنی کا ایک تیز جھماکہ ہوا ابھی ایک راستہ میرے سامنے کھلا ہوا تھا میں اپنے خیالات کو دوسروں کے ذہن میں منتقل کرنے کی قوت رکھتا تھا مگر سوال یہ ہے کہ ایسا شخص کون ہوسکتا ہے جو میرے خیالات کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو میرے شعور کی سطح پر ایک چہرہ آیا اور یہ چہرہ اس

لڑکی کا تھا جو میجر محمود کی محبوبہ یعنی میرا تھی میں جانتا تھا کہ میرا مجھ سے بے زار ہے اور اگر وہ مجھے اپنی قربت میں محسوس کرے گی تو نفرت سے جھٹک دے گی' بہرحال اس کے بغیر اور کوئی تھا بھی نہیں لیکن ایک اور نام میرے ذہن میں آیا یہ ایک بڑی شخصیت تھی یعنی ڈاکٹر خیال' ڈاکٹر خیال اخبارات میں آئے دن اشتہارات دیا کرتا تھا جن میں وہ دعوے کرتا تھا کہ وہ روحوں سے باتیں کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور کئی جنات اس کے قبضے میں موجود ہیں' اس سے پہلے میں نے بھول کر بھی اس قسم کے لوگوں کے بارے میں سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا مگر میں اس وقت ڈاکٹر خیال کے بارے میں سوچنے پر مجبور تھا اور اس کے بعد مجھے ڈاکٹر خیال کو تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی پرانے اخباروں میں اس کا پتہ درج ہوتا تھا چنانچہ میں برق رفتاری سے چلتا ہوا ڈاکٹر خیال کی اس رہائش گاہ پر پہنچ گیا جہاں وہ اپنے شکاروں کو دیکھتا تھا اس وقت بھی اس کے پاس ایک کلائنٹ موجود تھا جسے وہ شیشے میں اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بہرحال مجھے اس سے کیا غرض کہ کون کیا کرتا ہے لیکن ڈاکٹر خیال میرے مقصد سے واقف ہو جائے تو میرے لئے اچھا ہوگا۔ پھر اس نے فرصت پالی اور تنہا ہوگیا تو میں نے اسے اپنی قوت ارادی کے تحت اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کی مجھے اندازہ ہوگیا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکوں گا۔ کیونکہ ڈاکٹر خیال ایک فراڈ تھا۔ بہرحال آج اس کی ساری حقیقت بھی مجھ پر کھل گئی تھی اس طرح کے لوگ کمائی کرنے کے لئے نجانے کیسے کیسے ڈرامے کرتے رہتے ہیں مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں ایک اہم معاملہ میرے علم میں آ گیا تھا اس کے بعد اس کی طرف سے چشم پوشی اختیار کرلینا کوئی مناسب بات نہیں تھی اور صورت حال بڑی الجھی ہوئی تھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا کروں کیا نہ کروں' بہرحال وہاں سے آگے بڑھا اور نجانے کہاں کہاں بھٹکتا پھرا۔ پھر نجانے کیوں میرے قدم ایک گھر کے دروازے کی جانب اٹھ گئے مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے میں کسی خاص نتیجے پر پہنچ گیا ہوں' یا پھر تقدیر مجھے خود بخود یہاں تک لائی ہے یہ مکان اسی لڑکی کا تھا جس کا نام میرا تھا میں میرا کے گھر میں داخل ہوگیا میرا شاید ابھی ابھی بیدار ہوئی تھی اس کے گھر میں داخل ہونا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد جب نیرا فارغ ہوکر آئی تو میں نے اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی یہ نوجوان اور خوبصورت لڑکی واقعی بے مثال

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی تعجب کی بات ہے کہ اتنی نوجوانی کی عمر میں اس نے کس طرح روحانیت سے رابطے قائم کر لئے تھے بہرحال میں میرا کے پاس پہنچ گیا اور میں نے کہا۔

''میرا میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔''

''تو شیطان ہے۔ اور میں حیران ہوں کہ ایک شیطان کیوں میرے پیچھے لگ گیا ہے دیکھ میں نہیں چاہتی کہ تجھے نقصان پہنچاؤں لیکن میرے پاس ایک ذریعہ ہے جس سے میں تجھے نقصان پہنچا سکتی ہوں۔ میں اس سے بہت دیر تک بحث کرتا رہا لیکن کچھ بھی نہیں ہوسکا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ شاید ایسی حالت میں آنے کے بعد میں اپنا کام سرانجام نہ دے سکوں۔ یکا یک میرے ذہن میں روشنی کی ایک کرن پھوٹی میں نے میرا اور میجر کی گفتگو سنی تھی میرا نے میجر محمود کو بتایا تھا کہ میں کوئی روح نہیں بلکہ ایک ''کا'' ہوں اور ''کا'' کا تعلق انسانی جسم سے ہوتا ہے اور جس کی موت انسان کی موت کے بعد ہی واقع ہو جاتی ہے لہٰذا اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ میرا کا ذہن کسی غلط نتیجے پر نہیں پہنچا ہے مجھے زندہ درگور کر دیا گیا تھا اور حقیقتاً ابھی میری موت واقع نہیں ہوئی تھی۔ ہوسکتا ہے ڈاکٹر غلام صرف میری روح کو میرے جسم سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوسکا ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ میری روح میرے جسم میں دوبارہ بھی داخل ہوسکتی ہے اور یقینی طور پر میرے بدن میں ابھی زندگی باقی ہوگی۔ اگر میں کسی طرح اپنے کا کو اس میں داخل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو ایک بار پھر مجھے جیتی جاگتی زندگی میسر آسکتی ہے اس خیال کے تحت میں نے قبرستان کا رخ کیا اگر جسم مل جائے تو میں اس سازش کو بخوبی ناکام بنا سکتا ہوں۔ میں نے اپنی قبر کے قریب پہنچ کر سوچا کہ میں کسی طرح اپنے جسم کو قبر سے باہر نکال سکتا ہوں بہت دیر تک میں اپنی قبر کے قریب کھڑا ہوا اپنے آپ کو دیکھتا رہا اور پھر ایک سوراخ سے میں نے اپنے وجود کو قبر میں اتارنا شروع کر دیا۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرا بدن کس قدر تاریکی میں تھا۔ قبر میں آپ اس خوفناک اور روح فرسا اندھیرے کا تصور بھی نہیں کر سکتے' میں نے سوچا کہ اگر پتھر کی وزنی سلوں کے درمیان خفیف سی دراڑیں نہ چھوڑی گئی ہوتیں تو گوشہ لحد میں میرا کیا حال ہوتا' ایک اور روح فرسا خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا اگر مجھے میرے جسم میں داخل ہونے میں کامیابی حاصل ہوگئی لیکن اگر میں اس قبر سے باہر نکلنے میں کامیاب نہ ہوسکا تو کیا ہوگا۔ اب تک تو میں مرا نہیں تھا اب

اندھیرے اور گھٹن سے میری موت واقع ہو جائے گی اور ذرا اندازہ لگانے کی کوشش کیجئے آپ کہ یہ تصور کس قدر لرزا خیز اور خوفناک تھا' کچھ لمحوں تک میں سوچتا رہا پھر میری ہمت آہستہ آہستہ لوٹ آئی میرا جسم ابھی تک مکمل تھا میں نے اپنے جسم میں داخل ہونے کا بھرپور ارادہ کر لیا کام اگرچہ بہت خطرناک تھا اور ناکامی کے امکانات زیادہ تھے تاہم میں یہ خطرہ مول لینے کا مکمل ارادہ کر چکا تھا میں نے دیکھا کہ میرا چہرہ کفن سے آزاد ہے' میں نے سوچا کہ مجھے کس طرح اپنی کوششوں کا آغاز کرنا چاہئے۔ پھر میری نگاہیں اپنی لاش کے نتھنوں کی طرف مبذول ہوگئیں یقیناً یہی ایک واحد طریقہ تھا جس پر عمل پیرا ہوکر میں اپنے آپ کو اپنے جسم میں داخل کرنے کی کوشش کر سکتا تھا میں نے اپنے لطیف پیکر کو اپنی ناک کے قریب سیکڑنے کا کام شروع کر دیا' مختصر اور مختصر کچھ اور مختصر اور پھر میں اپنی لاش کے نتھنوں سے اندر داخل ہوگیا ایک انوکھا تجربہ تھا چند لمحے گزر گئے اور پھر دفعتاً اپنی موت کے بعد پہلی بار میں نے اپنے دل کی دھڑکن سنی' میرا دل ایک جیتے جاگتے انسان کی طرح دھڑک رہا تھا لیکن میرے حواس پر ایک گہری نیند سی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں اپنی قبر میں کتنی دیر بے ہوشی کے عالم سے دوچار رہا لیکن ہوش آیا تو میری حالت بہت زیادہ غیر ہو رہی تھی اگرچہ میں اپنا جسم حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا' لیکن قبر کے اندر میری حالت کسی مردے سے کم نہیں تھی۔ سفید کفن میں لپٹا ہوا میں اپنی تاریک اور ہوا بند قبر میں لیٹا ہوا تھا میرے پھیپھڑوں پر شدید بوجھ پڑ رہا تھا اور سانس لینا تقریباً ناممکن سا ہو رہا تھا۔ مجھے چند ہی لمحوں میں احساس ہوگیا کہ میں اپنے بدن کے کسی حصے کو جنبش دینے کے قابل نہیں ہوں اگر کچھ دیر تک اور اسی بے بسی کے عالم میں پڑا رہا تو آخر کار میری موت واقع ہو جائے گی یہ تصور رونگٹے کھڑے کر دینے کے لئے کافی تھا۔ مجھے اپنی ساری کوششیں خاک میں ملتی نظر آئیں میرا جسم پسینے میں شرابور ہوگیا میں نے اپنی مدد کے لئے چیخنے کی کوشش کی' مگر میرے ہونٹوں سے نکلنے والی آوازیں اتنی معصوم اور بے جان تھیں کہ اپنی ان تنگ و تاریک قبر میں بھی مشکل سے سنا جاسکتا تھا خوف اور دہشت کی زیادتی نے میرے بدن میں لرزشیں پیدا کر دیں تھیں ایک بار پھر اپنی قوت کو سمیٹ کر میں نے خود کو حرکت دینے کی کوشش کی پھر خوف اور مایوسی کا شکار ہوکر میرا ذہن' تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا اور ہوش میں آنے کے بعد مجھے اپنی زندہ لاش دوبارہ قبر میں نہیں

نظر آئی آہ ..... وہ ہوگیا تھا جو نہیں ہونا چاہئے تھا میں نے خود اپنی حماقتوں کو گلے لگا لیا تھا اور آخر کار میں زندگی سے محروم ہوگیا تھا میرے دوست اس طرح میری موت واقع ہوئی اس طرح میں اپنے دکھ کا شکار ہوا' یہ ہے میری کہانی' کیا سمجھے اچانک ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا سلطان مجھ سے کچھ فاصلے پر نظر آرہا تھا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا مقبرہ ہوٹل ایک بار پھر آباد ہو چکا تھا میری خوفزدہ نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں' یہ ایک انوکھا انداز تھا بہت ہی انوکھا انداز' ایک کہانی کو سننے اور سمجھنے کا ایسا شاید کبھی کسی نے سوچا بھی نہ ہو' دفعتاً ہی میری نگائیں ایک طرف اٹھ گئیں اور یہاں مجھے جو کچھ نظر آیا وہ بھی میرے لئے قابل یقین تھا بہت فاصلے پر میرا استاد میرا روحانی استاد گلپت حسین راجو یہ بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس ہیرٹ اور لارا بھی تھے یہ اس مقبرہ ہوٹل میں کہاں سے آگئے میں نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا اور اٹھ کر ان کی جانب چل پڑا۔

''مرشد نے مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھا پھر بولے'' کہو کیسا تجربہ رہا؟''

''تجربہ.....؟ میں حیرت سے بولا۔''

''ہاں ..... کیا تم اسے ایک دلچسپ تجربہ نہیں کہو گے۔ ٹھہرو میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ زندہ انسان اپنے گناہ وثواب چھپاتے ہیں۔''

''ایک منٹ مرشد' ایک منٹ' دفعتاً میں نے ہاتھ اٹھا کر اور مرشد مجھے غور سے دیکھنے لگے۔ پھر بولے۔

''ہاں کہو کیا بات ہے؟''

''مرشد میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب میرا کیا ہوگا مجھے کیا کرنا چاہئے۔''

''مرشد نے بڑے تعجب سے مجھے دیکھا پھر بولے'' مقصد کیا ہے بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟''

''میرا مطلب ہے مرشد کیا میں اس طرح مارا مارا پھرتا رہوں گا مجھے اپنی زندگی اسی طریقے سے گزار دینا ہوگی؟

''کیا چاہتے ہو؟''

''مرشد میں خود چاہتا ہوں کہ پراسرار علوم سیکھوں اس پر اسرار دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کروں جو میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی۔ مرشد یہ تو ایک سچائی ہے کہ اب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تک میں جن مصیبتوں میں گزر رہا ہوں وہ بڑی انوکھی رہی ہیں تیجا میرے لئے وبال جان بن چکا ہے میرے دل میں لاتعداد باری خواہش بیدار ہوئی ہے کہ اپنے علم کا سہارا لے کر میں اپنے ماں باپ کو تلاش کروں اور ان کی کچھ خدمت کروں مرشد میری وجہ سے میرا پورا گھر تباہ ہوگیا ہے میں ان تمام باتوں سے خوش تو نہیں ہوں مجبوری کا دوسرا نام صبر ہے' بس آپ یہ سمجھ لیں مرشد کہ میں مجبوراً یہ صبر کر رہا ہوں اگر میں کچھ کرسکتا تو سب سے پہلے باہر نکل کر اپنے ماں باپ کو تلاش کرتا اور ان کے لئے کوئی اعلیٰ مقام حاصل کرتا۔ مرشد نے آنکھیں بند کرلیں تھیں خاموشی سے میری صورت دیکھتے رہے تھے پھر انہوں نے کہا۔

''رات جب کالا کفن اوڑھتی ہے اور ماحول پر تاریکی پھیل جاتی ہے جاگنے والے سو جاتے ہیں تو سونے والے جاگ اٹھتے ہیں عالم ارواح کا ایک الگ مزاج ہے روحوں کی دنیا میں بسنے والے اپنے طور پر عجیب وغریب زندگی گزارتے ہیں تم اگر ان کی بات کرتے ہو تو کیفیت بالکل مختلف ہو جاتی ہے اگر آزادی سے زندگی گزارنا چاہتے ہو تو وہ اس لئے مشکل ہوگئی ہے کہ تم نے ایک دشمن بنالیا ہے تیجا کا ماضی کیا ہے میں بھی نہیں جانتا تم بھی نہیں جانتے معلوم کرنے کی کوشش کرو گے پتہ نہیں چل سکے گا یہ ساری باتیں ناقابل فہم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ سب کچھ بھول کر کسی اور تلاش میں نکلو گے تو راستے روکے جائیں گے تمہارے کچھ حاصل کرنے کی بات اگر ہے تو وہ مشکل نہیں ہوگی دنیا کو الگ نظر سے دیکھنا چاہتے ہو تو بے شک دیکھو لیکن مرشد کہتے ہو مجھے' یہ کہنا چھوڑ دو تمہاری طرف سے ہر فکر دور ہو جائے گی میری ہاں اگر یہی چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے فکر مند رہوں تو پھر کچھ اور ہی کرنا ہوگا بات صرف اتنی ہے۔ کہ میں نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ یہ کیا ہے کہ تمہیں تمہارے دشمنوں کی نگاہوں سے محفوظ کردوں اور بھلا کسی اور کو احساس کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارا دشمن تمہارا سب سے بڑا دشمن تیجا ہے وہ تمہیں تلاش کر رہا ہے اس نے تمہارے لئے جال بچھائے ہیں اگر تم مخصوص طریقے سے ان جالوں کی طرف اڈر رہے ہو تو بہتر یہ ہوگا کہ اس پراسرار دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے تم اپنی حفاظت کا بھی بندوبست کرو ہاں اگر ان باتوں سے اختلاف کرنا چاہتے ہو تو دنیا کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کوئی تم کو اپنے موقف سے ہٹانے کی کوشش کرے تم سکون کے ساتھ اپنی پسند کے کام کرسکتے ہو لیکن بعد میں یہ نہ کہنا کہ تمہیں کوئی موقعہ نہیں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ملا۔

"میں اس پراسرار جگہ جسے مقبرہ ہوٹل کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا پہلے تو مرشد کی موجودگی سے ہی حیران تھا لیکن اب ان کے یہ الفاظ میرے لئے بڑی عجیب و غریب نوعیت کے حامل تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ ان الفاظ کا مجھے کیا جواب دینا چاہئے بہرحال کچھ لمحے خاموشی کے بعد میں نے کہا۔ مرشد آپ کی راہنمائی میں آج تک جو کچھ کرتا رہا ہوں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ اس سے مطمئن نہیں ہیں۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو ہم کسی بھی وقت تم سے منحرف ہو سکتے تھے بھلا ہمیں کیا پڑی تھی کہ ہم تمہارے لئے اپنا وقت ضائع کرتے تم اب تک جو کچھ کرتے رہے ہو میں اس سے مکمل طور پر مطمئن ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم اسی انداز سے کام کرو جس انداز میں میری خواہش ہے سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"جی مرشد"

"تو بس اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو بات صرف اتنی سی ہے کہ پہلے انسان مداخلت کرتا ہے اس کے بعد جب وہ اپنے آپ کو اس قابل سمجھ لیتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کا مقابلہ کر سکے تو پھر سامنے آنا ضروری ہوتا ہے اک تیجا ہی نہیں اس پراسرار دنیا میں ایسے لاتعداد کردار بکھرے ہوئے ہیں جو دوسروں کے لئے عذاب بن جاتے ہیں مطلب سمجھ رہے ہو نا میرا۔ بس میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ پہلے سمجھ لو ماحول کو حالات کو اور اس کے بعد پھر کوشش کرو یوں کرو اگر تم اتنا ہی اپنے طور پر کچھ کرنے کے خواہش مند ہو تو میں تمہیں ایک مختصر سا عمل بتاتا ہوں صرف سات دن کرنا ہوگا سات دن کے اس عمل میں تمہیں جو فائدہ حاصل ہوگا وہ یہ ہوگا کہ کسی بھی مسئلے میں تم اپنی شخصیت' اپنا کردار ترتیب دے کر اس پر عمل کر سکتے ہو۔ مثلاً میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کوئی واقعہ' دیکھو کم از کم چالیس ایسے تجربے حاصل کرو جو اس پراسرار دنیا سے تمہاری واقفیت کے دروازے کھول دیں۔ تمہیں حالات کا علم ہو جائے تم یہ جان لو کہ تمہیں آگے چل کر کیا کرنا ہے۔ مثلاً اپنے لئے کوئی راستہ تلاش کرنا چاہو تو اس عمل کے بعد تمہیں ایک کردار کی حیثیت حاصل ہو جائے گی تم اس کردار کی حیثیت سے ان پراسرار واقعات کا سراغ لگا سکتے ہو جس کا تعلق کسی بھی شخصیت سے ہو سکتا ہے کوئی بھی تمہارا ضرورت مند ہو سکتا ہے اس عمل کے بعد وہ شخص جسے تمہاری ضرورت

ہوگی تمہیں پکارے گا تم اس تک پہنچو گے کسی بھی طرح کوئی انوکھا واقعہ تمہاری ذات سے منسوب ہو جائے گا جس کا سراغ لگانا تمہارے لئے انتہائی دلکش عمل ثابت ہوگا اس طرح تمہیں اس پراسرار دنیا سے واقفیت حاصل ہو جائے گی کالا کفن اسی کو کہتے ہیں کفن تو سفید ہوتا ہے نا لیکن وہ سفید کن شخصیت کے اختتام کی نشانی ہوتی ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کہانی ختم ہوگئی۔ لیکن کالا کفن ایک عمل ہے ایک ایسا عمل کہ جس کا تعلق پراسرار دنیا سے ہے اور یہ پراسرار دنیا جب سمجھ میں آ جاتی ہے تو بڑی عجیب ہوتی ہے حیرت ناک ناقابل یقین دنیا کے رہنے والے اس بارے میں کچھ نہیں جانتے لیکن جو جان لیتے ہیں وہ اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بہت سی قوتیں ان کے ہاتھ میں ہوتیں ہیں۔ پھر تیجا یا اور کوئی تمہارے راستے نہیں روک سکے گا بلکہ تم انہیں اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہو بولو کیا چاہتے ہو۔

"میں نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مرشد کو دیکھا اور کہا۔ اس سے پہلے بھی آپ میری راہنمائی کرتے رہے ہیں بھلا میری مجال کہ اب آپ کے بتائے ہوئے راستوں سے ہٹ سکوں گا۔"

"گویا تمہارا مقصد یہ ہے کہ تم جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے تیار ہو۔"

"جی مرشد"

"تو پھر میں تمہیں ایک عمل بتا رہا ہوں جہاں تمہیں پہنچایا جا رہا ہے۔ وہاں پہنچ کر تم اس عمل کا آغاز کرو۔ تم اس کے آغاز کے ساتھ ہی محسوس کرو گے کہ تمہارے اندر انوکھی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ایسی تبدیلیاں کہ شاید جنہیں تم پہلے کبھی محسوس نہیں کر سکتے تھے۔"

"میں نے گہری سانس لی اس وقت میرے حلق میں انتہائی دردناک چیخ اٹھی ایک دل دوز چیخ' اس کے ساتھ ہی کسی کے سی سی کرنے کی آواز بھی سنائی دی میں نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا جس طرف سے آواز آئی تھی میرا رخ اسی جانب ہو گیا لیکن ادھر کچھ بھی نہیں تھا بس ایک سپاٹ دیوار اور ویران سا ماحول اس دیوار سے دوسری طرف نظر آ رہا تھا ریت کے بڑے بڑے ٹیلے ان کے درمیان ایک چھوٹا سا نخلستان پتہ نہیں یہ کوئی پینٹر کی تصویر ہے یا اس قبرستان کی کوئی اور شکل میں نے حیرت کی سانس لی۔ اور پلٹ کر مرشد کی جانب دیکھنے لگا لیکن یہ کیا وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا بلکہ وہ ویران صحرا جس کا ایک نمونہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں گردن گھما کر پیچھے دیکھ چکا تھا میرے سامنے بھی موجود تھا اور نخلستان جس میں کھجور کے دس بارہ درخت تھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا اور تاحد نظر مٹی کے ٹیلے اس طرف بھی موجود تھے میں شدت حیرت سے دیوانہ ہوگیا میں نے ادھر ادھر دیکھا پریشان نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا ایک لمحے کے اندر اندر یہ احساس تو ہوگیا تھا کہ صورت حال بدل گئی ہے اور مرشد کا معاملہ بہت ٹیڑھا ہوگیا ہے میں اب اس جگہ نہیں ہوں جہاں پہلے موجود تھا بلکہ میرے بدن کے نیچے نرم ریت ہے ٹھنڈی اور نرم ریت اور میں اس نرم ریت پر بیٹھا ہوا ہوں میرے خدا یعنی کہ میں ایک طلسمی عمل کا شکار ہوگیا ہوں اسی وقت میرے کانوں میں ایک آواز اٹھی کہ یہاں تم اپنے عمل کا آغاز کرسکتے ہو جو الفاظ تمہیں بتائے جا رہے ہیں انہیں اچھی طرح ذہن نشین کرلو اور پھر ایک آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی مجھے کچھ مخصوص قسم کے الفاظ بتائے جا رہے تھے میرا ذہن خودبخود ان الفاظ کی گردان کرنے لگا اور میں انہیں یاد کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں یہ الفاظ مجھے یاد ہوگئے تھے کمال ہے صاحب یہ علم وعمل کی دنیا بھی کیا چیز ہے انسان کی عقل سے باہر حالانکہ اب تک جو کچھ ہو چکا تھا وہ عمل سے باہر ہی کی باتیں تھیں لیکن بہرحال ہر نئی بات انسانی ذہن پر ایک نئے انداز سے اثر کرتی ہے۔ چنانچہ میں بھی شدید حیرت کے یہ عمل کر رہا تھا۔ عمل کی تکمیل کرکے میں نے سوچا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔

"فوراً میرے ذہن کو جواب ملا کہ جو عمل کیا ہے اس کا فائدہ نہیں چاہئے۔

"مگر کس طرح میں۔؟" نے سوچا۔

"اس عمل کے بعد تم سارے سوالات اپنے ذہن سے کرسکتے ہو۔"

"اس کا کیا طریقہ ہوگا میں نے اپنے ذہن ہی سے سوال کیا۔"

"آسان سا طریقہ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کرو دماغ کو متوجہ کرو اور اس سے پوچھو۔"

"میں نے بڑی دلچسپی محسوس کی تھی جو سوال میں اپنے آپ سے کرتا تھا اس کا جواب میرا ذہن آسانی سے دے دیتا تھا میں نے آنکھیں بند کرکے خود سے یہ سوال کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"میرے ذہن نے کہا کہ تم اپنی زندگی میں لاتعداد تجربات کرنے کے خواہش مند

ہو دنیا میں ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں سورج' چاند' اندھیرا' اجالا' سیاہ' سفید' روشنی تاریکی' روشنی وہ چیز ہوتی ہے جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہوتی ہے اور تاریکی وہ جس میں تمہاری آنکھوں کی بنیائی تم سے رخصت ہو جاتی ہے لیکن آنکھیں بند کرکے ذہن کو آزاد چھوڑ دو زندگی کے کسی بھی واقع پر غور کرو ذہن تاریکیوں میں بھی جھانک لیتا ہے۔ وہ تمہیں تمہارے سوال کا جواب دے گا۔ رات کا کالا کفن تمہیں جانے کہاں کہاں کی کہانیاں سنائے گا اور یہی کہانیاں تمہیں آگے کے لئے بہت سی سوچوں سے روشناس کرائیں گی۔ چنانچہ اپنے طور پر کسی بھی جگہ کے بارے میں غور کرو بے شمار کردار تمہارے پاس آئیں گے ان کی حقیقت سے تم سب کچھ جان لو گے اور تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ مثلاً آنکھیں کھول کر دیکھو اور اس جگہ کے بارے میں معلوم کرو ذرا غور تو کرو کہ تلوے شکل جیسی شے سمندر میں کسی سیاہ بلا کی طرح متحرک ہے اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے کچھ یہ یوں محسوس ہوتی ہے جیسے کوئی گاڑھی سی چیز یوں لگتا ہے جیسے وہ سانس لے رہی ہو لیکن آخر یہ ہے کیا۔ آہ شاید جلد بازی ہوگئی ہو دیکھو ذرا اسے غور سے دیکھو پہلے اس کی حقیقت سے روشناس ہو جاؤ اس کے بعد غور کرنا کہ یہ سب کچھ کیا ہے کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ وہ مدتوں سے سمندروں میں چکرا رہی ہے یوں لگتا ہے جیسے وہ سمندر ہی کے ساتھ ہی وجود میں آئی ہو لیکن ایک بات اس میں اور تم میں مشترک ہے یہ بھی رات ہی کو عالم وجود میں آتی ہے سیاہ رات کا کالا کفن اوڑھے ہوئے اور تاریکی ہی اس کی زندگی ہے۔ ہاں اگر تم اس سمندر کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو دیکھو ذرا یہ سمندر کا یہ حصہ ہے جو اس عجیب و غریب شے کی جائے پیدائش ہے اور اس سکیپ کے بارے میں ماہرین کا کہنا ہے کہ ازل سے وہ سیاہ رات کی مانند تاریک رہا ہے اور اس تاریکی میں جو وجود سمندر کے اس پراسرار اور ویران علاقے میں سانس لے رہا ہے اس کا ایک ہی مسئلہ ہے اور وہ مسئلہ ہے بھوک ایک کبھی نہ ختم ہونے والی بھیانک بھوک' ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ عجیب و غریب وجود کچھ کھائے بغیر مدتوں زندہ رہ سکتا تھا لیکن غذا اسکی بھوک کے آگے پھر بھی بے بس ہے' اس کی بھوک نے ختم ہونا سیکھا ہی نہیں ہے اور یہ کائنات ہے جو متحرک ہے شاید اس لئے کہ وہ بھوکی ہے بھوک اس کے لئے اور وہ خود بھوک کے لئے نیلے سمندر کی بے کرم وسعتوں میں زندگی کے لئے جدوجہد بڑی آسان چیز نہیں ہوتی لیکن یہ جدوجہد یہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سارے کا سارا مسئلہ شکم سیری کے لئے ہے۔ پیٹ بھر جائے تو زندگی آسان ہو جائے لیکن یہ سخت جدوجہد شاید بھوک مٹانے کے لئے ہی تیار ہے اور پراسرار شے جسے تم کوئی نام نہیں دے سکتے اور وہ سمندر کے اس ویران حصے میں متحرک ہے اپنی بھوک کے لئے زندہ ہے وہ اپنے محور میں سفر بھی کرتی ہے اور جو چیز اس کے راستے میں آتی ہے وہ اسے نگلتی چلی جاتی ہے چھوٹے سے تنکے سے لے کر بڑی بڑی مچھلیاں سب کچھ اس کے لئے ہیں اور اس کے سامنے جو کچھ بھی آجاتا ہے وہ اسے اپنے وجود اپنے ڈھیلے ڈھالے وجود میں اتارنے سے گریز نہیں کرسکتی ہاں اگر ہم اس کے وجود کا تجزیہ کریں تو یہ خوفناک بلا اس بات سے بالکل ناواقف ہے کہ خوف کس چڑیا کا نام ہے ڈر کیا ہوتا ہے بھلا اسے کس چیز سے خطرہ ہوسکتا ہے وہ تو خود ایک خطرہ ہے شارک مچھلیاں جو اپنے سامنے بڑے بڑے سمندری جہازوں کو بھی کوئی حیثیت نہیں دیتی اپنے خوفناک دانت نکال کر اس پر آزماتی تو وہ گاڑھا گاڑھا مادہ لمحوں کے اندر انہیں اپنے پگھلے ہوئے وجود میں اتار لیتا پانی اور کیچڑ کی ملکیت کی وہ تنہا وارث ہے اس کو آرام کی ضرورت ہے نا نیند کی اس کے پرسکون ہونے کو بھی جو وہ کسی تحریک میں نہیں ہوتی خطرے سے خالی نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ شکار پھانسنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے خوف زدہ ہوکر بھاگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کی دوڑ بھی اس لئے ہوتی ہے کہ خوراک کا بندوبست ہوسکے۔ چنانچہ کائنات کی یہ خوفناک بلا صرف بھوک کے لئے عالم وجود میں ہے اور اس کا تمام تر عمل اپنی شکم سیری کے لئے ہے اگر غور کیا جائے ہمارے نوجوان دوست تو اس شے کو کائنات کا نام دے سکتے ہیں کیونکہ کائنات کے ہر ذی روح کا ایک ہی مسئلہ ہے بھوک' بھوک' بھوک۔ سمندر کی گہرائیوں میں اگر کوئی زبردست زلزلہ آیا ہوتا تو شاید اسے سطح پر آنے کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوتی اس سے پہلے وہ سمندر کی گہرائیوں میں اپنی زندگی کے دن پورے کر رہی تھی۔ اور یہ قسمت ہی کا کرشمہ تھا جس نے اسے بارونق تاریکیوں سے نکال کر سمندر کی بے کیف سطح پر لا پھینکا تھا اگر وہ چھوٹی موٹی مچھلی ہوتی تو شاید اتنے خوفناک تجربے سے دوچار ہوکر زندہ ہی نہیں رہ سکتی تھی لیکن وہ مچھلی تھی ہی کب وہ تو ایک ایسی مضبوط اور توانا شے تھی جس نے اتنے بڑے حادثے کو بھی آسانی سے برداشت کرلیا تھا اور آہستہ آہستہ لہروں کے سہارے بہتی ہوئی خوراک کی تلاش میں آگے بڑھ رہی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی زندگی میں ایک نئے دور کا

آغاز ہو رہا تھا۔ سمندر کی تہہ کے نیچے اس نے نجانے زندگی کے کتنے سال گزارے تھے لیکن اب وہ آہستہ آہستہ لہروں کی سطح پر بہتی ہوئی ساحل کی جانب جا رہی تھی سینکڑوں مردہ مچھلیوں اور کیکڑوں کے سڑتے ہوئے جسموں کے نزدیک ہی اس کا سفر جاری رہتا تھا یہاں تک کہ ایک عظیم الشان لہر نے جو سمندر کی بڑائی کو ظاہر کرتی تھی اسے قریبی کھاڑی کی جانب دھکا دیا اور عظیم لہر نے اسے جھٹکے سے ساحل سے قریباً ایک میل اندر لا پھینکا اور اب اس کے چاروں طرف کی زمین دور دور تک دلدل بنی ہوئی تھی جس پر گھاس اور سمندری جھاڑیاں جا بجا اگی ہوئی تھیں۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ سمندر کے اندر ہونے والا ہنگامہ رات کے وقت ہوا تھا اور چونکہ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی چنانچہ وہ اس روشنی سے قطعی محفوظ تھی جس کا اسے کوئی تجربہ نہیں تھا اور روشنی یقیناً اس کے لئے کسی خوفناک حادثے سے کم نہ ہوگی گویا کاتب تقدیر نے اور راقم فطرت نے اسے ایک نئی دنیا سے آشنا کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ کانٹے دار جھاڑیوں سے گزرنے والا عظیم الشان لہر کا پانی جس نے اسے یہ احساس دلایا تھا کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ یا پھر پہاڑ اپنی بلندی میں بے مثال اور اونٹ ان کے سامنے کچھ نہیں چنانچہ عظیم لہر کا پانی جونہی واپس لوٹا اس نے سطح پر اپنے سارے وجود کو ساکر کرلیا غالباً سوچنے والی خوفناک بلا اب یہ سوچ رہی تھی کہ وہ ساگر اس نئی سرزمین پر کس طرح اپنے آپ کو قائم کرے لیکن شاید قدرت نے اپنے صدہا انوکھے عجوبوں کی طرح جو ازل سے آج تک انسان کی سمجھ میں نہیں آئے اور آج سے ابد تک سمجھ میں نہیں آئیں گے۔ اس مخلوق کو بھی جیسے اس نے پیدا کیا ہے کچھ مخصوص قوتیں بخشی تھیں اس کی عقل کیا کہتی تھی اس کا تجزیہ نہ میں کرسکتا ہوں نہ آپ لیکن بہرحال اسے جو قدرت بخشی گئی تھی اس نے اس کے سلسلے میں عمل کا آغاز کر دیا اور اس کی جسمانی وضع میں عجیب وغریب تبدیلیاں واقع ہوتی چلیں گئیں۔ یہاں تک کہ وہ اس دلدل پر اس طرح جم گئی جیسے یہی جگہ ہزاروں سال سے اس کا مسکن رہی ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں سمندر سے زیادہ آرام میسر تھا یہاں اور اب وہ پہلے کے مقابلے میں خود کو خاصی تیز رفتار اور ہلکی محسوس کر رہی تھی ابھی وہ خود پر قابو پا ہی رہی تھی کہ بھوک اس پر شدت سے حملہ آور ہوگئی اور جہاں تک خوراک کا تعلق تھا وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی کہ یہاں خوراک بھی سمندر سے کہیں زیادہ وافر مقدار میں موجود ہے اور اس کے علاوہ شاید اس کا

PVL PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا چنانچہ اس نے اپنے مقام کو چھوڑ کر آگے کی سمت رینگنا شروع کر دیا ادھر جہاں گھنی جھاڑیوں کے درمیان بہت سا پانی جمع ہو کر ایک تالاب کی شکل اختیار کر گیا تھا اور اس تالاب کے کنارے اور اس کے اندر اس کے لئے بہت کچھ موجود تھا چنانچہ وہاں پہنچ کر چند ہی لمحوں میں اس نے کیا ہی موٹے موٹے مینڈک نگلے لاتعداد چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اس کے معدے میں اتر گئیں لیکن اس معمولی سی چیز سے اس کی بھوک کیا مٹتی اب اسے ایک بڑے جانور کی تلاش تھی اور وہ بڑا جانور ایک مگرمچھ تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس کے لمبے وجود پر کالے رنگ کی یہ خوفناک بلا کسی موٹے تودے کی مانند آ گری اور اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ جو تالاب کا بادشاہ ہے اور چھوٹے بڑے جتنے آبی جانور ہیں اس کے قریب آنے سے کتراتے ہیں۔ اچانک ہی رات کے کالے کفن میں کیسے ملفوف ہو گیا لیکن کچھ لمحوں کے بعد اس کے اپنے وجود کا کوئی نشان بھی نہیں تھا اب تو صرف تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی میں گم ہو گیا تھا لیکن وہ خوفناک بلا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے چھوٹی موٹی یہ چیزیں اس کے معدے میں پہنچ کر اس کی بھوک کو اور چمکاتی ہیں چنانچہ اب اس کے اندر کچھ اور بے چینی رونما ہو گئی تھی وہ آگے ہی آگے رینگتی گئی دلدلی زمین اب ختم ہوتی جا رہی تھی اور خشک جھاڑیوں کا جنگل نگاہوں کے سامنے تھا اسے خود بھی اس بدلتے ہوئے ماحول کا احساس ہوا اور صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے اس نے ایک دم رک کر ادھر ادھر دیکھا اب اس کا آدھا جسم پانی میں ڈوبا ہوا تھا اور آدھا خشکی پر تقریباً بے پناہ وزن کی مچھلیاں اور مینڈک وہ اب تک نگل چکی تھی لیکن یہ وحشی بھوک اب بھی اس کے اندر پوری طرح بیدار تھی آنکھیں نہ ہونے کے باوجود بھی اسے نکلتے ہوئے سورج کا علم ہوتا تھا روشنی کیا چیز ہے وہ نہیں جانتی تھی سورج کی کرنیں جیسے ہی گہرے بادلوں کو چیرتی ہوئی اس کے وجود سے ٹکرائیں اچانک اس کے سارے وجود میں نفرت ابلنے لگی بار بار اس نے پانی پر ابھر ابھر کر اپنی نفرت کا مظاہرہ کیا لیکن سورج کی مصیبت سے چھٹکارا حاصل نہ ہو سکا اور مجبوراً وہ واپس پانی میں سرک آئی اور تالاب کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئی جب تک سورج نکلا رہا اس نے تالاب کی گہرائی میں اپنا سارا وجود چھپائے رکھا ننھے ننھے جانوروں کو جیسے آزادی مل گئی اور وہ اس بلا سے آزاد ہو کر باہر نکل آئے اور یہ سوچنے لگے کہ اب ان کی زندگی کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

☆.....☆.....☆

بابا شہباز اس علاقہ سے کچھ دور ایک چھوٹی سی آبادی فیروز پور میں رہتا تھا فیروز پور کے اپنے الگ کوائف تھے ہم اس وقت بابا فیروز کی بات کرتے ہیں وہ اپنے مکان کی چھت پر لیٹا ہوا کچھ سوچ رہا تھا رات کو نجانے موسم کے بغیر وہ تیز ہوائیں کدھر سے ابھر آئیں تھیں جنہوں نے ماحول میں ٹھنڈک بھی پیدا کر دی تھی اور تھوڑے بہت نقصانات بھی خاص طور سے بابا شہباز کے اپنے گھر میں کچھ ایسی چیزیں گر کر تباہ ہو گئیں تھیں جو اس کے لئے تکلیف دہ تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ یہ نقصان کیسے پورا ہو گا رات بھر نیند نہیں آئی تھی اسے اور اس وقت بھی وہ سہولت کا شکار تھا اور رات بھر بے کل رہنے کی وجہ سے بدن دکھ رہا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا تلاش رزق ایک اہم مسئلہ ہوتا تھا چنانچہ وہ گھر سے باہر نکل آیا اپنے نقصان پر وہ بہت دکھی تھا بہت ہی مفلسی کی زندگی گزار رہا تھا پاس پلے کچھ تھا ہی نہیں دن رات اپنی خوش حال زندگی کے خواب دیکھتا تھا راہ چلتے ہوئے اس کی نگاہیں زمین پر کچھ تلاش کرتی تھیں شاید کچھ مل ہی جائے یہ علاقہ اس کے لئے نامہرباں ہی ثابت ہوا تھا اس کے علاوہ اپنی شکل و صورت کو وہ کیا کرتا عام طور سے لوگ اسے برا انسان سمجھتے تھے یہاں تک کہ پولیس والے بھی اس پر غور کرتے تھے اس نے کئی بار کہا کہ وہ چور نہیں ہے حالات کی ستم ظریفی کا شکار ہے لیکن وہ یقین نہیں کرتے تھے وہ آگے بڑھتا چلا گیا اس کی نگاہیں اب بھی زمین پر جمی ہوئی تھیں۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ کاش آج قسمت مہربان ہی ہو جائے اچانک ہی اسے ایک جھٹکا سا لگا اگر نگاہیں دھوکہ نہیں کھا رہی تو یقیناً وہ دس روپے کا نوٹ ہے۔ جو زمین پر نظر آ رہا ہے بے اختیار اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جلدی سے جھک کر مڑے تڑے نوٹ کو اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ آہ یوں لگتا ہے جیسے تقدیر نے رات کو تیز ہوائیں اس کے گھر تک بھیجی تھیں تاکہ وہ بے چین ہو کر جاگتا رہے اور صبح کو اتنی جلدی باہر نکل آئے اور یہ نوٹ حاصل کر لے نوٹ کو اپنی جیب میں ٹھونس کر اس نے تیزی سے قدم اٹھا دیئے اور اب نہ اس کی آنکھیں زمین پر تھیں اور نہ ہی اس کے دل میں بے چینی کا احساس اس کے قدم ہوٹل کی جانب بڑھ رہے تھے یہاں بہت سے شناسا تھے۔ لیکن سب ایک ہی بات جانتے تھے وہ ایک قلاش آدمی ہے بے کار اور بے مصرف اور اگر وہ کسی ہوٹل میں گھس آئے تو اس کی جیب میں کوئی پیسے نہیں ہوتے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چنانچہ جب اس نے ایک میز پر بیٹھ کر اس بدشکل بیرے سے کہا۔

''میرے لئے ڈبل چائے اور ایک بڑا شیرمال لے کر آؤ اور ہاں اس شیرمال میں مکھن بھی لگا دینا نجانے کب سے مکھن لگا شیرمال نہیں کھایا''

''تم خود اٹھ کر یہاں سے بھاگ جاؤ گے یا میں تمہیں اٹھا کر باہر پھینک دوں۔''

''ارے واہ کیا میں کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے تمہارے مالک سے شکایت کروں کہ تم گاہکوں کے ساتھ اس طرح پیش آتے ہو۔''

''گاہکوں کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آتا بلکہ ان کے ساتھ جن کی جیب میں کچھ نہیں ہوتا اور تم قدرتی فقیر ہو میرا مطلب ہے پیدائشی فقیر۔''

''جواب میں اس نے دس روپے کا نوٹ اپنی جیب سے نکالا اور اسے کھول کر میز پر پھیلاتا ہوا بولا۔ ''ڈبل چائے کی قیمت دو روپے اور شیرمال پر مکھن کی پوری تہہ لگا کر تم زیادہ سے زیادہ اس کی قیمت چھ روپے بتا سکتے ہو اگر میرا دل خوش ہوگیا تو ممکن ہے آج تمہیں دو روپے ٹپ بھی مل جائے حالانکہ تم نے صبح ہی صبح میری اتنی توہین کی ہے کہ اصولی طور پر مجھے تمہیں ایک پائی بھی نہیں دینی چاہئے لیکن خیر اچھی سروس پر تمہیں معاف بھی کیا جاسکتا ہے۔''

''ہوٹل کا ویٹر حیرانی سے دس کے نوٹ کو گھورتا رہا پھر منہ بنا کر واپس چلا گیا جو شیرمال اس نے طلب کیا تھا وہ سائز میں کافی بڑا ہوتا ہے اور اگر اس میں مکھن کی پوری تہہ بچھا دی جائے تو کیف سرور سے اس کی آنکھیں بند ہوگئیں میز پر پھیلے ہوئے نوٹ پر اس نے اپنی ہتھیلی رکھ دی۔ کہیں ہوا کا کوئی جھونکا اسے اڑا نہ لے جائے اور اس کے سارے خواب گم ہو جائیں بھلا ایسے خواب بار بار تو نظر نہیں آتے بڑا سا شیرمال پھولا ہوا اوپر سے بالکل براؤن چکنا چکنا مکھن کے نشانات درمیان سے جھانکتے ہوئے ویٹر نے یہ یقین کرنے کے بعد کہ واقعی آٹھ روپے کا بل بنتا ہے اور دو روپے اس کی جیب میں بھی آسکتے ہیں بڑی نفاست سے بند میں مکھن لگایا تھا چائے بھی بڑی صفائی کے ساتھ دی گئی تھی دونوں چیزیں میز پر رکھ کر وہ واپس چلا گیا تو وہ ان پر ٹوٹ پڑا ایسی شاندار صبح کم ہی کم آتی ہے اور ایسی حسین صبح سے فائدہ نہ اٹھانا بہت بڑی حماقت ہے البتہ ویٹر کے رویے پر اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ دو روپے تو کیا اسے دو پیسے بھی ٹپ نہیں دے گا چنانچہ جب وہ

فارغ ہوگیا اور دس روپے کا نوٹ ویٹر کے ہاتھ پہنچا تو ویٹر نے از راہ اخلاق بڑی سی پلیٹ میں اس کے لئے دو تین ٹوتھ سٹک رکھیں اور دو روپے کے دو نوٹ لاکر ادب سے اس کے سامنے رکھ دئے پھر منتظر کھڑا ہوگیا اور اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ وہ فراخ دلی سے نوٹوں کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ لے جاؤ یہ بخشش لیکن اس نے کرسی کھسکا کر اٹھتے ہوئے دونوں نوٹ اٹھائے جیب میں رکھے واپسی کی طرف قدم بڑھائے ہوئے کہا۔

''اپنے اخلاق کو بہتر بنانے کی کوشش کرو تاکہ میرے جیسے معزز گاہک تمہیں بخشش دے کر خوشی محسوس کریں یہ کہہ کر وہ ہوٹل سے باہر نکل آیا اور پھر سیر و سیاحت اگر پیٹ بھر جائے اور پوری طرح پر کسی مشکل کا احساس نہ ہو تو فیروز پور ایک اچھی جگہ ہے ہاں اچانک چل پڑنے والی تیز ہوائیں یا زمین پر نظر نہ آنے والا دس روپے کا نوٹ کبھی کبھی خاصی پریشان کن بات ہے اسے درست کرنا ممکن نہیں ہوگا بہرحال کوئی اور انتظام کرنا ضروری ہے پھر فیروز پور کے مشرقی سرے کا وہ علاقہ جو اسے بے پناہ پسند تھا اور کبھی کبھی وہ اس علاقے میں رات گزار لیتا تھا۔ اسے یاد آیا اور اس نے سوچا کہ کیوں نہ اس طرف جاکر آرام کرلے بڑا خوبصورت مقام ہے اور آج کل ویسے بھی موسم بہار ہے درختوں کے علاقے سرسبز و شاداب ہوں گے ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا اس نے ایک گھنے درخت کو رات گزاری کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر قرب و جوار سے خشک لکڑیاں لاکر اس درخت کے نیچے ڈھیر کرنے لگا دن بھی خاصا ٹھنڈا تھا اور راتیں تو بہت سرد ہو جاتی تھیں پھر اگر اوپر سے ہوائیں بھی چل پڑیں تو یوں لگتا ہے جیسے بدن پر اوڑھی ہوئی کھال کی چادر بالکل ہی پتلی ہوگئی ہو ایسی شکل میں اگر آگ روشن ہو جائے تو صورت حال بہتر ہوسکتی ہے چنانچہ سورج کے ڈوبنے سے پہلے ہی لکڑیوں کا ایک انبار اس نے اپنے پاس جمع کرلیا پھر جب سورج چھپا اور اندھیرا پھیل گیا تو اس نے روشنی کردی اور قریب ہی سونے کے لئے لیٹ گیا۔ لکڑی آہستہ آہستہ جل رہی تھیں اور جل جل کر راکھ ہو رہی تھیں نجانے وہ کونسا احساس تھا جس نے اسے سوتے سے جگا دیا کوئی آواز تھی یا خوشبو وہ گڑبڑا کر اٹھ گیا چند لکڑیاں اب بھی شعلے دے رہی تھیں اور قرب و جوار میں روشنی پھیلی ہوئی تھی اس روشنی میں اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا کوئی آواز تک نہ تھی وہ پریشانی کے انداز میں درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اصل مشکل یہ تھی کہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بات اس کی سمجھ میں نہیں آ سکی تھی کہ قصہ کیا ہے پچھلی رات بھی بے خوابی کے عالم میں گزر گئی تھی تیز ہواؤں نے سونے نہیں دیا تھا اور پھر اس نے ٹین ڈبوں سے بنے ہوئے ٹوٹے گھر میں جو خرابیاں پیدا ہوئیں تھیں لیکن اس وقت تو وہ اپنے ٹوٹے گھر میں نہیں ہے' پھر کیا ہوا ہے لیکن رفتہ رفتہ اپنی گھبراہٹ کی وجہ سمجھ میں آ گئی ایک بدبو سی فضا میں پھیلی ہوئی تھی ایک ایسی ناخوشگوار گھناؤنی اور مکروہ سی بدبو جیسے کوئی سڑی ہوئی مچھلی یا پھر اسی طرح کی کوئی اور شے وہ گردن اٹھا اٹھا کر اس بدبو کے مرکز کو تلاش کرنے لگا پھر اس نے اپنے قریب و جوار میں دیکھا آگ کو بھڑکانے کے لئے اسے لکڑیوں کی تلاش تھی قریب ہی دو چار سوکھے پتوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا ساری لکڑیاں شعلے پکڑ چکی تھیں کچھ راکھ ہو گئیں تھیں کچھ راکھ ہو رہی تھیں لیکن آگ بھڑکانے کے لئے کچھ نہ کچھ درکار تھا اس نے دونوں ہاتھوں سے ان سوکھے پتوں کو زمین سے بٹورا اور آگ میں جھونک دیا لمحے بھر کے لئے شعلہ سا لہرایا اور تھوڑی سی روشنی تیز ہوگئی اور اچانک ہی اسے اپنے بائیں سمت جھاڑیوں میں کسی شے کے سرسرانے کی آواز سنائی دی اور وہ بوکھلا کر درخت کے تنے کے پاس سے ہٹ گیا کوئی جانور یقیناً کوئی خوفناک جانور مجھ سے چند گز کے فاصلے پر موجود ہے اس نے سوچا اور اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ یہ جانور صرف آگ کی وجہ سے سامنے آنے سے کترا رہا ہے یقینی طور پر وہ آگ سے خوف زدہ ہوگیا اور ممکن ہے وہ جانور اس کا تعاقب کرے یہ آگ اس وقت اس کی محافظ ثابت ہوسکتی ہے مزید پتیاں ڈھونڈنے کے لئے اس نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں لیکن بے سود اس کا سرمایہ زندگی ختم ہو چکا تھا پھر اس نے چیخنے کی کوشش کی تاکہ جانور گھبرا کر بھاگ جائے لیکن یہ کوشش بھی کارگر نہیں ہوسکی آواز اس کے حلق سے نکل ہی نہیں پائی تھی ایک بار پھر اسے کسی انتہائی بھاری بھرکم شے کے کھسکنے کی آواز صاف سنائی دی اور پھر اس کے بعد لکڑیوں میں جگ مگاتی ہوئی آخری چنگاری بھی دم توڑ کر رات کے اندھیرے میں گم ہوگئی اور جیسے ہی یہ چنگاری گم ہوئی قریب کی جھاڑیاں زور سے چڑچڑائیں اور پھر کوئی شے بڑی تیزی سے اس کی جانب لپکی ایک بار صرف ایک بار اس کے حلق سے کسی ذبح کئے جانے والے بکرے جیسی آواز نکلی اور دوسرے لمحے وہ غروب ہوگیا اس طرح جیسے اس کا وجود اس کائنات میں کبھی رہا ہی نہیں ہو۔ ہاں وہ عظیم پہاڑی تو وہ جیسی پہاڑی تو وہ بھی اس لئے نہیں کہا جاسکتا تھا کیونکہ اس کی

کیفیت ایک جیلی جیسی تھی جو ادھر ادھر ڈھلک رہی ہو اس کا حجم انتہائی وسیع ہو یہ عظیم تودہ جو جھاڑیوں سے نکل کر اب اس مقام پر منجمد ہوگیا تھا جہاں چند لمحے پہلے بابا شہباز کا بسیرا تھا لیکن اب نہ وہاں آگ تھی نہ آگ کی رات اور نا بابا شہباز کے وجود کا کوئی تصور جو چند لمحے پہلے زندگی کے مختلف جھگڑوں میں پھنسا ہوا تھا بس خاموشی' خاموشی' خاموشی۔

☆.....☆.....☆

''فیروز پور ہی کے ایک مشرقی حصے میں ایک بوڑھا غلاموں بھی رہتا تھا یہ دودھ فروش تھا۔ دودھ بیچنا اس کی بچپن سے اب تک کی ضرورت تھی اور اس میں زندگی گزاری تھی بس اس کی اپنی بھینس اور وہ باقی اس کی زندگی میں کچھ بھی نہیں تھا شادی تک نہیں کی تھی اور بے کیف زندگی گزار رہا تھا اس صبح بھی وہ معمول کے مطابق اداس تھا کبھی کبھی یہ اداسی بہت انوکھے خیالات کے ساتھ تیرتی ہوئی اس کے وجود تک پہنچ جاتی تھی اور وہ اپنی بے نام خواہشوں کو تلاش کرتا رہتا تھا آج بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا تھکے تھکے انداز میں وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باورچی خانے میں جا گھسا جہاں اس نے چائے بنائی سوکھی ہوئی ڈبل روٹی چائے بھی بھگو کر کھائی اور پھر بھینس کی ناز برداری کے لئے چل پڑا۔ جو گھر کے عقبی حصے میں ایک چھوٹے سے احاطے میں بندھی رہتی تھی لیکن جیسے ہی وہ احاطے کے قریب پہنچا اس نے ایک عجیب سی بدبو فضا میں پھیلی ہوئی محسوس کی۔ یہ بدبو یقیناً اس دلدلی علاقے سے آ رہی ہے یہاں کا سارا ماحول اس دلدلی علاقے نے خراب کر رکھا تھا اس نے دو چار گالیاں بکیں اور یہ گالیاں حکومت کے معاملات پورے ہوتے رہیں عوام کو کیا تکلیف ہوتی ہے کسی کو کیا؟ لیکن اچانک ہی وہ چونک پڑا اس نے اس کونے کی طرف دیکھا تھا جدھر اس کی بھینس بندھی ہوئی ہوتی تھی لیکن نجانے کیسے آج وہ بھینس وہاں موجود نہیں تھی یہ کم بخت کہاں نکل گئی غلاموں نے سوچا ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں پھر زمین پر اسے کچھ عجیب سے نشانات نظر آئے جو بالکل سمجھ نہ آنے والے تھے بالکل ایسے ہی لگتا تھا جیسے کوئی بڑا سا جانور کیچڑ میں لت پت گھسٹتا ہوا ادھر سے گزرا ہو آخر یہ کیا شے تھی یقیناً کوئی بڑا جانور یہاں آیا تھا اس کے علاوہ غلاموں کچھ نہیں سوچ سکا لیکن۔ جانور کے تو پنجے ہوتے ہیں اور یہ نشانات تو بالکل ہی عجیب سے ہیں غلاموں سوچتا اور پریشان ہوتا رہا حتی کہ اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا دماغ بالکل جواب دے گیا اور وہ بدحواس ہوکر وہاں سے بھاگ نکلا۔ تھوڑے فاصلے پر اسے فیروز پور کے رہنے والے لوگ نظر آئے لیکن اس نے جس سے بھی اپنی بھینس کی گمشدگی کا کہا اور نشانات بتائے اس نے یقین نہ کیا ویسے بھی ان سب کا خیال تھا کہ بوڑھا غلاموں دماغی طور پر کھسک گیا ہے اور اس کے اندر فضول باتیں کرنے کی بیماری پیدا ہوچکی ہے البتہ حکیم ناصر ایک ایسا آدمی تھا جس نے سنجیدگی سے اس کی بات سنی تھی اصل میں حکیم ناصر نے خود بھی کچھ ایسی عجیب سی باتیں محسوس کی تھیں جنہیں وہ کسی سے کہنا چاہتا تھا اس نے کہا۔

''میرے دوست غلاموں میں تمہیں بتاؤں کہ دلدلی علاقے کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے ایک بڑی مدھم سی چیخ سنی تھی ایسی کہ جو میری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن پھر دوبارہ یہ چیخ مجھے سنائی نہیں دی تھی بس نجانے کیوں میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات پیدا ہوئے تھے پر جب کچھ نظر نہیں آیا تھا تو میں خاموش ہوگیا تھا حکیم ناصر نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا'' اور ہوسکتا ہے کوئی ایسی پراسرار قوت ہماری اس آبادی کے نزدیک چکر ارہی ہو یہ آبادی بھی تو حکومت کی توجہ سے باہر ہے ارے وہ دیکھو یہ ہمارا شکاری کہاں سے آرہا ہے ذرا اس سے تو پوچھیں سامنے ہی بستی کا بڑبولا حیدر شاہ اپنی زمانہ قدیم کی بندوق اٹھائے ہوئے سینہ تانے چلا آرہا تھا یہ شخص اپنے آپ کو ہرفن مولا سمجھتا تھا اچھی جسامت کا مالک تھا خیر فیروز پور والوں نے کبھی اسے کشتیاں لڑتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ اس نے چوبیس کشتیاں جیتی ہیں۔ پوری دو درجن اور اس کے بعد ایک ایسا واقعہ ہوا جس کی بنیاد پر حیدر شاہ نے کشتیاں لڑنا چھوڑ دیا وہ کہتا تھا کہ وہ بڑا شکاری ہے اور اس نے لاتعداد شکار کئے ہیں بہرحال بستی کا آدمی تھا لوگ اس کی بات سن لیا کرتے تھے یہ الگ بات ہے کہ اس پر یقین نہیں کرتے تھے جب وہ ان کے پاس پہنچا اور اس نے دلچسپی کی غرض سے کہا'' ''کیا بات ہے حکیم ناصر اور غلاموں تم دونوں کے چہروں پر ایسا تجسس نظر آرہا ہے جیسے کوئی خاص واقعہ ہوگیا ہو غلاموں کی بجائے حکیم ناصر نے کہا۔''

''واقعہ واقعی خاص ہے اصل میں غلاموں کی بھینس عجیب طریقے سے گم ہوگئی ہے باقی قصہ حکیم ناصر ہی نے حیدر شاہ کو سنایا تھا لیکن حیدر شاہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔''

''اس علاقے میں درندے تو کبھی نظر نہیں آئے میں تو ہمیشہ ہی ان کی تلاش میں بھٹکتا رہا بھلا کون سی شے ایسی ہوسکتی ہے جو پوری کی پوری بھینس کو ہڑپ کر جائے خیر اگر ایسا ہے بھی اور کوئی درندہ اس طرف آنکلا ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ کچھ گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکے گا اور اب میں غلاموں کے احاطے سے اپنا کام شروع کرتا ہوں اور اس جگہ کو تلاش کرتا ہوں جہاں سے اس سلسلے کا آغاز ہو بہرحال دیکھتا ہوں اور حیدر شاہ پوری سنجیدگی کے ساتھ اس طرف چل پڑا۔ لیکن اسے یقین نہیں تھا کہ ایسی کوئی بات ہوئی ہوگی غلاموں ویسے بھی بوڑھا ہوچکا ہے اور اس قسم کی باتیں اس کی عادت بن گئیں ہیں چنانچہ وہ راستے سے کٹ کر ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر چل پڑا۔ جو دلدلی علاقے کی جانب جاتی تھی فیروز پور کے دلدلی علاقے سے وابستہ جنگل میں چھوٹے چھوٹے جانوروں کا بڑا اچھا ذخیرہ موجود تھا بے شمار خرگوش ادھر سے ادھر بھاگتے نظر آتے تھے اور حقیقتاً حیدر شاہ کم از کم بڑے شکار کرتا تھا لیکن چھوٹے جانوروں کا شکار باآسانی مل جاتا تھا اور اگر کوئی اپنے آپ کو شکاری سمجھے تو اسے مایوسی نہیں ہوتی تھی بہرحال دلدل کے جنگلوں میں پہنچتے پہنچتے خاصا وقت گزر گیا تھا اور باقی تمام کام بڑا دلچسپ تھا وہ یہ تو بھول گیا کہ اسے غلاموں کی بھینس کے قاتلوں کی تلاش ہے جنگل کے ماحول نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا اور وقت اس طرح گزر گیا کہ اسے اس کا خیال بھی نہ رہا' یہاں تک کہ چاند چمکنے لگا اور وہ دلچسپی سے ادھر ادھر گھومتا رہا' پھر اچانک ہی اسے عجیب سا احساس ہوا کہ ایک بہت ہی عجیب سی بو فضا میں محسوس کر رہا تھا کسی طرف سے ایک کتا اس کے قریب آکر کھڑا ہوگیا لیکن اس کی دم دبی ہوئی تھی اور یوں لگ رہا تھا جیسے کتا کسی آواز سے خوفزدہ ہوگیا ہے بستی ہی کا کتا تھا جانے ادھر کیسے نکل آیا تھا اچھا خاصا طاقت وار اور لمبا چوڑا تھا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کتا حیدر شاہ سے مدد مانگ رہا ہو حیدر شاہ اسے غور سے دیکھتا رہا اور اس کا انداز ایسا تھا جیسے آگے جانے میں کتے کو کوئی خطرہ ہو حیدر شاہ نے کہا۔ ''ابے کیا ہوگیا ہے تجھے کیا چاہتا ہے لیکن کتا کوں کوں کرکے خاموش ہوگیا حیدر شاہ نے پریشانی سے سوچا کہ آخر اس کتے کو کیا ہوگیا ہے اس نے ادھر تاریکی میں نگاہیں دوڑائیں ہر چیز پہلے ہی کے مانند تھی لیکن اچانک اسے بدبو کے وہ جھونکے دوبارہ محسوس ہوئے جو تھوڑی دیر پہلے اسے محسوس ہوئے تھے بڑی ناگوار سی بدبو تھی یہ کیسی بدبو ہے اس نے سوچا دلدلی علاقوں

میں ایسی کسی بدبو کا وجود تعجب خیز نہیں تھا کبھی کبھی تیز ہوا کے جھونکے نجانے کہاں سے کہاں سفر کرتے تھے اور بدبو کا یہ غبار دور دور تک پھیل جاتا تھا ایسی ہی کوئی بدبو اس وقت بھی یہاں موجود ہے کتا اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے آگے بڑھنے کے لئے وہ قطعی طور پر تیار نہ ہو جبکہ حیدر شاہ نے خود آگے قدم بڑھا لئے تھے وہ تھوڑا ہی سا آگے بڑھا تھا کہ کتا خوف زدہ ہوکر اس کے پیچھے آ گیا اس کی گردن کے بال بری طرح کھڑے ہوئے تھے اور دم اس طرح دبا لی تھی اس نے جیسے خوف سے مرا جا رہا ہو سامنے ہی گھنی جھاڑیوں کے انبار لگے ہوئے تھے جن کے درمیان چاندنی کے باوجود کافی اندھیرا تھا حیدر شاہ نے اپنی بندوق لوڈ کر رکھی تھی اور ہر خطرے سے نمٹنے کے لئے تیار تھا وہ اس خیال سے قدم سنبھال سنبھال کر آگے بڑھنے لگا کہ کہیں وہ کسی چھوٹے موٹے پانی میں بھرے ہوئے گڑھے میں نہ جا گرے اچانک ہی کتے کے حلق سے زوردار آواز نکلی اور وہ ایک لمبی چھلانگ لگا کر پلٹ کر بھاگ نکلا اس کی اس حرکت سے شاید زندگی میں پہلی بار حیدر شاہ کے دل میں خوف کا ہلکا سا احساس جاگا وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہو گیا کہ آخر یہ کتا اس قدر خوف زدہ کیوں ہے ماضی کی بہت سی کہانیاں اسے یاد آ گئیں جو بزرگ سنایا کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ جانور انسان سے زیادہ حس رکھتا ہے اور خطرے کو انسان سے بہت پہلے بھانپ لیتا ہے بشرطیکہ یہ خطرہ کچھ غیر حقیقی ہو یہ ایسی ہی کوئی کوشش تو نہیں ہے حیدر شاہ نے سوچا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندر دیکھنے لگا لیکن سوائے مکمل تاریکی کے اسے کچھ نظر نہیں آیا لیکن پھر ایک ہلکی سی سرسراہٹ اس کے کانوں میں گونجی اسے یوں محسوس ہوا جیسے کچھ فاصلے پر کوئی بھاری سی شے آہستہ آہستہ کھسک رہی ہو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا کان چوکنے سے ہو گئے آواز اب بھی وقفے وقفے سے سنائی دے رہی تھی حیدر شاہ نے فوراً اپنی بندوق سیدھی کر لی اور آنکھیں گھما گھما کر ادھر دیکھنے لگا جدھر سے آواز آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی رات کی تاریکی کی وجہ سے کوئی شے اسے نظر نہیں آئی وہ کچھ لمحے خاموش رہا پھر اس کے دل میں ایک خیال آیا اور اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس سمت کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی شعلہ ابھرا جس کی روشنی میں اس نے اپنے سے چند گز کے فاصلے پر اک عظیم سی تودے نما شکل ابھرتی ہوئی محسوس کی یہ شکل عجیب سے انداز میں پھیل رہی تھی اور اس کی رفتار بے حد تیز تھی حیدر شاہ نے محسوس کیا کہ گولی فضول

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہی ثابت ہوئی ہے۔ یہ خوفناک شے کسی چھوٹے سے طوفان کی مانند اس کی جانب بڑھتی ہوئی چلی آ رہی ہے اس نے چاہا کہ بھاگ کھڑا ہو لیکن خوف سے اس کے قدم جم سے گئے تھے ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں اسے ایسا لگا جیسے کوئی بڑی سی عمارت اس پر ٹوٹ پڑی ہو ایسی عمارت جسے عمارت کا نام بھی نہ دیا جا سکے لیکن سوچ کے لمحات بہت مختصر تھے حیدر شاہ کے حلق سے نکلنے والی آخری چیخ بھی صحیح طور پر آزاد نہ ہو سکی تھی۔''

''ادھر اپنی روزی کے ختم ہو جانے سے غلاموں سخت پریشانی کا شکار تھا فیروز پور اتنی بڑی جگہ بھی نہیں تھی کہ ایک بھینس اگر اپنی مرضی سے کہیں نکل جائے تو اسے تلاش نہ کیا جا سکے۔ یہاں کے رہنے والے ایک دوسرے کے ہمدرد اور شناسا تھے غلاموں نے جسے بھی اپنی کہانی سنائی اس نے ہمدردی سے سنا کچھ مسکرائے کچھ خاموش ہو گئے۔ لیکن شام جھک آئی اور غلامو کو اس کی بھینس کا پتہ بھی نہیں چل سکا چھوٹے سے پولیس اسٹیشن کا انچارج بدر جلال کئی بار پوچھ چکا تھا کہ ذرا معلوم تو کرو کہ غلاموں کو اس کی بھینس ملی یا نہیں بدر جلال تک بھی یہ اطلاع بستی کے کچھ لوگوں کی ہی زبانی پہنچی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ غلاموں کی بھینس کی گمشدگی کے بارے میں پولیس سے مدد لینے ضرور آئے گا لیکن نجانے کیوں غلاموں وہاں نہیں پہنچا تھا شام ہوئی اور ایک عجیب سا احساس غلاموں کے دل میں پیدا ہو گیا یہ تو افسوس کی بات ہے کہ اس کی بھینس اس طرح گم ہو گئی ہے بستی میں ایسے واقعات نہ ہونے کے برابر ہوتے تھے اگر کچھ ہو جائے تو ساری بستی کے لوگ سنسنی میں مبتلا ہو جاتے تھے نجانے کیوں غلاموں کا دل گھر میں نہ لگا اس نے سوچا کہ جس طرح بھی بن پڑے وہ اپنی بھینس کو تلاش کرے حیدر شاہ یاد آیا جس نے سنجیدگی سے اس کی بات سنی تھی اور شاید بھینس کی تلاش میں نکل ہی پڑا تھا وہ حیدر شاہ کے گھر پہنچا تو حیدر شاہ وہاں موجود نہیں ملا پھر وہ [illegible]ں طرف حیدر شاہ کو تلاش کرتا رہا تھا لیکن حیدر شاہ بھی بھینس کی طرح ہی غائب ہ[illegible] تھا البتہ جب وہ واپس آ رہا تھا تو اسے بدر جلال ملا جس نے اس سے روک کر کہا۔

''آؤ میرے ساتھ میں پولیس چوکی پر تمہارا انتظار کر رہا تھا نجانے تم اندر کیوں نہیں آئے جبکہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری بھینس گم ہو گئی تھی کیا وہ تمہیں ملی یا نہیں؟''

''بھینس بھی نہیں ملی اور ایک بات میں اور بتاؤں جو بتانا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کہ حیدر شاہ بھی غائب ہوگیا ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"حیدر شاہ بھی اس کی تلاش میں جنگلوں کی جانب گیا تھا اور میری بھینس شاید اسے بھی نہیں ملی تھی کہ اگر تم مناسب سمجھو تو حیدر شاہ کو بھی تلاش کرو مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے اگر کوئی حادثہ میری بھینس کو پیش آیا ہے تو حیدر شاہ بھی اس حادثے کا شکار ہوا ہے۔"

"تم شاید کوئی نشہ آور چیز کھانے لگے ہو غلاموں، یا پھر تمہاری عمر اتنی ہوگئی ہے کہ اب تم اس طرح کی باتیں کرنے لگے ہو بھینس اور حیدر شاہ کی تم نے خوب کہی اور تعجب کی بات ہے کہ تم دونوں واقعات بھی ایک دوسرے سے منسلک کر رہے ہو لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں؟"

"اب یہ آپ کے سمجھنے اور نہ سمجھنے کی بات ہے اعلیٰ آفیسر، ظاہر ہے پولیس کے محکمے میں آپ ہیں میں نہیں اور اگر میری بات کو سنجیدگی سے نہیں سمجھ رہے تو پھر ایک کام کریں کہ میری بھینس کے ساتھ ساتھ حیدر شاہ کو بھی تلاش کریں۔"

"خیر حیدر شاہ کے بارے میں جب کوئی میرے پاس رپورٹ درج کرائے گا تب میں غور کروں گا لیکن تم اپنی احمقانہ باتوں سے لوگوں کو پریشان کرنے کی کوشش مت کرو ویسے تم کیا کہتے ہو کہ حیدر شاہ جنگلوں کی طرف گیا تھا۔"

"ہاں مشرق کے دلدلی جنگلوں کی طرف۔"

"گویا تمہارا خیال ہے کہ اس طرف کوئی ایسی خوفناک بلا موجود ہے جو تمہاری بھینس کے ساتھ ساتھ حیدر شاہ کو بھی چٹ کر سکتی ہے پولیس آفسر کے انداز میں کچھ ایسا پہلو چھپا ہوا تھا کہ غلاموں کو برا محسوس ہوا اور وہ برا سا منہ بنا کر وہاں سے ہٹ گیا لیکن اس کے جانے کے بعد چوکی کے انچارج بدر جلال نے اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ وہ ذرا جا کر حیدر شاہ کو تلاش کرے لیکن رات کو آٹھ بجے تک تلاش کے باوجود حیدر شاہ کا کوئی پتہ نہیں چلا تو بدر جلال کے اسسٹنٹ نے اسے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔"

"ایسا لگتا ہے جیسے واقعی حیدر شاہ کو کوئی حادثہ ہی پیش آ گیا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ حادثہ کس قسم کا ہے لیکن بس کچھ خوفناک سی صورت حال کا اندازہ ہوتا ہے ویسے بھی شہر میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔"

"یہ سنسنی تم اور نہ بڑھاؤ پولیس کا کام مشکل ہو جائے گا۔ بدر جلال نے غرائے ہوئے لہجے میں اپنے آفیسر سے کہا لیکن نجانے کیوں اسے ایک عجیب سی بے چینی کا احساس ہو رہا تھا کیا واقعی ایسا کچھ ہوا ہے بہرحال دوسرے دن پھر اسے یہی تفصیلات معلوم ہوئیں اور اسے اندازہ ہوا کہ ضرور کوئی ایسا اہم مسئلہ ہے جو اس کی توجہ کا طالب ہے لیکن کیا کیا جائے طریقہ کار کیا اختیار کیا جائے شام تک اس نے اس بارے میں سوچا پھر اسے علم ہوا کہ کئی ایسے افراد گم ہو چکے تھے جن کی گمشدگی بالکل غیر متوقع ہے یعنی یہ کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں چلے گئے یہ مزید حیرت ناک رپورٹ تھی اور اب ضروری ہوگیا تھا کہ اس سلسلے میں پولیس اپنا فرض پورا کرے چنانچہ بدر جلال نے تیاریاں شروع کر دیں رات خاصی ہو چکی تھی اور ویسے بھی جس علاقے کو مشکوک قرار دیا جاتا تھا وہ خاصا تاریک تھا یہاں تک کہ دن میں بھی کسی کو تلاش کرنا آسان نہیں تھا۔ بھلا رات میں وہاں کیا کیا جا سکے۔

بہرحال یہ تلاش رات کے لئے ملتوی کر دی گئی اور رات گئے تک بدر جلال اپنے آفس میں بیٹھا اس سوچ میں گم تھا کہ اگر کوئی ایسی بات ہوگئی ہے تو کیا ہو سکتی ہے فیروز پور میں جرائم بہت کم ہوتے تھے اور اس کے لئے بدر جلال نے خود بھی ایک نیٹ ورک قائم کیا تھا۔ لیکن اب یہ پراسرار وارداتیں پھر بہت دیر تک وہ اس بارے میں سوچتا رہا اور جب اسے تھکن ہوئی اور وہ اٹھنے کا ارادہ کرنے لگا تو اچانک تھانے کے برآمدے میں ایک تیز چلتی ہوئی کار نے پورے بریک لگائے اور رک گئی ایک ادھیڑ عمر کا آدمی باہر نکلا اس کے ساتھ ہی ایک نوجوان سی لڑکی بھی تھی جسے سہارا دیتے ہوئے وہ اندر کی جانب آنے لگا تھا۔ لڑکی کی حالت خراب معلوم ہو رہی تھی اور وہ زور زور سے سسکیاں بھر رہی تھی اس کی ظاہری حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی بہت زیادتی ہوئی ہے تمام لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور جسم پر پڑے ہوئے خراشوں کے نشانات موجود تھے بدر جلال نے گہری سانس لی اور دل میں سوچا کہ چلو آج کی رات تو بے کار ہوگئی ادھیڑ عمر کا شخص اندر داخل ہوا اور اس نے لڑکی کو کرسی پر بیٹھا کر بدر جلال سے کہا۔

"یہ لڑکی مجھے دلدلی علاقوں کی طرف جاتی ہوئی ملی ہے اس وقت یہ بری طرح چیخ رہی تھی اس کے حواس بالکل بجا نہیں تھے بڑی مشکل سے اس نے صرف اتنا بتایا ہے کہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کے شوہر کو کسی چیز نے جھاڑیوں میں پکڑ لیا ہے بڑی مشکل سے میں اسے یہاں تک لا سکا ہوں بدرجلال نے غور سے اس شخص کو دیکھا صورت ہی سے شریف آدمی معلوم ہوتا تھا ہمدرد اور محبت کرنے والا یعنی وہ جو دوسروں کے لئے کچھ کرنے کی آرزو دل میں رکھتے ہوں اور کر بھی ڈالتے ہیں چنانچہ بدرجلال اس شخص سے ایسے مطمئن ہو کر لڑکی کی طرف متوجہ ہوا اور آہستہ سے بولا۔"

"خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو مجھے بتاؤ واقعہ کیا ہوا ہے پولیس تمہاری بھرپور مدد کرے گی۔"

"لڑکی نے بہ مشکل تمام اپنی سسکیاں روک لیں اور اس کے بعد آہستہ سے بولی۔" "میرے شوہر کا نام نثار احمد تھا ہماری شادی نئی نئی ہوئی ہے اور ہم دونوں ہی ایڈونچر پسند تھے ہم اپنی کار میں ہوا خوری کے لئے نکلے تھے اور ہم نے طے کیا تھا کہ دلدلی علاقے کے پراسرار جنگل میں رات گزاری جائے اب آپ میرے شوہر کے بارے میں اور میرے بارے میں ساری تفصیلات معلوم کرتے ہیں جناب وہ نہایت نفیس انسان تھا پھر ہم کار کو جنگل میں کھڑی کر کے تھوڑا فاصلہ طے کر کے پیدل ہی جھاڑیوں کی سمت چل پڑے تھے میں نے اپنے شوہر کے کہنے کے مطابق ان جنگلوں میں چاندنی کا کچھ عجیب سا سماں دیکھا اور ہم اس سے لطف اندوز ہوتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے ہم دونوں ابھی جھاڑیوں کی قطار کے نزدیک پہنچے ہی تھے کہ اچانک ایک عجیب سی بدبو کا احساس ہوا اور میں نے اپنے شوہر کو روکتے ہوئے کہا کہ میں آگے نہیں جاؤں گی لیکن وہ ضد کرنے لگا کہ آگے چلا جائے پھر ہم جیسے ہی چند قدم اور آگے بڑھے ہمیں ایک عجیب سی آواز سنائی دی جیسے کسی چیز کے نیچے دب کر جھاڑیاں چڑچڑائیں ہوں میرے شوہر نے جب خوفزدہ ہو کر آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تو میں نے اس کو ستاتے ہوئے کہا بھلا وہ مرد ہو کر ڈر رہا ہے اگر وہ مرد ہو کر ڈرا تو وہ مستقبل میں میری حفاظت کیسے کر پائے گا یہ بات میں نے مذاق میں کہی تھی لیکن البتہ یہ بات میں جانتی تھی کہ ان جنگلوں میں درندے نہیں پائے جاتے ہو سکتا ہے کوئی گائے بھینس وغیرہ آ گئی ہو لیکن وہ آواز رفتہ رفتہ بڑھتی گئی ایسا لگتا تھا جیسے کوئی شے طوفانی رفتار سے آگے بڑھ رہی ہو پھر میرے شوہر نے بڑی زوردار چیخ ماری اور چلاتے ہوئے مجھ سے کہا میں بھاگ جاؤں بھاگنے سے پہلے میں نے

دیکھا کہ چاند کی روشنی میں جھاڑیوں کے درمیان سے کوئی عجیب و غریب شے جو سیاہ رنگ کا تو وہ معلوم ہوتی تھی طوفانی رفتار سے آگے بڑھتی چلی آ رہی تھی مجھے یاد نہیں کہ میں کس رفتار سے بھاگی تھی البتہ میں نے پیچھے اپنے شوہر کی آخری چیخیں سنی تھیں لڑکی یہاں پہنچ کر بے اختیار ہو گئی اور اس کے بعد چیخ چیخ کر رونے لگی۔"

"بدرجلال اور اس کے ساتھ ادھیڑ عمر شخص نے جو صرف ایک ہمدرد اور محبت کرنے والا انسان تھا لڑکی کو بمشکل تمام سنبھالا اور اس کے بعد اسے آگے بولنے کے لئے مجبور کیا تو وہ کہنے لگی۔"

"میرے خدا وہ کسی سیاہ بلا کی طرح بھیانک تھی اور خوفناک' بدرجال کو نجانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس داستان میں کوئی غلط بات نہیں ہے لیکن' لیکن آخر یہ سب کیا ہے آخر کار اس نے ادھیڑ عمر شخص سے گفتگو کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ لڑکی کو ہسپتال بھیج دیا جائے لیکن اب اس کے بعد اس کے لئے یہ مشکل ہو گیا کہ وہ تھانے کی عمارت میں بیٹھا رہے ایک فرض شناس پولیس آفیسر ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

چنانچہ اس نے ساری سہولت اور سستی دور کی اور اس کے بعد اپنے اسسٹنٹ سے کہا کہ وہ ایکشن کے لئے تیار ہو جائے اسسٹنٹ نے فوری طور پر تمام انتظامات کرنے کے بعد وہ لوگ تیار ہو کر وہاں سے چل پڑے تمام افراد ہتھیاروں سے لیس تھے اور پولیس کی دونوں گاڑیاں دلدل کے جنگلوں کی سمت جا رہی تھیں۔ پھر تمام رات وہ جھاڑیوں اور جنگلوں کو چھانتے رہے لیکن کوئی خاص بات پتہ نہیں چل سکی دوسرے دن سورج کی روشنی میں ایک بار پھر تلاش کا کام شروع ہو گیا اور وہ لوگ مسلسل کوششیں کرتے رہے پہلی بار انہیں ایک ایسی چیز ملی جو قابل توجہ ہو سکتی تھی یہ حیدر شاہ کی بندوق تھی جو ایک طرف پڑی ہوئی تھی اس بندوق کو بدر جلال اچھی طرح پہچانتا تھا کیونکہ یہ زمانہ قدیم کی یادگار تھی حیدر شاہ کے باپ دادا اسے استعمال کرتے تھے اور حیدر شاہ عموماً یہ بندوق لئے اکڑتا پھرتا تھا اس کا لائسنس اس کے نام منتقل ہو چکا تھا اور بدر جلال نے ایک بار یہ بندوق اپنے قبضے میں لے لی تھی لیکن آخر کار تمام تر کاغذات مکمل دیکھ کر اسے حیدر شاہ کو واپس کر دیا گیا تھا بدرجلال کو غلاموں کی ساری باتیں یاد آ گئیں اور وہ خاصی پریشانی کا شکار ہو گیا لیکن بس اس سے زیادہ اور کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا۔ شام تک پولیس پارٹی تھک ہار کر واپس لوٹ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پڑی اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ قصہ کیا ہوگا لیکن بدر جلال اپنے طور پر ہوشیار رہنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے پولیس پارٹی تیار کی اور اسے گشت کے لئے چھوڑ دیا جگہ جگہ پولیس کے جوان گشت کر رہے تھے خصوصی توجہ دلدلی علاقے کی جانب دی گئی تھی اور اس وقت دو پولیس کے جوان جن کی ڈیوٹی دلدل کی سمت لگائی گئی تھی اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے کہ اچانک ہی انہیں کانوں کے قریب کچھ سرسراہٹ محسوس ہوئی اور وہ دونوں تاریکی میں گھورنے لگے انہوں نے اپنی آٹومیٹک رائفلیں سنبھال لیں تھیں کانسٹیبلوں میں سے ایک نے کہا۔'' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فیروزپور میں کچھ سنگین حالات پیدا ہوتے جا رہے ہیں پتہ نہیں کیا قصہ ہے کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی بہرحال انہوں نے بڑی احتیاط کے ساتھ چاروں طرف نگاہیں گھماتے ہوئے آگے کی جانب سفر شروع کر دیا اور چند گز چل کے انہیں وہ آواز صاف سنائی دینے لگی۔ بالکل ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی شے رینگ رہی ہو یا کسی بہت ہی وزنی چیز کو گھسیٹا جا رہا ہو۔''

''لگتا ہے کوئی بڑا اژدھا سرسرا رہا ہے۔'' ''اندازہ تو نہیں ہو رہا ادھر جھاڑیوں کے درمیان دیکھو اس میں سے ایک نے اپنی بڑی سی ٹارچ روشن کرتے ہوئے کہا ابھی اس کا جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ کیچڑ کے ڈھیر میں جیسے جان سی پڑ گئی اب وہ ڈھیر طوفانی رفتار سے ان کی جانب دوڑ پڑا۔

دونوں کی چیخیں نکلیں اور پھر انکی رائفلیں دھواں اگلنے لگیں۔ دوسرے لمحے ان میں سے ایک اس کے وجود میں گم ہوگیا اس دوران دوسرا کانسٹیبل اپنی رائفل سے بے پناہ گولیاں برسا رہا تھا لیکن یہ دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہوئے جا رہے تھے کہ اس کی ساری فائرنگ بالکل بے کار جا رہی تھی تو وہ نمائشے اور قریب آ گئی اور پھر اچانک ہی دوسرے کانسٹیبل نے رائفل پھینک کر اس تو وہ نمائشے کی طرف اپنی تیز ٹارچ کی روشنی ڈالی اور اس کا اسے خاطر خواہ فائدہ ہوا تو وہ نمائشے ایک دم ساکت ہوگئی اور آگے بڑھنے سے رک گئی اس نے روشنی کی زد سے بچنے کے لئے پہلے خود کو ایک جانب سرکانے کی کوشش کی پھر مایوس ہوکر تیزی سے پیچھے ہٹنے لگی لیکن اب قرب و جوار سے شور ابھرنے لگا تھا فائروں کی آواز سن کر بستی کے دوسرے کانسٹیبل بھی دوڑتے ہوئے ادھر پہنچ گئے تھے اور پھر شاید سبھی نے اس خوفناک بلا کو طوفانی رفتار سے جھاڑیوں کی سمت بھاگتے ہوئے دیکھا وہ سب

اس کے پیچھے دوڑ پڑے اب اسے کسی نہ کسی شکل میں ختم ہونا تھا اور پہلی بار اس کے دل میں خوف کا ایک احساس پیدا ہوا اور روشنی سے نفرت اپنی جگہ لیکن یہ جو چنگاریاں اس کی جانب لپک رہی تھیں انہوں نے اسے خوف زدہ کر دیا تھا تبھی میں نے یہ سوچا کہ اب میرا اس طرح قائم رہنا مناسب نہیں ہے یوں لگتا ہے جیسے کچھ ہی لمحوں کے بعد وہ میرا اختتام کر دیں گے چنانچہ ایک درخت کے عقب میں پہنچ کر میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا اور اچانک ہی سارا ماحول میری آنکھوں میں نمایاں ہوگیا۔ آہ کیا' کیا' کیا؟ آپ یقین کریں گے کہ آپ یہ بات سوچ سکیں گے یہ میں ہوں میں یعنی ان تمام تجربات کا شکار میں ہی تھا جو سمندر سے باہر آیا تھا ہاں میں فرید اللہ ولد مگر میری بات تو سنیں کیا واقعی یہ میں تھا اوہو میرے خدا لیکن کیسے آخر پہلی بات تو یہ کہ میرا وجود سمندر میں کیسے موجود تھا؟''

''ہاں تم یہ سوال کر سکتے ہو مرشد نے کہا۔''

'' اور میں نے آنکھیں بند کر کے زور سے جھٹکیں مرشد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک عجیب و غریب جگہ بیٹھے ہوئے تھے میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا میں ایک کرسی پر موجود تھا میرے دونوں ہاتھوں کی کہنیاں میز کی سطح پر رکھی ہوئی تھیں اور میں مرشد کو دیکھ رہا تھا جو حکیمانہ انداز میں دیوار پر نگاہیں جمائے ایک نقشے کا جائزہ لے رہے تھے میں نے کہا۔''مرشد کیا سمندر سے نکلنے والی وہ بھیانک بلا میں ہی تھا۔''

''سو فیصدی۔''

''لیکن مرشد میں نے تو اوہ خدا کی پناہ میں نے تو بہت سے محسوسات میں زندگی گزاری ہے بھوک' شدید بھوک اور روشنی سے نفرت۔''

''رکو رکو تمہارے تجربات اتنے مختصر نہیں ہونے چاہیں بلکہ ذرا سی تفصیل سے اپنی تمام کیفیات کے بارے میں مجھے بتاؤ مرشد نے کہا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا پھر میں نے دو تین گہری گہری سانسیں لی اور کہا۔''

''لیکن مرشد اپنے تاثرات بتانے سے پہلے کم از کم آپ میرے ذہن کو تو مطمئن کر دیں جواب میں مرشد کے چہرے پر ایک سنجیدگی طاری ہوگئی انہوں نے کہا۔''

''کیا تمہاری یہ ضد مناسب ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو ذرا غور کرو کیا وہی ٹھیک ہے؟''

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"نہیں مرشد لیکن۔"

"یہ لفظ لیکن جو ہے نا یہ ہر حال میں غیر مناسب ہوتا ہے کسی کی توہین کرنے کے لئے ہم اس لفظ کو کافی سمجھتے ہیں کیونکہ چنانچہ لیکن ایسے الفاظ جن سے انسان اپنے ماحول سے فرار چاہتا ہے سمجھ رہے ہو نا' بری بات ایسا مت کہو مجھے بتاؤ جو کچھ تمہیں پوچھ رہا ہوں۔"

"مرشد میں تو صرف ایک خواب کی مانند جی رہا تھا مجھے بالکل نہیں اندازہ تھا کہ جو واقعات میرے علم میں آرہے ہیں میں ان واقعات میں سے کسی ایک کردار کی حیثیت رکھتا ہوں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا مرشد کہ وہ منحوس بدنما اور قابل نفرت شے میں ہوں آخر سمندر میں کیا کر رہا تھا؟ میرا وجود ایک ڈھیلے ڈھالے پہاڑی تودے کی مانند کیوں تھا مرشد کچھ سمجھ میں تو آئے۔" "احساس صرف ایک احساس جو وجود اختیار کر جاتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں' خوف سے واقف ہو؟" "ہاں مرشد کیوں نہیں۔" "وہ خود تمہارے دل میں تھا۔" "مرشد میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ خوف تھا یا نفرت مجھے روشنی سے نفرت آتی تھی۔"

"وجہ؟" "میں نہیں جانتا۔"

وجہ صرف یہ تھی کہ تم تاریکیوں کا سفر کر رہے ہو رات کا کالا کفن اوڑھا ہوا ہے تم نے اور تمہاری شخصیت اس کفن سے باہر نہیں آنا چاہتی روشنی بہت سے رازوں کو کھول دیتی ہے تم ایک راز رہنا چاہتے ہو اور یہی تمہارے لئے مناسب بھی ہے کیونکہ تمہارا دشمن اب بھی تم سے زیادہ طاقت ور ہے اور وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے میری بات تمہاری سمجھ میں آرہی ہے نا؟"

"مرشد آپ کہہ تو ٹھیک رہے ہیں لیکن۔" لیکن پھر معافی چاہتا ہوں میں اس کے بعد دوسرے احساس کا ذکر کرتا ہوں وہ ہے بھوک۔ مرشد اگر میں وہ ناپاک وجود اختیار کر گیا تھا تو اس کی سب سے پہلی کوشش بھوک تھی میرا دل چاہتا تھا کہ میں دنیا کی ہر جاندار شے کو کھا جاؤں۔"

"ہاں انسان اتنا ہی برا ہے یہ بات تمہیں ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ انسان اپنی بھوک مٹانے کے لئے باقی تمام چیزوں کو خاک کر دینا چاہتا ہے یہ ہوس ہے جو اسے مجبور کرتی ہے کہ کائنات کی ہر قیمتی چیز جو اس کی بھوک مٹا سکے اس کے اپنے وجود میں ضم ہو

جائے چاہے وہ انسان ہوں جانور ہوں یا کوئی بھی چیز ہو۔" آہ مرشد اس کے بعد مجھے اس خوف کا احساس ہوتا ہے جو زندگی جانے کا خوف ہے۔"

بالکل یہ تین تجربات تمہاری زندگی کے لئے اہم ترین ہونے چاہئیں دیکھو نوجوان دوست میں کون ہوں کیا ہوں اگر ابھی تم یہ سب کچھ معلوم کرنے پر تل گئے تو سمجھو آگے کا کام رک جائے گا مرشد۔" سنتے رہو اب سنتے رہو تم عجیب وغریب حالات میں مجھے ملے ہو اب تک تم نے جس ذہانت اور دلیری کا مظاہرہ کیا ہے اس سے یہ احساس ہوتا ہے کہ تم آگے چل کر ایک کارآمد شخصیت ثابت ہو سکتے ہو یعنی کالا کفن کے ایسے تحقیق کرنے والوں میں سے جو کائنات کے بہت سے راز کھولتے ہیں لیکن زندگی تجربے کا نام ہے تمہاری ہر صبح اور ہر شام ایک نئے تجربے سے دوچار ہو سکتی ہے بشرطیکہ تمہارے دل میں اس تجربے کا شوق ہو میری بات سمجھ رہے ہو یا اور وضاحت کروں۔" نہیں مرشد سمجھ رہا ہوں۔" بار بار مجھے تم سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ فیصلہ کرو فیصلہ کرو میں نے پہلے بھی یہ بات سوچی تھی کہ تم سے ملاقات نہ کروں لیکن تمہاری شخصیت میں کچھ ایسی کشش ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تم جہاں بھی کہیں اپنے آپ کو کمزور محسوس کرو اور حالات سے خوف زدہ ہو کر اپنا راستہ بدلنے کی کوشش کرو میں تمہیں سمجھاؤں کہ ایسا نہ کرو۔"

"مرشد آپ یقین کریں شاید میرا دشمن میرے سامنے آجاتا تو مجھے اس قدر عجیب احساس نہ ہوتا میں سمجھتا کہ وہ مجھے ہلاک کر دے گا لیکن یہ حالات جو مجھ پر گزرے ہیں وہ منحوس وجود جسے میں نے بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے کس طرح انسانی زندگیوں کو ختم کرتا رہا ہے اگر وہ میں تھا تو بلاشبہ یہ میری زندگی کے بدترین لمحات تھے مرشد نے مجھے دیکھا پھر بولے

"نہیں اس طرح تم نے اپنی شخصیت میں بہت سے ایسے نئے نقطے پیدا کر لئے ہیں جو آنے والے وقت میں تمہارے معاون ہوں گے۔ سمجھا نہیں مرشد۔ میں اب بھی یہی کہوں گا کہ تمہارا دشمن جس سے تمہارا واسطہ پڑا ہے اور جو مستقل تمہاری تلاش میں سرگرداں ہے اپنے علم میں تم سے زیادہ طاقتور ہے ابھی شاید ایک طویل عرصہ لگے گا کہ تم اسے دھوکہ دینے کا اس کا مطالبہ کرنے یا اسے ختم کرنے کے قابل ہو سکو گے عارضی طور پر میں تم سے یہی کہہ سکتا ہوں بلکہ اپنے تجربات کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ تم اس کا مقابلہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں کرسکو گے اس وقت تک جب تک کہ مرکز پر نہ پہنچ جاؤ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"ہاں مرشد سمجھ رہا ہوں میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور مرشد پر خیال انداز میں مجھے دیکھنے لگے پھر انہوں نے کہا۔"

"ابھی تک علم و عمل کی یہ تاریک دنیا ذرا مختلف انداز کی حامل ہے اس کے کام کرنے کا انداز بالکل مختلف ہے صاحب علم ترک دنیا کر کے جنگلوں پہاڑوں اور ویرانوں میں اپنا مسکن بناتے ہیں اور وہاں چلاکشی کرتے ہیں وظیفے پڑھتے ہیں وہ سب کچھ کرتے ہیں جو حصول علم کے لوازمات ہیں لیکن ہم نے ایک جدید طرز پر بنیاد ڈالی ہے۔ یہ جگہ دیکھ رہے ہو یہ ایک لیبارٹری ہے' تجربہ گاہ ہے اور میں یہاں جدید ترین تجربات کرتا ہوں۔ روحانیت پر دنیا کے جدید ترین ممالک میں پراسرار قوتوں پر ریسرچ ہوئی ہے اور وہ انہیں سائنس کی کسوٹی پر رکھ رہے ہیں۔ ان کے بارے میں معلومات کر رہے ہیں اندازے لگا رہے ہیں اور پراسرار علوم کو بھی جدید خطوط پر آراستہ کیا جا رہا ہے۔

میں ان کی ان کاوشوں کو برا نہیں سمجھتا ہر چیز میں کچھ جدت ہونی چاہئے یہی تو ترقی کے راستے کھولتی ہے چنانچہ تھوڑا بہت کام میں بھی کر رہا ہوں اور ہر بار میں تمہارے سامنے ایک نیا مسئلہ لا کھڑا کرتا ہوں معلومات کرو دیکھو اور ریسرچ کرو اس میں تمہیں لاتعداد مشکلات بھی پیش آئیں گی اور غور بھی کرو گے بہت کچھ لیکن اس سے تمہیں دو فائدے ہوں گے' پہلا فائدہ یہ کہ تمہارا دشمن جو ایک روایتی آدمی ہے ایک ایسے کالے علم والا جو اپنے کالے علوم کی مدد سے تمہاری ابتداء پر قابو پائے ہوئے ہے اور وہیں سے تمہیں ٹریس کر رہا ہے وہ تمہیں جدید پیمانے پر نہیں پا سکے گا اور تم اس پر حاوی ہو جاؤ گے کیا سمجھے میری بات سمجھ میں آ رہی ہے نا؟"

"جی مرشد تھوڑی تھوڑی۔"

"میں تمہارے لئے ایک رہائش کا بندوبست کئے دیتا ہوں اور وہاں بالکل نئے سرے سے تمہاری ایک زندگی کا آغاز کرتا ہوں اگر تم چاہو تو وہاں ایک ایسے شخص کی حیثیت سے رہ سکتے ہو جس نے نیا نیا جنم لیا ہو اور جو بالکل ہی دنیا سے الگ کا انسان ہو حالات دیکھو گے ماحول دیکھو گے نئے نئے کردار ملیں گے تمہیں ان کرداروں سے آشنائی حاصل کرو گے لیکن شرط یہ ہوگی کہ اپنے آپ کو بالکل ہی بھول جاؤ گے سمجھ لو ایک نئی

زندگی شروع کرو گے تو میں یہی چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں تم اپنے بہترین ذہن سے کام لو یقین کرو اگر میں چاہوں تو تمہاری شخصیت کچھ وقت کے لئے بالکل ہی دب جائے تمہیں ایسے ایسے معاملات میں الجھا دوں میں کہ تم سوچ بھی نہ سکو لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہو تم ہوش و حواس کے عالم میں وقت کی تحریر پڑھو قدم آگے بڑھاؤ اور وہ سب کچھ حاصل کر لو جو ضروری ہے کیا سمجھے؟"

میں سمجھ رہا ہوں مرشد۔

تو پھر ٹھیک ہے میں تمہارے لئے بندوبست کرتا ہوں تم اس وقت تک چھوٹا سا کام کر ڈالو یہ جگہ دیکھ رہے ہو نا جہاں میں نے تمہیں اس حقیقت سے آشنا کیا ہے کہ تم یہ سب کچھ کر رہے تھے اور اپنے آپ کو سمندر سے نکلنے والے معاملات میں ایک اہم حیثیت کا حامل قرار دے رہے تھے لیکن ایک دیکھنے والے کی حیثیت سے میں نے غلط تو نہیں کہا۔"

"نہیں۔"

تو پھر جاؤ اس وقت تک کہ جب تک میں تمہارے لئے کچھ بندوبست کروں اور یہ سوچوں کہ تمہیں کیا کرنا ہے تم ایک چھوٹا سا کام کرو یہ ایک پتہ نوٹ کرو تمہیں ایک ہیروئن کا انٹرویو کرنا ہے اب اگر تم فلموں کی ہیروئن سمجھ بیٹھو تو یہ تمہاری غلطی ہے مرشد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر انہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا جس پر ایک پتہ بھی لکھا ہوا تھا کچھ سوالات بھی میں اس دلچسپ انٹرویو کے لئے چل پڑا۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد مطلوبہ پتے پر پہنچ گیا۔ لیکن یہ راستہ میرے لئے ہزاروں سوچوں کا حامل تھا۔ لطف بھی آ رہا تھا عجیب و غریب احساسات بھی ہو رہے تھے اور بڑی عجیب سی پوزیشن محسوس ہو رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

سب کچھ مشکل انتہائی' بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ناممکن' بس وقت تھا کہ گزر رہا تھا آخر کار میں نے مطلوبہ پتے پر جا کر اس چھوٹے سے خوش نما بنگلے کے دروازے کی بیل بجائی اور کچھ لمحوں کے بعد دروازہ آہستہ سے کھل گیا مکان عام ہی تھا اور اسے دیکھ کر یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ اس میں کوئی خاص بات ہے دروازے سے جو شخصیت ظاہر ہوئی وہ کسی قدر پراسرار شکل کی مالک تھی۔ چہرہ چڑیلوں جیسا لمبی ناک چھوٹی چھوٹی آنکھیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں نے اس سے سوال کیا۔ ''کیا میں مس سرنیا سے بات کر رہا ہوں۔''

''کون ہو تم اور یہاں کیوں آئے ہو''

''مس سیرینا کے بارے میں سنا تھا کہ وہ کچھ خصوصیات کی حامل ہیں میرا تعلق ایک اخبار سے ہے اور میں ماضی کی ایک عظیم شخصیت سے انٹرویو کرنا چاہتا ہوں کیا آپ مجھے مس سرنیا کے بارے میں کچھ بتائیں گی۔''

''وہ میں ہی ہوں آؤ اندر آجاؤ میں اس کے ساتھ چل پڑا اندر ایک تاریک سا ہال تھا پھر اس کے بعد ایک کمرہ' کمرے میں ایک مدہم سا لیمپ روشن تھا یہاں تھوڑا سا فرنیچر بھی پڑا ہوا تھا اس نے ایک کرسی کی جانب اشارہ کر کے مجھ سے کہا۔ ''بیٹھ جاؤ اور میں کرسی پر سیٹ پر بیٹھ گیا عورت کی نظر مجھ پر پوری طرح لگی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ جذبات سے عاری لگ رہا تھا میں نے کچھ لمحوں کے بعد اس سے پوچھا۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کا نام سیرنیا ہے لیکن پھر بھی اخبار کے انٹرویو کے لئے مجھے آپ کی زبانی آپ کا نام معلوم کر کے خوشی ہوگی۔

''سیرنیا خام۔'' اس نے جواب دیا۔

''مسٹر خام کون تھے۔''

میرے ڈیڈی۔ زندہ ہیں؟ میں نے سوال کیا اور وہ ہنس پڑی۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولی ''نہیں۔''

''آپ شادی شدہ ہیں؟'' ''نہیں'' اس نے جواب دیا۔

''آپ کی عمر کتنی ہے۔؟ میڈم حالانکہ سنا یہ ہے کہ عورتیں کبھی اپنی عمر نہیں بتاتیں لیکن پھر بھی میں یہ سوال کر رہا ہوں آپ اپنی پسند کا جواب دے سکتی ہیں؟''

''نہیں میں عمر چھپانا نہیں جانتی اور نہ ہی عمر چھپانا بہتر سمجھتی ہوں۔''

''تو آپ کی عمر کتنی ہے۔''

''تقریباً گیارہ سو سات سال اس نے جواب دیا اور میں اسے دیکھ کر ہنس پڑا لیکن وہ بالکل سنجیدہ رہی تھی۔''

''ذرا پھر سے دہرایئے۔'' ''گیارہ سو سات سال اور شاید اڑھائی مہینہ یا پینتالیس دن۔''

آپ بہت دلچسپ خاتون معلوم ہوتی ہیں بات کو اتنی سنجیدگی سے ادا کرتی ہیں کہ انسان آپ کے مذاق کو سمجھ ہی نہ سکے خیر چلئے آپ نے کہا ہے میں مان لیتا ہوں آپ کا مشغلہ زندگی زندگی کیا ہے؟

''کچھ نہیں جنگلوں' پہاڑیوں' ویرانوں' قبرستانوں میں بھٹکتی رہتی ہوں کبھی کبھی میری زندگی سے منسلک دلچسپ واقعات بھی پیش آجاتے ہیں لیکن پھر بھی میں نے زندگی میں بہت کم لوگوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ دلچسپ مشغلہ جادوگری سیکھنا ہے۔

''میرا مطلب یہ نہیں تھا خاتون' مطلب یہ ہے کہ آپ کی آمدنی آپ مجھے یہاں تنہا ہی نظر آرہی ہیں اور۔''

''دیکھو میں جو کچھ کہہ رہی ہوں سچ کہہ رہی ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم میرا انٹرویو لے رہے ہو اور یہ انٹرویو ضرور کسی اخبار میں شائع ہوگا۔ بہرحال تم یہ سمجھ لو کہ میں شیطان زادی ہوں اور میری عمر گیارہ سو سات سال اور اڑھائی مہینہ ہے بس اب کچھ اور معلوم کرنا چاہتے ہو تو معلوم کرو زندگی میں ویسے تو بہت سے واقعات ہیں لیکن تمہیں بتانا پسند نہیں کروں گی۔''

''بہتر میں سمجھتا ہوں آپ کا اتنا انٹرویو کافی ہے اب مجھے چلنا چاہیے جواب میں وہ عجیب سے انداز میں مسکرادی پھر بولی۔

''لوگ کہتے ہیں کہ مہمان آتے اپنی مرضی سے ہیں اور جاتے میزبانوں کی مرضی سے ہیں تم اپنی مرضی سے آئے میں نے تو تمہیں نہیں بلایا تھا لیکن تمہیں میری مرضی سے واپس جانا چاہئے معافی چاہتا ہوں اب آپ سے پوچھنے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے میں نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا وہ خاموش بیٹھی رہی تھی۔ میں دروازے کی طرف مڑا لیکن اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں نے صحیح سمت رخ نہیں کیا ہے ہے دروازہ ادھر نہیں ہے پھر میں نے دروازے کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور یہ دیکھ کر میرے ہوش گم ہوگئے کہ اس بڑے سے نیم تاریک ہال میں اب کوئی دروازہ نہیں تھا میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے دروازہ کہاں گیا میں آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچا جہاں سے میں اندر داخل ہوا تھا لیکن وہاں ایک سپاٹ دیوار کے سوا کچھ نہیں تھا میں دیوار کے ساتھ چل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ دروازہ کہیں اور تو نہیں ہے مجھے غلط فہمی تو نہیں ہو رہی لیکن دروازہ نہیں تھا وہ غائب تھا اور حیران کن بات یہ تھی کہ کہیں سے بھی اس کا نشان نہیں ملتا تھا حالانکہ کمرہ عام کمروں ہی کی مانند تھا میں تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا پھر میں نے پریشانی سے کہا۔ ''مس سیرنیا براہ کرم مجھے دروازہ دکھا دیجئے میں جانا چاہتا ہوں جواب میں اس کے ہونٹوں پر پھر پہلے جیسی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

''کہا تھا نا میں نے تم سے کہ مہمان آتے اپنی مرضی سے ہیں اور جاتے میزبانوں کی مرضی سے کیا سمجھے؟ بیٹھو میں تو ابھی تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں اس کی آواز عجیب سی تھی وہ تیز قسم کی سرگوشی کے انداز میں بول رہی تھی میں اب بھی یہی سمجھا کہ وہ عورت مذاق کر رہی ہے میں نے کہا۔

''آپ ایک خوش مزاج خاتون ہیں مس سیرنیا لیکن یہ کیا بہتر نہیں ہوگا کہ اب آپ یہ مذاق ختم کر دیں۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں لیکن میں چاہتی ہوں کہ تم کچھ دیر کے لئے یہیں ٹھہرو جاؤ اصل میں انسان اپنی خوش نصیبی کو آسانی سے ختم نہیں کرنے دیتا۔''

''خوش نصیبی میں؟ نے سوال کیا تو وہ مسکرا کر گردن ہلانے لگی پھر بولی۔''

''چائے پینا پسند کرو گے؟''

''میں صرف جانا چاہتا ہوں۔''

''مگر بیٹھ جاؤ میں اسے لے کر آ رہی ہوں۔''

''کسے میں نے پھر حیرت سے پوچھا۔'' چائے کو وہ بولی اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی کمرہ اب بھی نیم تاریک تھا حالانکہ میں نے اسے کافی حد تک دیکھ لیا تھا لیکن بہت سی چیزیں اب بھی میری نگاہوں سے اوجھل تھیں مثلاً پہلے ہی سے آگ جل رہی تھی لیکن میں نے اسے محسوس اب کیا تھا یا پھر ممکن ہے وہ پہلے یہاں موجود ہی نہ ہو۔

یہ بات کچھ دیر کے لئے میرے ذہن سے دور ہوگئی تھی کہ مجھے یہاں مرشد نے بھیجا ہے اور لازمی طور پر یہ جگہ کسی مصیبت سے عاری جگہ نہیں ہوگی۔ آتش دان اچانک ہی نمودار ہوا تھا اور اس میں آگ بھی جل رہی تھی اور پھر جب میں نے بغور دیکھا تو مجھے لگا کہ آتش دان کے کسی حصے پر ایک چائے دانی بھی رکھی ہوئی ہے عورت اپنی جگہ سے اٹھی اور آتش دان کی جانب بڑھ گئی نجانے کس طرف سے اس پر روشنی پڑ رہی تھی اور اس کی ایک بڑی سی پرچھائیں نے پوری دیوار کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا یہ پرچھائیں عجیب و غریب تھی لگ رہا تھا جیسے کسی انسان کی پرچھائی نہ ہو حالانکہ عقب سے اس پر سایہ پڑ رہا تھا اور اس کا سایہ دیوار پر لیکن ایک بہت ہی خوفناک شکل کی چڑیل جس کے سر کے اوپر لمبے لمبے سینگ نظر آ رہے تھے۔ دیوار پر نظر آ رہی تھی اور اس کا رخ آتش دان کی طرف تھا حالانکہ اس سے پہلے میں نے مس سیرنیا کو دیکھا تھا وہ بالکل کسی گھریلو عورت کی مانند ہی تھیں سیاہ بال بیچ سے نکالی ہوئی مانگ موزوں قد و قامت جو یہ ظاہر نہیں کرتا تھا کہ اس کی عمر زیادہ ہے اور وہ اپنی عمر بتا رہی ہے گیارہ سو سات سال دلچسپ مذاق ہے لیکن یہ پرچھائیں ایک بار پھر میں نے غور سے سیرنیا کو دیکھا اس کی ناک کسی چونچ کی مانند مڑی ہوئی سی تھی آنکھیں تیز اور چھوٹی تھی اور نقوش بالکل عام قسم کے تھے۔ بہرحال وہ چائے لے کر پلٹی غالباً وہاں آتش دان پر چائے کا معقول بندوبست کر رکھا تھا میرے قریب آ کر اس نے مجھے چائے کا پیالہ دیتے ہوئے کہا۔

''لو میرے معزز مہمان مجھے خوشی ہے کہ تم یہاں آئے یہاں بہت کم مہمان آتے ہیں اور جو آتے ہیں وہ۔..... اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا میں نے پیالہ ہاتھ میں لیکر ادھر ادھر دیکھا آتش دان کی آگ ہولے ہولے جل رہی تھی اندر گرمی بھی تھی بہت سی سوچیں میرے ذہن کو پریشان کر رہی تھیں میں اس کے پراسرار جملوں پر غور کر رہا تھا پھر میں نے سوچا کہ چلو کوئی حرج نہیں ہے چائے پی کر یہاں سے چلا جاؤں گا میں نے محسوس کیا کہ وہ میز کی دوسری جانب سے مجھے گھور رہی ہے پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ اب میرا کاروبار ٹھنڈا ہوگیا ہے سمجھے اب میرا کاروبار بالکل نرم ہوگیا ہے۔''

''کاروبار؟ میں نے ایک بار پھر اسے چونک کر دیکھا۔''

''ہاں کالے جادو کا کاروبار پہلے بہت اچھی طرح چلتا تھا لیکن اب لوگ جادو کو بھی سائنس ہی سمجھنے لگے ہیں اور ہمارا کاروبار تقریباً ختم ہوتا جا رہا ہے۔

اس پر اب بہت کم لوگ یقین رکھتے ہیں لوگ اس سلسلے میں آتے ہی نہیں میرے پاس تم یقین کرو میں نے طویل عرصے سے جادو کا کوئی پتلا نہیں بنایا ہے۔''

''جادو کا پتلا؟''

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہاں یہ ایک پراسرار عمل ہے آٹے کی ایک بڑھیا بنائی جاتی ہے اور اس میں سوئیاں چبھو کر کسی بھی جانب لے جاتی ہے اور اب تو یہ کام انجام دینے کی نوبت نہیں آتی یہ سالوں پہلے کی بات ہے کہ لوگ اپنے دشمنوں کو اس طرح ختم کرتے تھے اب تو خدا غارت کرے صورت حال ہی بدل گئی ہے کرائے کے قاتل جگہ جگہ دندناتے پھرتے ہیں اور معمولی سے معاوضے پر وہ یہ کام کر ڈالتے ہیں جو ہم سے لیا جاتا تھا اب ان کاموں کے لئے کوئی ہمارے پاس نہیں آتا۔ بلکہ ان کرائے کے قاتلوں کے پاس جاتا ہے۔ ارے تم یہ چائے کیوں نہیں پی رہے اس نے مجھے گھور کر دیکھا اور میں نے جلدی سے چائے کا پیالہ منہ سے لگا لیا۔ حالانکہ یہاں آ کر میرے ذہن پر جو ایک کوفت سی سوار ہوگئی تھی وہ مجھے مجبور کر رہی تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے جاؤں لیکن بوڑھی عورت کی حقیقتیں بھی میرے سامنے آتی جا رہی تھیں وہ واقعی ہی کوئی جادوگرنی معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس کمرے میں میں ایک دروازے سے ہی اندر داخل ہوا تھا لیکن اب وہ دروازہ یہاں نہیں تھا چائے کے پہلے گھونٹ نے مجھے یہ احساس دلایا کہ یہ چائے بھی عام قسم کی نہیں ہے کیونکہ یہ خاصی کڑوی تھی۔ عورت نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ویسے تم میرا انٹرویو لینے کے لئے آئے ہو نوجوان مجھے حیرت ہے کہ تم میری ذات میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میرے پاس اب اس انداز کا کوئی شخص نہیں آتا اور شاید بہت کم لوگوں نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا ہو خیر چلو ٹھیک ہے کوئی ایسی بات نہیں ہے ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں ویسے خواہش سب کی یہی ہوتی ہے کہ لوگ ان کے بارے میں جانیں تم یہ بتاؤ تمہاری اپنی کیا کیفیت ہے کیا یہ چائے تمہیں پسند آئی میں نے چونک کر پہلی بار چائے پر توجہ دی یہ کڑوی چائے مجھے ایک عجیب سی لگ رہی تھی لیکن پھر بھی اس کے گھونٹ میں نے اپنے معدے میں اتار لئے تھے پھر میں نے اس کی جانب دیکھا اور پھر یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس کا رنگ اچانک سرخ ہوتا جا رہا ہو یہ کیا بات ہے؟ وہ اچانک سرخ کیسے ہوگئی اس کا لباس اس کا چہرہ' اس کے بال' کمرے کا ماحول' سامنے کی دیوار' سارے کا سارا سرخ کیا قصہ ہے میں نے ایک بار پھر اپنے ذہن کو جھٹکے دے کر سنبھالنے کی کوشش کی لیکن یہ سرخی میری نگاہوں سے دور نہیں ہو رہی تھی اس سرخ کمرے میں لاتعداد پرچھائیاں نظر آ رہی تھیں شاید یہی پرچھائیاں

دروازے کو چھپائے ہوئے تھیں مگر مجبوری تھی کیا کر سکتا تھا میں۔ دروازہ مجھے نظر ہی نہیں آ رہا تھا بمشکل تمام میں نے چائے کا پیالہ نیچے رکھ کر لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اب تو مجھے اجازت دو میں نے چائے بھی پی لی ہے ایک بار پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا مگر مجھے محسوس ہوا کہ میں اڑنے لگا ہوں میرے پیر فرش سے اونچے اٹھ چکے ہیں اور جیسے میں نے ایک بے وزنی کی کیفیت کا شکار ہوگیا ہوں میں نے فضا میں لٹکے لٹکے ہاتھ پاؤں ہلائے یہ تو مناسب نہیں ہے یہ میری کیفیت کیا ہو رہی ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا اور اس کے بعد میں نے شکایتی انداز میں اس سے کہا''۔ ''دیکھو میں جانا چاہتا ہوں اب میں نے چائے بھی پی لی ہے میرے یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔''

''مگر میں چاہتی ہوں کہ تم ابھی یہاں سے نہ جاؤ۔''

''کمال کرتی ہو میری ذمہ داریاں ہیں کچھ میں اپنی یہ ذمہ داریاں پوری کرنا چاہتا ہوں۔''

اور میں تم سے کہتی ہوں کہ یہاں بہت کم لوگ آتے ہیں۔ اور جب کوئی آ جاتا ہے تو پھر اس کی میزبانی مجھ پر فرض ہوتی ہے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔

''ہم دونوں ایک حسین جگہ پر جائیں گے جو آخر کار تمہیں پسند آئے گی۔''

''کہاں؟ میں نے سوال کیا یہ بھی ایک عجیب کیفیت تھی نجانے میرے حواس میرا ساتھ بھی دے رہے تھے میں سوچ سکتا تھا لیکن عمل نہیں کر سکتا تھا میرے ذہن میں پریشانیاں بھی تھیں اپنی حالت کا احساس بھی لیکن میں اس احساس پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔''

''تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا مجھے ایک اہم میٹنگ میں شرکت کے لئے جانا ہے۔''

''لیکن میرا اس میٹنگ سے کیا تعلق ہے۔''

''ہے۔ میں جو کہہ رہی ہوں تم نہیں جانتے کہ نجات حاصل کرنے کے لئے مجھے تمہاری ضرورت ہے۔''

''نجات کیسی نجات میں نے بدستور خلا میں تیرتے ہوئے کہا۔''

''ہاں نجات' سیرنیا بولی۔''

''مگر مس سیرنیا میں تو صرف آپ کا انٹرویو کرنے کے لئے آیا تھا۔''

''دیکھو ہمیں چند قوانین پر عمل کرنا ہوتا ہے مثلاً جس طرح کھانے کی میز پر تم

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لوگ کبھی دوسرے آدمی کو نہیں اٹھاتے اور نہیں بٹھاتے بالکل اس طرح ہم جب تک تیرہ افراد مکمل نہ ہو جائیں اپنی محفل نہیں جما سکتے وہ اسے پسند نہیں کرتا"۔

"کون؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"اس کا ذکر ہے جسے تم اپنی زبان میں شیطان کہہ سکتے ہو اس نے درحقیقت شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔"

"لیکن میں نے احتجاجی انداز میں کہا۔"

"اسی لئے تمہیں میری محفل میں چلنا ہوگا سمجھ رہے ہو نا؟"

"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ شیطان کی مجلس میں؟"۔ "لیکن مس سیرنیا میں اس کا پابند تو نہیں ہوں۔"

"اب ہو۔ یہاں آئے ہو تو ظاہر ہے تم نے میرا وقت بھی لیا ہے ہر شخص کو تھوڑا سا دوسرے سے تعاون تو کرنا ہوتا ہے ویسے تو تمہیں وہ جگہ پسند آئے گی جہاں یہ مجلس ہوگی۔"

"کونسی جگہ ہے وہ۔"

"اک پہاڑی..... ہمیں ایک لمبا سفر کرنا ہوگا چلو تیار ہو جاؤ۔"

"نہیں میں نہیں جانا چاہتا۔"

"تم جاؤ گے اس نے کہا اور گھور کر مجھے دیکھا نجانے کیوں مجھے یہ محسوس ہوا کہ اس کی آنکھوں سے روشنی کی لہریں نکل کر میرے وجود میں داخل ہو رہی ہیں وہ آنکھیں کچھ ایسی ہی تھیں کچھ دیر قبل جو تمام باتیں مذاق لگ رہی تھیں اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ وہ مذاق نہیں حقیقت ہیں بوڑھی عورت یقینی طور پر کالے جادو کی ماہر ہے اوہ میرے خدا اب کیا ہوگا مجھے بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں بہت سے پراسرار مسئلے ہمارے سامنے ظاہر ہو رہے تھے اس نے کہا۔

"اب میں تمہیں تیار کرنے کے لئے اپنی ایک خاص دوست کو بلاتی ہوں آؤ تم اسے تیار کرو اس نے کہا اور اچانک ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے دیوار سے ایک روشنی سی پھوٹی ہو اور پھر روشنی اندر داخل ہوگئی لیکن جو کوئی اندر آیا تو اسے دیکھ کر میں خوف سے سکڑ کر رہ گیا ایک چھوٹے سے قد کی نوجوان عورت تھی جس کے پورے جسم پر لمبے لمبے سیاہ بال تھے وہ اچھل اچھل کر فرش پر چل رہی تھی اور میری جانب بڑھ رہی تھیں اس کی باریک

سی آواز ابھری۔"

"مس سیرنیا مس سیرنیا کیا کرنا ہے مجھے؟"

"یہ استاد اعظم کی میٹنگ میں شریک ہونے جا رہے ہیں اور تمہیں انہیں تیار کرنا ہے دیکھو ہمیں جس انداز میں سفر کرنا ہوگا تم جانتی ہو اس سفر کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرنا ہوتا ہے۔"

"میں اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا یہ طلسمی ماحول اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے پہلے بھی کئی بار میرے سامنے آ چکا تھا۔ خاص طور پر ایرانی شوانی جسے میں ابھی تک نہیں بھول سکا تھا کیا اس کائنات میں اس قدر عورتیں ان پراسرار علوم کی ماہر ہوتی ہیں میں نے دل میں سوچا بہرحال میں نے سوچا وہ عجیب و غریب پراسرار عورت جو انتہائی چھوٹے قد کی مالک تھی مجھے اپنے پیروں کے نزدیک نظر آئی اچانک جیسے کوئی چپٹی سی چیز مجھے اپنی ٹانگ سے لپٹی ہوئی محسوس ہوئی پھر مجھے یوں لگا جیسے میرے پورے وجود میں شعلے بھڑک اٹھے ہوں گے میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا سیرنیا بھی اپنا لباس تبدیل کر رہی تھی اور اس کی شخصیت ایک دم سے تبدیل ہوتی جا رہی تھی اس کے ہاتھ لمبے ہو کر گھٹنوں تک لپک آئے تھے اور چہرے کی رنگت بدلتی جا رہی تھی اس نے تھوڑی دیر کے بعد آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے یوں لگا جیسے میں فضا میں اوپر اٹھ رہا ہوں مجھے اپنی چاروں طرف اندھیروں کے بادل اڑتے ہوئے محسوس ہوئے رات کی مانند یہ سب کیا ہے؟ میں نے جھٹک کر ہاتھ چھڑانا چاہا مگر وہ تو کسی فولادی شکنجے کی مانند میرے بازوؤں پر پیوست تھا اور نجانے مجھ پر کیسی کیفیت ہو رہی تھی دفعتہً زور سے جھٹکا لگا اور میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش میں فضا میں تیرتا ہوا رہ گیا مجھے احساس ہو رہا تھا جیسے میں برابر اوپر اٹھ رہا ہوں میرے چاروں طرف اندھیرا اندھیرا ہے اور ہواؤں کی شائیں شائیں گونج رہی ہے نیچے نمی نمی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔

بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے میں کسی ہوائی جہاز میں بیٹھا ہوا کسی روشن شہر سے گزر رہا ہوں میرے اطراف میں تعجب خیز آوازیں گونج رہی تھیں سیاہ اور ہولناک اندھیرے میرے اردگرد پھیلے ہوئے تھے اور مجھے کچھ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ پراسرار پرواز کتنی دیر تک جاری رہی اور میں کس طرح نیچے اترا۔ جب میرے قدم زمین سے لگے تو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں اپنے اطراف میں ایک پہاڑی کو سر اٹھائے کھڑے دیکھا وہ ایک سیاہ پرچھائیں کی مانند تھی اور میرے قرب و جوار میں مسلسل اندھیرا طاری تھا میں حیران پریشان اپنے چاروں طرف دیکھ رہا تھا یا الٰہی کیا ماجرہ ہے کیا ہونے والا ہے میں اس ہولناک ماحول سے زندہ بھی واپس جاسکوں گا یا نہیں مرشد نے میرے اوپر جتنی بھی ذمہ داریاں ڈالی تھیں اس طرح کی ڈالی تھیں میں ان ذمہ داریوں سے کسی طرح بھی نہیں بچ سکا تھا۔ رفتہ رفتہ یہاں روشنی سی پھیلنے لگی اس روشنی کے مرکز کا کوئی پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ کہاں سے آرہی ہے بس یونہی لگ رہا تھا۔ جیسے پہاڑ شیشے کی مانند روشن ہوتے جارہے ہیں پھر اس روشنی میں مجھے بہت سی سفید پرچھائیاں متحرک نظر آئیں ان سب کے جسم پر گھنے بال موجود تھے ایک ایک کرکے سامنے آتے گئے اور میں نے انہیں گنا وہ تعداد میں دس تھے گیارواں میں اور بارھویں مس سیرنیا نجانے یہ پراسرار عورت کیا چیز ہے۔ ہاں کل بارہ افراد جمع ہوگئے تھے اور اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک کالے رنگ کا بکرا پکڑ کر اسے دھکیلتے ہوئے آگے لائے میں ان سب کے چہروں کی سمت نہیں دیکھ سکتا تھا انہیں دیکھنا بے حد مشکل کام تھا البتہ سیرنیا میرے سامنے تھی اس کا چہرہ جوش سے تمتما رہا تھا پھر اس نے اسی طرح تمتماتی ہوئی آواز میں کہا۔

''مقدس تاریکیوں کے مقدس پرستار و قربانی کی رسم ادا کی جانی چاہئے بہت سے لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے ایک جگہ لکڑیاں جمع کرنا شروع کردیں پھر لکڑیوں کو آگ لگا دی گئی اور روشنی کے سرخ شعلے فضا کو منور کرنے لگے اس کے بعد کالے رنگ کے بکرے کو ایک جگہ لایا گیا وہ اب بھی بدستور اپنے حلق سے بھیانک آوازیں نکال رہا تھا۔ غالباً ان پراسرار روحوں کو دیکھ کر وہ خوف زدہ تھا پرچھائیوں سے ایک سایہ آگے بڑھا اس کے ہاتھ میں لمبا سا چاقو دبا ہوا تھا۔ جو سرخ آگ کی روشنی میں چمک رہا تھا اس نے بکرے کو گردن سے پکڑا اور اسے دبوچ کر اس طرح زمین پر گرا دیا جیسے کوئی معمولی سی چیز ہو۔

اس کے بعد وہ بکرے کے سینہ پر گھٹنا رکھ کر بیٹھ گیا۔ اور اس نے اس کی گردن پر چھری پھیر دی بکرے کی گردن کے نیچے ایک بڑا سے پیالہ کو اس شخص نے جس نے بکرے کو ذبح کیا تھا بڑے احترام سے اٹھالیا اس میں سے سب سے پہلے اس نے چند گھونٹ لئے اور اس کے بعد اس نے یہ پیالہ سیرنیا کی طرف بڑھا دیا۔ وہ سب تھوڑا تھوڑا

خون اس پیالے میں سے پی رہے تھے یہاں تک کہ وہ پیالہ مجھ تک پہنچ گیا سیرنیا وہ پیالہ لے کر میرے سامنے آئی تھی۔''

''لو ہم میں شامل ہو جاؤ اس نے کہا اور نجانے میرا ذہن کیسے اس کے آگے مائل ہوگیا میں نے دونوں ہاتھوں سے خون کا پیالہ پکڑا اور اس میں سے تین گھونٹ لئے میرا منہ نمکین ہوگیا تھا الاؤ بدستور روشن تھا جب خون کا سارا پیالہ ختم ہوگیا تو ان لوگوں نے الاؤ کے گرد ایک وحشیانہ رقص شروع کر دیا وہ سب کے سب اس کے گرد رقص کرنے لگے تھے آگے پیچھے ایک دائرے کی شکل میں اور اب نجانے کس طرح میرے دل و دماغ میں بھی سرور کی لہریں بیدار ہوگئیں تھیں میرا بدن اچھلنے کودنے کی طرف مائل تھا اور کچھ لمحوں کے بعد میں نے بھی ان کے ساتھ ناچنا شروع کردیا۔ سیاہ پرچھائیاں بار بار اچھل رہی تھی اور اپنے طور پر خوشیوں کا اظہار کر رہی تھی پھر ایک گھنگناہٹ سی ابھری جیسے مکھیاں بھن رہی ہوں اور پھر ایک آواز ابھری۔'' ''دیکھو سیرنیا کسی اور کو لے آئی ہے۔'' ''یہ ہماری ایک خاص ساتھی کی جگہ ہے جو آج نہیں آسکیں پھر اچانک ایک زبردست شور بلند ہوا جیسے ہزاروں پتے دھنکنے لگے ہوں میں ان تمام چیزوں کو دیکھ رہا تھا' محسوس کر رہا تھا مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں کوئی ایسا عمل کر رہا ہوں جس سے میرا کوئی تعلق نہ ہو یہ سارا ماحول یہ سارا منظر مجھے اجنبی لگ رہا تھا لیکن میرا دل یہ چاہ رہا تھا کہ میں خود بھی براہ راست ان تمام معاملات میں شرکت کرتا رہوں یہ سب مجھے اجنبی اجنبی نہیں لگ رہا تھا پھر شاید کوئی اور بھی آپہنچا جس کا تذکرہ وہ لوگ کر رہے تھے وہ شاید کسی چٹان کے پیچھے سے نکل کر آیا تھا انتہائی تاریک سیاہ شے تھی وہ۔ آنکھوں کی سفیدیاں تک سیاہ تھیں اور اس کا جسم بالکل جلے ہوئے کوئلے جیسا تھا جیسے ہی وہ باہر آیا ایک دم شور تھم گیا۔ رقص رک گیا اور پھر سیرنیا آگے بڑھی اور اس سے باتیں کرنی لگی وہ ان باتوں کے درمیان مسلسل میری جانب اشارے کرتی جارہی تھی اسی لمحے جیسے ایک اور شور ابھرا'' ''وہ آگئی وہ جو نہیں آسکی تھی وہ آگئی ان سب نے سانسیں روک کر اسے ہماری جانب بڑھتے ہوئے دیکھا اور اس نے خوفناک لہجے میں کہا۔ ''نہیں یہ غلط ہے ہمیں کسی بھی طرح اپنی تعداد نہیں بڑھانی چاہیے۔ ہم تیرہ ہی ممکن ہوسکتے ہیں۔ لیکن اب چودہ ہوچکے ہیں۔'' ''اور اس کا جواب سیرنیا کو دینا پڑے گا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

''سیرنیا تم ایک جرم کی مرتکب ہوئی ہو۔ چودھویں کا اضافہ تم نے ہی کیا ہے۔''

''نہیں۔ میں سمجھی تھی کہ وہ نہیں آئے گی۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا میں سمجھتا ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہم اب چودہ ہو چکے ہیں سیاہ سائے کی پھنکار سنائی دی اس کی آواز میں غصہ شامل تھا۔''

لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے مقدس استاد میرا کوئی قصور نہیں ہے۔

''بالکل تسلیم نہیں کیا جاسکتا اصول ٹوٹ گیا ہے سیرنیا تمہیں سزا ضرور ملے گی۔''

رحم کرو استاد محترم رحم کرو میں جان بوجھ کر اس جرم کی مرتکب نہیں ہوئی ہوں۔

رحم وہ لوگ کرتے ہیں جو خود بعد میں رحم کے مستحق ہو جاتے ہیں میں تم پر رحم نہیں کر سکتا اس نے ایک ہی قدم آگے بڑھایا اور دوسرے لمحے اپنے ہاتھ کے چوڑے پنجے سے سیرنیا کی گردن پکڑلی۔ سیرنیا کے حلق سے دل خراش چیخیں نکلنے لگیں تھیں سوکھی سوکھی لمبی لمبی انگلیاں سیرنیا کی گردن میں پیوست ہوتی جا رہی تھی پھر اس نے اسے آگے کی جانب گھسیٹا اور میں نے دنیا کا بھیانک ترین منظر دیکھا اس نے سب سے پہلے سیرنیا کی ایک آنکھ اپنے دانتوں سے نکال لی تھی۔ اور اسے کتوں کی طرح چپ چپ کر چبانے لگا تھا سیرنیا کی آنکھ سے خون کا فوارہ بلند ہو رہا تھا اور وہ دہشت سے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی چیخ رہی تھی لیکن سیاہ سایہ اس کے رخسار کا گوشت ادھیڑ رہا تھا۔ رخسار' دوسری آنکھ' گردن' کان' ہر چیز' اس نے چبا چبا کر اپنے معدے میں اتارنا شروع کر دی تھی یہاں تک کہ وہ سیرنیا کی گردن کا نرخرہ باہر لٹک آیا اور جو خون زمین پر گرا وہ دوسرے لوگ نیچے جھک کر زبان سے چاٹنے لگے میں نیم مردہ کیفیت میں ایک چٹان سے اپنی کمر لگائے کھڑا ہوا اس بھیانک منظر کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن ایک احساس اس عالم میں بھی میرے دل میں موجود تھا وہ یہ کہ فطرت کے خلاف میں اس بھیانک منظر سے نا تو گھن کھا رہا ہوں اور نہ مجھے یہ عجیب محسوس ہو رہا ہے مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ سب کچھ ہونا چاہئے جو ہو رہا ہے۔ بہرحال چند لمحوں کے بعد سیرنیا بالکل سرد پڑ گئی اور اس کے بعد وہ بھیانک شخصیت میری جانب متوجہ ہوئی اس نے اپنی سیاہ آنکھوں سے مجھے دیکھا اور مدھم لہجے میں بولا۔''

''صرف تیرہ ہر صورت میں تیرہ اور تیرھویں شخصیت تمہاری ہی ہو سکتی ہے تمہیں عہد کرنا ہوگا کیا سمجھے؟''

''ہاں میں جانتا ہوں میں نے جواب دیا۔''

''چلو اسے اپنوں میں شامل کر لو سیاہ صورت والے نے ایک شخص سے مخاطب ہو کر کہا وہ آگے بڑھا اس نے اپنے ہاتھ میں چاقو پکڑا ہوا تھا اس چاقو سے اس نے میری داہنی ہاتھ کی انگلی پر ایک نشان لگایا اور میرے داہنے ہاتھ کی انگلی سے سرخ خون نکلنے لگا تب اس نے آگے بڑھ کر ایک کاغذ میرے سامنے کر دیا اور کہا۔''

''اس پر دستخط کر دو اور تیرہ نمبر لکھ دو میں نے کسی انوکھی قوت کے زیر اثر اس کاغذ کی تحریر کے نیچے دستخط کر دیئے تحریر کیا تھی؟ یہ اندازہ میں بالکل نہیں لگا سکا تھا۔ جب میں نے اس کاغذ پر دستخط کئے اور وہ کاغذ اس نے میرے ہاتھ سے لے کر ایک دوسرے شخص کے سپرد کر دیا تو سیاہ صورت والے نے آگے بڑھ کر میرے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا۔ اب تم ہم میں سے ایک ہو اچانک ہی مجھے یہ محسوس ہوا جیسے میرے بدن کی قوتیں بے پناہ بڑھتی جا رہی ہوں میں نے اپنے ذہن میں بھی روشنی کے جھماکے محسوس کئے تھے اور پھر میں نے نیچے دیکھا میرے پیروں کے پاس کوئی چیز زمین پر پڑی ہوئی تھی لیکن میرے پیروں کے پاس جو جسم تھا وہ کس کا ہے؟ میں نے جھک کر اسے دیکھا مجھے یہ چہرہ جانا پہچانا سا محسوس ہوا اور میں اپنے ذہن میں سوچنے لگا کہ یہ کون ہو سکتا ہے لیکن دوسرے لمحے میرے حواس گم ہونے لگے میرے دل و دماغ کو ایک عجیب سا جھٹکا لگا تھا یہ چہرہ تو میرا ہے لباس بھی میرا ہی ہے جو میرے اپنے جسم پر لپٹا ہوا تھا۔ آہ تو کیا یہ میری لاش ہے جو فرش پر پڑی ہوئی ہے لیکن میں حیرانی سے اس لاش کو دیکھنے لگا اور اچانک ہی وہ چھوٹے قد کی عورت اچھل کر میرے کندھوں پر آ بیٹھی جو میری تیاری کرانے کے لئے سیرنیا نے بلائی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔''

''چلو واپسی کا سفر کرو اچانک مجھے یوں لگا جیسے میرے پاؤں دوبارہ زمین سے بلند ہونے لگے ہوں اور پھر میرا وجود فضا میں تیرتا ہوا ایک خاص سمت اختیار کر کے چل پڑا۔ میں نجانے کیوں یہ محسوس کر رہا تھا جیسے میں بڑا ہلکا ہو گیا ہوں اس کے علاوہ مجھے یہ بھی لگ رہا تھا جیسے میرے بدن کی توانائیاں بے حد بڑھ گئی ہوں اور اس وقت میرا جو دل چاہے میں کر سکتا ہوں ہاں واقعی مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں ایک انتہائی طاقتور شکل اختیار کر گیا ہوں اب یہ الگ بات ہے کہ جب تک کسی بھی چیز کو آزما نہ لیا جائے کہا نہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاسکتا۔ چنانچہ اب سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں اپنے آپ کو آزمالیتا حیرت کی بات یہ تھی کہ اس بار جب میں نے زمین پر قدم جمائے تو یہ وہی جگہ تھی جہاں میری ملاقات مس سیرنیا سے ہوئی تھی یعنی سیرنیا کا گھر۔ یہاں پہنچا ہی تھا کہ وہ کالی بلا میرے شانوں پر سے اتر گئی جو بڑے بالوں والی ایک چھوٹی سی عورت تھی اس نے مجھے دیکھ کر گردن خم کرتے ہوئے کہا۔"

اور اب تم ان تیرہ افراد میں سے ایک ہو میں تمہاری غلام ہوں تمہیں ہر مسئلے میں مدد دوں گی تمہیں بتاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے بات اصل میں یہ ہے کہ ان تیرہ افراد کو کبھی چودہ افراد نہ ہونے دینا یعنی اس وقت جب استاد اعظم تمہارے درمیان ہو کیا سمجھے؟"

"مگر تم"

"مجھے اپنی پسند کا نام دو اس سے پہلے میرا نام جو کچھ بھی تھا وہ ایک الگ بات ہے لیکن اب تم مجھے اپنی پسند کا نام دو۔"

"لیکن میرا تم سے واسطہ کیا رہے گا؟"

"سمجھ لو تمہاری غلام' تمہاری دوست تمہاری ساتھی ہر مشکل میں تمہیں مشورہ دینے والی تم اگر چاہو تو مجھے اپنا مشیر کہہ سکتے ہو۔"

"تو پھر اگر میں تمہیں مشیرہ ہی کہوں تو کیا حرج ہے۔"

"وہ ایک دم ہنس پڑی پھر بولی بہت آسانی پسند انسان ہو یعنی میرے نام کی تلاش میں بھی تم نے کوئی محنت نہیں کی اور مجھے ایک ایسا نام دے دیا جو عام سا نام ہے۔"

"کیا خیال ہے تمہارا تو کیا تم کوئی خاص نام چاہتی ہو"

"نہیں تمہارا دیا ہوا ہر نام مجھے پسند ہے کیونکہ تم اب میرے آقا ہو۔"

"تمہیں بلانے کا ذریعہ کیا ہوگا؟"

"مشیرہ۔ اس نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔"

"ٹھیک ہے اب تم جاؤ جب وہ چلی گئی تو میں نے ان واقعات کے بارے میں سوچا کیا عجیب چکر ہے کیسی انوکھی بات ہے کیا کرسکتا ہوں اس سلسلے میں اگر ممکن ہو سکے تو مرشد سے معلومات حاصل کی جائیں یہ تصور میں نے کیا ہی تھا کہ اچانک ہی مجھے بائیں سمت ایک آہٹ سی سنائی دی میری گردن اس طرف گھوم گئی ادھر ایک سپاٹ دیوار تھی اور

کسی طرح کی آہٹ اگر اس دیوار کے دوسری طرف ہو تو باقی اور کچھ نہیں تھا تب میں نے نگاہیں دائیں سمت گھمائیں اور ایک بار پھر میرا سر چکرا کر رہ گیا یہ تو وہی دفتر نما جگہ تھی جہاں مرشد موجود ہوا کرتے تھے اور اس طرف وہ ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے میز اس طرف پڑی ہوئی تھی اس میز پر دو افراد اور موجود تھے جن کی شکلیں میرے لئے اجنبی تھیں لیکن مرشد نے میری جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔"

"ہاں یقینی طور پر تمہارے ذہن میں یہ خیالات مچل رہے ہوں گے۔ کہ اب کیا صورت حال ہے اور تمہیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے کیا خیال ہے میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"نہیں مرشد آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

"میں تمہیں انہی سوالات کا جواب دینا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے میں نے اس بار ذرا پراعتماد انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔" مرشد ایک بات کہوں۔"

"ہاں کہو"۔

"آپ صاحب اختیار ہیں آپ کی ایک معمولی سی جنبش وہ کر ڈالتی ہے جو دوسرا زندگی بھر سوچے تو نہیں کرسکتا۔ یعنی میں اس گھر میں پہنچا وہاں میرے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان سے آپ کی واقفیت اس کے بعد آپ کی ایک جنبش مجھے یہاں لے آئی مرشد یہ قوت یہ اختیارات کیسے حاصل ہوسکتے ہیں؟"

"کالا کفن اوڑھ لو اس کی تکمیل کرلو یہ تمام قوتیں تمہارے پاس ہوں گی تم بے پناہ طاقت ور انسان بن جاؤ گے بس اتنا کافی ہے اور پھر ایک بات میں خاص طور پر تمہیں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ وقت خود اپنے فیصلوں کی تکمیل کرتا ہے یعنی یہ کہ تم انتظار کرلو حالات جس انداز میں تمہارے ساتھ سفر کر رہے ہیں اسی انداز میں حالات سے سمجھوتہ کرو اور پھر دیکھو کہ آنے والا وقت اس سلسلے میں مزید کیا کہتا ہے؟

"جی مرشد"

"اچھا اب یہ بتاؤ اب تک کا تجربہ کیسا رہا؟"

"پہلے بھی مرشد آپ نے مجھے کچھ جگہوں پر بھیجا تھا اور میں وہیں پر اپنے معاملات کی تکمیل کرتا رہا تھا اور آپ مجھ سے مطمئن بھی تھے لیکن اس بار آپ نے جس

جگہ بھیجا ہے وہاں مجھے ایک عجیب سی پریشانی کا احساس ہو رہا ہے۔"

"کیا۔"

"مرشد سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں مس سیرنیا کے پاس پہنچا تو وہ مجھے اپنے جادو کی قوتوں سے ایک انوکھے مقام پر لے گئی لیکن وہاں موجود لوگوں نے ایک جانور کا خون پیا اور جب انہوں نے مجھے اس کی پیش کش کی تو میں بھی انکار نہیں کر سکا مرشد آپ مجھے یہ بتایئے کہ کیا اس جانور کا خون پی کر یا اپنے خون سے کسی کاغذ پر دستخط کر کے میں اپنے دین اپنے مذہب سے الگ نہیں ہو گیا جواب میں مرشد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی انہوں نے کہا

"اگر تم بغیر استاد کے کسی جال میں پھنس گئے ہوتے تو یقینی طور پر اس جال سے گلو خلاصی تمہارے لئے ممکن نہیں ہوتی تم اس جال سے نہیں بچ سکتے تھے تمہارا ایمان بھی چھن جاتا تمہاری شخصیت بھی چھن جاتی بہت بڑا نقصان ہو جاتا تمہیں۔ لیکن خوش قسمت ہو کہ اس نقصان سے بچ گئے۔"

اب صورت حال یہ ہے بلکہ تمہیں یاد ہو گا کہ جب تم نے خون سے دستخط کرنے کے بعد زمین کی جانب دیکھا تو تمہاری اپنی لاش تمہارے قدموں میں پڑی ہوئی تھی کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ مرشد کے باکمال ہونے میں پہلے بھی مجھے کوئی شبہ نہیں تھا لیکن اب جو کچھ میں نے سنا تھا وہ مرشد کی شان میں بے پناہ اضافہ کرتا تھا میں نے کہا۔

"استاد محترم' آپ بے مثال ہیں۔ ہاں ایسا ہی تھا۔"

"اس مشکل میں تمہارے وجود کا دوسرا حصہ ان واقعات سے متاثر ہوا تھا کہ نہیں اس کا مطلب ہے کہ میں یہ سلسلہ جاری رکھ سکتا ہوں۔ سو فیصدی۔ یہ سب تمہاری تیزی کے لئے ہے تمہاری دوسری شخصیت ہمیشہ تمہارے کام آئے گی تمہارا دوسرا وجود عمل کر لے گا تمہاری اسی شخصیت کی بات آپ آئے گی یہ تو خوشی کی بات ہے مرشد۔" یہ تمہارے لئے بہتر ہے مرشد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

☆.....☆.....☆

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیا ہوتا ہے یہ انسان؟ کیسی کیسی کہانیاں اس کی ذات سے وابستہ ہو جاتی ہیں' کبھی کبھی اس کی سوچ کس طرح اپنا رخ تبدیل کر لیتی ہے۔ کیا سے کیا بن جاتا ہے وہ کچھ وسائل کی بات بھی ہے' اب اگر میرا مسئلہ لے لیا جائے' والدین جو کچھ تھے' ظاہر ہے میں بھی وہی سب کچھ کرتا' کیا حیثیت ہوتی میری' خود اپنا مذاق بن جاتا' لیکن تقدیر مجھے کسی اور راستے پر ڈالنا چاہتی تھی' اگر تیجا کی مہربانی نہ ہوتی اگر یہ سرکشی میرے دل میں نہ ہوتی' تو کیا ہوتا میں۔ ایک بندر نچانے والا اور بس۔ گلے میں جھولی' ہاتھ میں رسی' خود اپنی ذات سے منحرف' تقدیر اگر کبھی کچھ دینا بھی چاہتی ہے تو ایسا انداز اختیار کرتی ہے کہ انسان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے۔ یہی تو ہوا تھا میرے ساتھ۔" کچھ پایا تھا اور کچھ کھو دیا تھا" حالانکہ جو کھو گیا تھا اس کا بدل کچھ نہیں ہو سکتا تھا' جو پا لیا تھا وہ میرے اپنی ذات کے لیے تھا' ماں باپ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھے' اگر انہیں پالوں اور اپنا پایا ہوا ان کے لیے خرچ کر سکوں' تب تو بات ہے' ورنہ کیا رکھا ہے' اپنی ذات کے لیے تو سب ہی جی لیتے ہیں' ماں باپ تو ایک ایسا انعام ہوتا ہے قدرت کا کہ اگر انسان کو حاصل ہو جائے تو صحیح معنوں میں کائنات کے سارے سکھ' اس کے سامنے کچھ نہیں ہوتے' مذہبی طور پر تو خیر ہے ہی' حکم معبود بھی یہی ہے' لیکن ذرا اپنے دل میں جھانک کر دیکھئے' وہ جو آپ کو بڑی چاہت سے اس دنیا میں لاتے ہیں' آپ کی آرزو کرتے ہیں' آپ کے لیے اپنے خوابوں کے تاج محل بناتے ہیں' اپنی بساط بھر آپ کی خدمت میں کمی نہیں کرتے' آپ کی آرزو کرتے ہیں۔ آپ سے اس کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے۔ آپ کے لیے راتوں کو جاگتے ہیں' آپ کی زندگی کے لیے اپنی زندگی دینے پر آمادہ رہتے ہیں۔ آپ مسکراتے ہیں تو وہ مسکراتے ہیں۔ آپ روتے ہیں تو ان کے دل روتے ہیں اور جب وہ زندگی کی دوسری منزل میں داخل ہو جاتے ہیں' جب آپ کے لیے پوری زندگی محنت کر کے ان کا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وجود تھکن محسوس کرتا ہے' اس وقت اگر آپ ان کا سہارا بنیں تو انہیں کتنی خوشی ہوگی۔ آپ ان سے دور ہٹ جائیں تو وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ کا' لیکن اگر آپ ان کے شانہ بشانہ ہوں تو ان کی زندگی کے لمحات بڑھتے ہیں' وہ اپنے آپ کو توانا محسوس کرتے ہیں' وہ اپنے پچھلے دور کی توانائی آپ کے وجود میں دیکھ کر اپنے آپ کو تروتازہ محسوس کرتے ہیں اور آپ کا یہ وجود ہی ان سے دور ہو جائے تو پھر زندگی ایک افسردہ تھکن بن جاتی ہے جہاں وہ آپ کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ آپ کے لیے بددعا بھی نہیں کرسکتے' کیونکہ جو دعائیں مانگ کر انہوں نے آپ کی پرورش کی ہے انہیں بددعاؤں میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا' اگر کوئی کمی تھی میری زندگی میں تو میرے کھو جانے والے ماں باپ۔ بے شک زندگی کے عجیب وغریب حالات سے گزر رہا تھا لیکن بہرحال دل میں یہ آرزو تھی کہ وہ مل جائیں اور ان کی خدمت کرسکوں' جو حاصل ہوا ہے وہ ان کے لیے استعمال کروں' تب تو اس حاصل سے کچھ حاصل ہے' ورنہ سب کچھ لاحاصل.....

مرشد نے ایک طرح سے میری تربیت مکمل کرکے مجھے آزادی دے دی تھی۔ ان کے آخری الفاظ سے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اب صرف مجھے اپنے طور پر ہی جینا اور کام کرنا ہے۔ میری دوہری شخصیت میرے لیے بڑی عجیب وغریب چیز تھی' جب چاہتا اپنے بدن کو چھوڑ سکتا تھا' جب چاہتا اجنبی بدن حاصل کرسکتا تھا اور یہ اجنبی بدن میرے لیے معاون ثابت ہوتا۔ اس اجنبی بدن سے میں اپنی پسند کا ہر کام لے سکتا تھا۔ ایک بہت ہی دلچسپ عمل تھا' جسے سوچ کر بھی اب لطف آتا تھا۔ اب دنیا سے اس قدر واقفیت حاصل ہوگئی تھی کہ میں جانتا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ مرشد کا دیا ہوا تحفہ سینے سے لگا لیا تھا میں نے اور اب اسی راستے پر چل رہا تھا' بہرحال یہ تھی ساری کہانی..... چنانچہ سب سے پہلے میں نے اپنے لیے ایک عمدہ سا ہوٹل کا انتخاب کیا' ہوٹل میں قیام کے لیے وسائل کا کوئی مسئلہ نہیں تھا' یہ چیزیں تو اب میرے لیے بہت آسان ہوگئی تھیں۔ ماضی میں جو کچھ گزرا تھا' اس نے بھی بہت سے تجربات دے دیئے تھے۔ ایک عمدہ سے ہوٹل میں قیام کے بعد میں نے آرام سے یہ سوچا کہ اب مجھے کرنا کیا چاہیے۔ سب سے پہلا خیال دل میں یہ آیا کہ چونکہ اب ایک پراسرار دنیا سے میرا تعلق ہو چکا ہے' چنانچہ سب سے پہلے اپنے لیے کوئی ایسا ٹھکانہ بناؤں جو اس پراسرار دنیا سے مجھے الگ کرکے میری اپنی دنیا سے

مجھے منسلک کردے۔ جب یہ شخصیت دوہری ہوگئی ہے تو پھر اس دوہری شخصیت سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا جائے۔ مشکل حالات کے لیے وہ کالی بھوتنی موجود تھی جسے میں نے مشیرہ کا نام دیا تھا' لیکن وہ اس مشکل میں جب کوئی بڑی مشکل درپیش ہو۔ اب یہ ہونا چاہیے کہ ایک معقول رقم کا حصول اور اس کے بعد ایک نئی زندگی کا آغاز اور مقصد ماں باپ کی تلاش۔ اس وسیع کائنات میں' بہرحال وہ کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں گے۔ یہ کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا چنانچہ میں نے اپنی مشیرہ کو طلب کیا اور جیسے ہی وہ آئی میں نے سب سے پہلے کمرے کا دروازہ بند کرنے کا حکم دیا۔ بڑی بھیانک شکل وصورت کی مالک تھی' میرے سامنے آکر بیٹھی تو میں نے اس سے کہا:

''مشیرہ۔''

''جی آقا۔''

''تم اپنی صورت نہیں بدل سکتیں؟''

''آقا کی پسند کے مطابق۔''

''کیا مطلب؟''

''آقا جو حکم دیں گے میں وہی شکل وصورت استعمال کرلوں گی۔ حالانکہ یہ میری اصلی شکل ہے۔''

''اس کے بعد جب تم میرے پاس آؤ تو ایک خوبصورت لڑکی کے روپ میں آنا۔''

''آقا آپ کا حکم بالکل سر آنکھوں پر لیکن ایک چیز مجھے اپنے اندر ضرور قائم رکھنا ہوگی جو مجھے میری شخصیت یاد دلائے؟''

''کیا؟''

''میرے ہاتھوں پر یہی لمبے لمبے بال ہوں گے' ہتھیلیاں اور ہاتھ ان بالوں سے ڈھکے ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ تم ان ہاتھوں پر دستانے بھی پہن سکتی ہو۔''

''جب دستانے اتاروں گی عظیم آقا تو پھر میری صورت ویسی ہی ہوگی۔''

''ٹھیک ہے' اچھا اب یہ بتاؤ میں ایک گھر خریدنا چاہتا ہوں' اس کے حصول کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"عظیم آقا آپ یوں کریں گے کہ ریس کھیلیں گے' گھوڑوں کے بارے میں کچھ جانتے ہیں آپ۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"بھلا کیا؟"

"یہ کہ گھوڑے' گھوڑے ہوتے ہیں' مکمل گھوڑے ہوتے ہیں۔"

"وہ جوئے کا ذریعہ ہوتے ہیں عظیم آقا۔ اصل میں' میں یہ نہیں کرسکتی کہ آپ کے لیے نوٹوں کے انبار لا کر لگاؤں۔ عظیم آقا یہ ضرور کرسکتی ہوں کہ میں آپ کو ان گھوڑوں کے بارے میں بتا سکوں جو جیتنے والے ہوں گے اور پھر وہاں سے آپ دولت کے انبار لا سکتے ہیں۔ آپ سمجھ لیجئے کہ وارے نیارے ہو جائیں گے آپ کے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں ایک مکان خریدنا چاہتا ہوں' مجھے اس کے لیے دولت چاہیے۔"

"کوئی مشکل ہی نہیں ہے' پرسوں ریس ہوگی' آپ کو ریس میں شریک ہونا ہے۔"

وہ بولی اور میں مطمئن ہوگیا۔ تو اس نے کہا:

"میں جاؤں آقا؟"

"ہاں مشیرہ آرام کرو۔" میں نے کہا۔

جب وہ چلی گئی تو میں آنے والے وقت کے بارے میں سوچنے لگا' واقعی یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہے' دیکھو اس ریس سے مجھے کیا حاصل ہوتا ہے۔ میں نے دل میں سوچا تھا۔ بہرحال اس کے بعد جب میں نے زندگی کا ایک مقصد بنا لیا تو اس مقصد پر کام کرنے کیلئے قدم بڑھانا ضروری تھا۔ ریس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں اور جس قدر رقم میرے پاس تھی' اسے لے کر آخرکار ریس کورس پہنچ گیا۔ یہ ایک الگ ہی دنیا ہوتی ہے۔ دولت کے حصول کے شیدائی چہروں پر پھٹکار لیے گھوڑوں پر زندگی کا انحصار کرتے ہیں۔ کچھ شوقین جن کے اپنے پاس بھی بہت کچھ ہوتا ہے' اپنی حیوانی فطرت کو تسکین دینے کے لیے یہاں آتے ہیں اور اس کے بعد اس طرح بے لگام ہو جاتے ہیں

کہ کچھ سمجھ میں نہ آئے۔ میں اس سارے کارخانے کو دیکھتا رہا' جوا کھلانے والے بڑے بڑے ڈرم رکھے ہوئے تھے' اس میں نوٹ ڈالے جا رہے تھے اور جب ڈرم منہ تک بھر جاتا تو وہ اس میں پاؤں ڈال کر نوٹوں کو نیچے کردیتے تاکہ نئے نوٹ ان میں بھرے جاسکیں۔ میرے دل کو ایک دھچکا سا لگا۔ نوٹوں پر تو ایک متبرک شخصیت کی تصویر ہوتی ہے' اس کے علاوہ اس پر لکھا ہے کہ "حصول رزق حلال عبادت ہے" اس متبرک اور محترم جملے کو پیروں سے روندا جا رہا تھا۔ ایک بڑی جگہ پر برائی ہو رہی تھی۔ میرا بس چلتا تو میں ان تمام لوگوں کو گرفتار کر کے انہیں طویل سزا دلواتا جو ایک محترم شخصیت کی تصویر کو پیروں تے روند رہے تھے اور ایسے متبرک الفاظ کو جو مذہب کا عطیہ ہے۔ ان کی بے حرمتی کر رہے تھے حالانکہ اصولی طور پر اس چیز کے لیے ذہن میں جگہ رکھنی چاہیے کہ جو ہمارے مذہب و ملت کی شناخت ہوتی ہے لیکن یہ کسی اچھی جگہ کا تصور نہیں تھا' ان تمام چیزوں کو دیکھتا ہوا میں آگے بڑھتا رہا' پھر میں نے ٹریگ پر آنے والے گھوڑوں کو دیکھا اور میری مشیرہ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"یہ جو مشکی رنگ کا گھوڑا ہے' اس پر رقم لگادو۔"

مشکی رنگ کا گھوڑا تمام گھوڑوں کے مقابلے میں کچھ ہلکا تھا' جبکہ دوسرے بہت سے طاقتور اور توانا گھوڑے نظر آرہے تھے۔ مختصر یہ کہ میں نے اس پر رقم لگائی۔ جیتا' دوسری ریس' تیسری ریس' پانچ چھ ریسیں جیتا تو میرے پاس بے پناہ رقم آگئی۔ اسے احتیاط سے لیے ہوٹل واپس پہنچا۔ دولت کو سنبھالنا بھی ایک مشکل کام ہے۔ پھر تقریباً چھ ریسیں میں نے کھیلیں اور اس کے بعد ایک بروکر سے بات کر کے ایک چھوٹا سا خوبصورت مکان خرید لیا۔ بے شک یہ مکان میرے اپنے حساب سے چھوٹا سا تھا' لیکن ڈبل سٹوری بنا ہوا تھا۔ زیرزمین بھی ایک بڑا تہہ خانہ بنا ہوا تھا' جس میں بڑے بڑے دو ہال کمرے تھے۔ ٹھنڈے اور پرسکون' میں نے اپنے طور پر طے کیا کہ جب میرے والدین مل جائیں گے تو ہم کون کون سے کمرے لیں گے۔ ایک آرزو اور ایک امید کی شمع میں نے جلائے رکھی تھی اور مجھے یقین تھا کہ یہ شمع میری زندگی کے راستے طے کرنے میں میری مدد کرے گی۔ اصل میں انسان کی زندگی کا کوئی محور ہو تو پھر وہ آسانی سے سفر حیات طے کرسکتا ہے' چنانچہ میں نے سفر کا آغاز کردیا اور اب میں اپنے اس تنہا گھر میں بیٹھ کر بہت سی سوچوں کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ میں اگر چاہتا تو گھر میں ملازم بھی رکھ سکتا تھا' لیکن میں نے ایسا نہیں کیا تھا لیکن بس عارضی طور پر قرب و جوار سے معلومات کر کے میں نے ایسے لوگوں کو منتخب کر لیا تھا جو میرے اس گھر کے کام کر جایا کرتے تھے۔ مثلاً تیسرے دن صفائی کرنے والے دو افراد جو پورے گھر کو تروتازہ کر دیا کرتے تھے' ہفتے میں دو دن مالی آ جاتا تھا جو کیاری درست کر دیتا تھا۔ ایک کار بھی خرید لی تھی میں نے' جس کے لیے میں نے کوئی ڈرائیور نہیں رکھا تھا۔ مرشد سے ملاقات کی ہر کوشش بے اثر ثابت ہوئی تھی اور میں بہرحال اپنے طور پر تجربات کر رہا تھا۔ پہلا تجربہ میں نے یہ کیا کہ ایک رات اپنے جسم کو تہہ خانے میں رکھے ہوئے ایک خوبصورت تابوت میں محفوظ کیا اور بدن چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ یہی میری زندگی کا پہلا لیکن انتہائی دلچسپ اور سنسنی خیز تجربہ تھا۔ انہیں بے عمل زندگی کا کوئی محور بنانا چاہتا تھا میں' یہ سارے انتظامات جن میں ایک خوبصورت تابوت بھی شامل تھا' میں نے کر لیے تھے' ذہن میں فوری طور پر کوئی تاثر نہیں تھا' اپنے خالی وجود کو ساتھ لیے ہوئے شہر کی سڑکوں پر سفر کرتا رہا۔ ایک خاموشی' ایک عجیب سا انداز اپنے وجود کو میں ایک روح یا ہوا کی شکل بھی کہہ سکتا ہوں' بہت سے کام کر سکتا تھا میں۔ اس انداز میں' تقدیر نے بہرحال میرے لیے کچھ راستے منتخب کیے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ تقدیر ہی راستے منتخب کرتی ہے۔ انسان کے اپنے بس کی کوئی بات نہیں ہوتی اور میری زندگی کے لیے ایک انوکھا تجربہ تیار تھا۔

☆.....☆.....☆

وہ حادثہ میرے سامنے ہی ہوا تھا' ایک کار تھی جو ایک نوجوان کو ٹکر مارتی ہوئی چلی گئی تھی۔ نوجوان اچھل کر نیچے گرا تھا۔ اس کے منہ سے ''ہائے'' کی آواز نکلی تھی اور بس اس کے بعد ساری کہانی ختم ہو گئی تھی۔ میں دوڑتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ کچھ اور لوگ بھی آس پاس سے آ گئے تھے اور چیخ رہے تھے۔

''کار کا نمبر نوٹ کیا؟''

''نہیں رات کا وقت تھا۔''

''نکل گیا کم بخت۔''

''اسے تو دیکھو۔''

''بظاہر تو کوئی چوٹ نظر نہیں آ رہی۔''

''غالباً صدمے سے بے ہوش ہو گیا ہے۔''

''ہسپتال لے چلو۔''

''وہ سامنے ہی تو ہسپتال ہے۔''

ہسپتال کا بورڈ میں نے سامنے ہی دیکھا تھا' نیم سرکاری ہسپتال تھا' بہرحال انسانی ہمدردی سے سرشار لوگ اس نوجوان کو ہسپتال کی جانب لے چلے۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ نوجوان اچھی خاصی شکل وصورت کا مالک تھا اور بے ہوش نظر آ رہا تھا' لیکن اس کے بعد کچھ اور ہی واقعہ ہوا۔ کچھ ڈاکٹروں نے اسے دیکھا اور تشویش کا شکار ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا:

''یہ مر چکا ہے.....''

میرے دل کو شدید جھٹکا سا لگا تھا جو کچھ میرے سامنے ہی ہوا تھا اور نہ جانے کیوں اس نوجوان سے کوئی رابطہ نہ ہونے کے باوجود میرے دل میں اس کے لیے ایک عجیب سی ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ نوجوان کے لباس کی تلاشی لی گئی تو ایک تعریفی خط ملا جس میں کسی نے اس کی نوکری کے لیے اپنے کسی دوست کو رقعہ دیا تھا' جس شخص نے یہ رقعہ دیا تھا' اس نے خوش قسمتی سے اپنا فون نمبر بھی لکھ دیا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسی فون نمبر پر کوشش کی' کیونکہ اس کے علاوہ نوجوان کے پاس سے اور کوئی نشانی نہیں ملی تھی۔ یہ نمبر کسی شیخ فراز احمد کا تھا' جس ڈاکٹر نے شیخ فراز احمد سے رابطہ قائم کیا تھا' اس نے کہا:

''فراز صاحب سے بات کرنی ہے۔''

''ہاں میں بول رہا ہوں۔''

''فراز صاحب میں ہسپتال سے ڈاکٹر فاروق بول رہا ہوں۔ آپ نے اس مہینے کی 27 تاریخ کو کسی نوجوان لڑکے کو اپنے دوست ایاز احمد کے لیے ایک سفارشی خط دیا تھا' جو ملازمت کے لیے تھا۔''

''ہاں مجھے یاد آیا' شاہد تھا اس نوجوان کا نام۔ میں براہ راست تو اسے نہیں جانتا تھا لیکن خود میرے ایک دوست نے مجھ سے اس کے لیے کہا تھا اور میں نے وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سفارشی خط دے دیا تھا' لیکن افسوس جن لوگوں کے نام وہ خط دیا تھا میں نے' انہوں نے اپنا کاروبار بند کردیا مگر یہ آپ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

''اس نوجوان کے گھر کا پتہ معلوم ہے آپ کو؟ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں ہسپتال سے ڈاکٹر بول رہا ہوں۔''

''میں بتاتا ہوں۔''

دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر فاروق نے پتہ نوٹ کرلیا۔ یہ پتہ میں نے بھی اپنے ذہن میں رکھا تھا۔

ڈاکٹر فاروق نے کہا: ''اب ٹیلی فون نمبر کے بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا' ویسے بھی نوجوان جس طرح کا نظر آرہا ہے' اس کے بعد یہ بات سوچنا کہ اس کے گھر میں ٹیلی فون ہوگا' ذرا عقل سے دور نظر آتی ہے۔ کسی وارڈ بوائے کو بھیجا جائے جس وارڈ بوائے کو اس کام کے لیے تیار کیا گیا تھا' میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ وہ بس میں بیٹھ کر جارہا تھا جس محلے میں وہ پہنچا وہ ایک سادہ سی آبادی تھی اور چھوٹے چھوٹے مکانات چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ مکان نمبر چھیانوے پر شاہد علی لکھا ہوا تھا اور یہی اس نوجوان کا نام تھا۔ وارڈ بوائے نے دروازے پر دستک دی تو دروازہ سادہ سے نقوش کی مالک ایک نوجوان لڑکی نے کھولا۔ وارڈ بوائے کو دیکھ کر وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی تو وارڈ بوائے نے کہا:

''شاہد علی اسی گھر میں رہتے ہیں؟''

''ہاں۔''

''آپ کو ہسپتال چلنا ہوگا' انہیں چوٹ لگ گئی ہے' میں ہسپتال سے آرہا ہوں' وہیں کام کرتا ہوں۔''

لڑکی بے اختیار ہوگئی۔ اس نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا:

''زیادہ چوٹ لگی ہے بھائی۔''

''بی بی یہ تو آپ کو ہسپتال چل کر ہی معلوم ہوگا۔''

''کون ہے سمیرا؟'' اندر سے ایک عمر رسیدہ خاتون کی آواز سنائی دی۔

''امی ہسپتال سے کوئی آیا ہے' کہہ رہا ہے بھائی کو چوٹ لگ گئی ہے۔''

دوسرے لمحے وہ عمر رسیدہ عورت بھی دروازے پر آ گئی تھی۔ پھر وارڈ بوائے سے کئی سوالات کیے گئے۔ پڑوس کے ایک بزرگ کو بلایا گیا اور سمیرا ان بزرگ کے ساتھ ہسپتال چل پڑی۔ میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ ذرا اس گھر کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔ یہ بات تو میں جانتا تھا کہ سمیرا آسانی ہسپتال پہنچ جائے گی لیکن یہاں عمر رسیدہ خاتون تنہا تھیں۔ پڑوس سے جن خاتون کو بلایا گیا تھا' ان کے گھرانے کی تین عورتیں شاہد علی کے گھر میں آ گئیں اور پھر وہیں باتیں شروع ہوگئیں جن کی توقع کی جاسکتی تھی۔ لیکن اس سے مجھے شاہد علی کے گھرانے کے بارے میں معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ غربت زدہ گھرانہ تھا' شاہد علی اڑھائی سال سے بیروزگار تھا' نوکری نہیں مل رہی تھی اور ماں اور بہن کی کفالت کے لیے اب اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ غربت اور افلاس زندگی کے ساتھی بنے ہوئے تھے۔ غم کی ایک کہانی تھی جو ان لوگوں سے وابستہ تھی۔ ماں دونوں ہاتھوں سے سینہ پکڑے ہوئے صرف ایک ہی دعا کر رہی تھی۔

''الٰہی مجھے میرے بچے کی زندگی دے دے' اسے تندرست کردے۔ بہت عرصے کے بعد میں نے ایک ماں کو بلکتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں تو خود بھی ماں باپ سے بچھڑا ہوا تھا۔ ایک ماں کی یہ آہ و زاری میری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی لے آئی اور میری آنکھوں سے نامحسوس آنسو ٹپکنے لگے۔ تب مجھے یہ احساس ہوا کہ روح کا بھی ایک جسم ہوتا ہے' ایک علیحدہ جسم جو احساس سے عاری نہیں ہوتا۔ اس میں غم ہوتا ہے' زندگی ہوتی ہے' ہر طرح کا احساس ہوتا ہے۔ میں جانتا تھا کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد اس بوڑھی عورت پر غم کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں اور یہ ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی بزرگ جو سمیرا کے ساتھ گئے ہوئے تھے' واپس آئے اور بہرحال انہوں نے یہ اطلاع دے دی کہ حادثہ میں شاہد علی زندہ نہیں رہ سکا۔ ماں پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ عورتیں بین کرنے لگی تھیں۔ بہرحال یہ سب کچھ ایسا تھا کہ میں اسے چھوڑ کر وہاں سے واپس نہیں آسکا۔ میرا دل بھی بری طرح دکھ رہا تھا۔ انسان کسی بھی عالم میں ہو بہرحال انسانی دکھوں سے متاثر ہوتا ہے۔ محلے کے افراد ہسپتال چلے گئے۔ سمیرا کو وہاں سے واپس لے آیا گیا۔ لاش ابھی تک نہیں ملی تھی اور ضروری کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ پھر اس وقت دن کے تقریباً پونے تین بجے تھے' جب لاش ہسپتال سے لائی گئی' پڑوسی شدید غم کا شکار تھے۔ میں نے اس وقت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک ماں کو دیکھا جو حسرت' جو کیفیت مجھے اس چہرے پر نظر آئی اس نے مجھے دیوانہ کر دیا تھا۔ ماضی کی نہ جانے کون کون سی یادیں ایک دم ذہن میں زندہ ہو گئیں اور میرے دماغ میں تاریکیاں پھیل گئیں۔ سمیرا کی چیخیں آسمان کو چھو رہی تھیں اور میں سکتے کے عالم میں اس لاش کو دیکھ رہا تھا۔ دفعتہً میرے ذہن میں ایک عجیب سی کلبلاہٹ کا احساس ابھرا' یہ احساس ایک خیال کی شکل اختیار کر گیا۔ ایک کام میں کر سکتا ہوں۔ یہ ایک کام میں بخوبی کر سکتا ہوں۔ واقعی اس وقت یہ ایک کام میں آسانی سے کر سکتا ہوں اور مجھے یہ کام کرنا چاہیے۔ جب قدرت نے مجھے ایک انوکھی اور پراسرار قوت سے نوازا ہے' تو مجھے اپنے فرض کی ادائیگی بھی کرنی چاہیے۔ آہ یہ تو ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ یہ تو ایک ایسا عمل ہے جسے کر کے میں بہت سوں کو سکون بخش سکتا ہوں اور خود سکون حاصل کر سکتا ہوں۔ بس ایک لمحے کے اندر اندر میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے یہی عمل کرنا چاہیے۔ لوگ' شاہد کی لاش کے گرد جمع تھے۔ ایک طرف ایک کرسی پر عمر رسیدہ خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ سمیرا درد بھرے انداز میں کہہ رہی تھی:

''بھائی وعدہ خلافی کر ڈالی نا' کہتے تھے سمیرا میں جھوٹ نہیں بولتا' بولا نا جھوٹ' دیکھو ہمیں بے آسرا چھوڑ کر چلے گئے' یہ اچھا تو نہیں کیا۔''

بس اس سے زیادہ میں نہیں سن سکا تھا۔ میں نے اپنا عمل شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ میرا وجود شاہد کے جسم میں داخل ہونے لگا۔ کچھ ہی لمحوں کے اندر میرے ہوائی وجود کو ایک جسم مل گیا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں ایک بند کمرے میں آ گیا ہوں۔ یہ کمرہ چاروں طرف سے بند تھا اور اب اس کے بعد مجھے وہ کرنا تھا جس سے کسی کو کوئی غلط احساس نہ ہو سکے' چنانچہ میں نے ایک کراہ کے ساتھ کروٹ بدلی اور بے شمار خواتین جو رو پیٹ رہی تھیں' اچانک ہی وہاں سے دوڑ پڑیں۔ ایک عجیب سی بھگدڑ مچ گئی تھی۔ طرح طرح کی باتیں کی جا رہی تھیں:

''دیکھو وہ ہل رہا ہے' ارے قسم لے لو اس نے منہ سے آواز نکالی ہے۔''

''تو مری کیوں جا رہی ہو' ذرا بتاؤ حاجی صاحب کو۔''

جتنے منہ اتنی باتیں' لیکن سچی محبتوں کا انداز ذرا مختلف ہوتا ہے۔ سمیرا آگے بڑھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔

''بھائی تم زندہ ہو' بھیا اللہ نے ہم پر کرم کر دیا' بھیا سن لی کیا ہماری۔''

ماں کی دلدوز چیخ بھی سنائی دی تھی اور وہ مجھ پر جھپٹ پڑی تھیں۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا:

''کیا سمجھ لیا تھا آپ لوگوں نے' اور یہ سب لوگ یہاں کیوں جمع ہیں' باپ رے باپ' مجھے اپنی بے ہوشی تو یاد ہے لیکن اس کے بعد یہ کیا ہوا ہے یہ کچھ نہیں پتہ مجھے۔ بس اتنا کافی ہے خوشیوں کا طوفان آ گیا۔ حالانکہ میرا دل رو رہا تھا' یہ لوگ حقیقت کھو بیٹھے تھے اور اب ایک جھوٹ انہیں بہلا رہا تھا۔ لیکن بہرحال یہ جھوٹ ہی سہی' عارضی طور پر ان لوگوں کے غم کا مداوا بن سکتا تھا۔ مجھے یہ انعام جو حاصل ہوا تھا' میں اس انعام کا خراج ادا کر رہا تھا۔ طرح طرح کے سوالات مجھ سے کیے جانے لگے۔ میں نے اعتراف کیا کہ مجھے ایک کار سے ٹکر لگی تھی۔ یہ بھی کہا' میں نے کہ اس ٹکر کے بعد میں ذہنی طور پر معطل ہو گیا تھا اور میں نے غشی کے عالم میں وقت گزارا تھا۔ اس دوران میرے ساتھ کیا ہوتا رہا' مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ بہرحال جو ہوا تھا اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ جو ہو رہا تھا وہ ان لوگوں کے لیے زندگی کا باعث تھا اور اس پر وہ بے حد خوش تھے۔ میں بہت دیر تک ان سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے بتایا کہ میں ٹھیک ہوں' بہرحال ایک غریب کا معاملہ تھا اور غربت زدہ لوگ ہی ہمارے آس پاس تھے۔ نہ کوئی خاص مشورہ دے سکا نہ کسی نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا۔ بس خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ ماں کو اچانک زندگی مل گئی تھی اور میں ان کی کیفیت جو سمجھتا تھا' وہ بے شک ایک اجنبی ماں کی تھی۔ لیکن آپ شاید اس بات پر یقین نہیں کریں گے کہ ہر ماں کا لمس ایک ہی جیسا ہوتا ہے اور ہر ماں اپنا ایک ہی مقام رکھتی ہے۔ غرضیکہ اس طرح سے وقت گزرتا رہا۔ پڑوسی بہت دیر تک خوشیوں کے ساتھ رہے اور اس کے بعد چلے گئے۔ ماں اور بہن مجھے لپٹائے ہوئے بیٹھی تھیں اور اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھیں۔ بہت اچھا ہوا تھا اور ہم بہرحال خوشیوں کا جھولا جھول رہے تھے۔ رات کا کھانا کھایا گیا۔ پھر ماں آرام کرنے لیٹ گئی۔ سمیرا دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی تھی۔ میرے بارے میں بہت سی باتیں اس نے کہی تھیں' بار بار مجھے چومنے لگتی تھی اور میرے دل میں اس کے لیے ایک بہن کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ پھر سمیرا کو بھی میں نے سونے کے لیے کہا اور وہ آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں چلی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گئی۔ کہنے لگی کہ دل نہیں چاہتا کہ مجھے چھوڑ کر جائے' نہ جانے کیوں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ اٹھ کر چلی گئی تو یہ خواب ٹوٹ جائے گا' جو بھیانک بات اس نے سنی ہے وہ عمل پذیر ہو جائے گی۔ لیکن میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ وہ بے فکر رہے' میں ٹھیک ہوں اور یقینی طور پر اس حادثے کے بعد ہماری دنیا میں ایک نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔ بہرحال اس کے بعد میں شاہد کے کمرے میں آ گیا۔ دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ سونے کے لیے لیٹ گیا اور یوں جب مجھے یہ احساس ہو گیا کہ باقی تمام لوگ سو چکے ہوں گے تو میں کمرہ بند کرکے شاہد کے کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ بعض لوگوں کی عادتیں بعض معاملات میں عجیب محسوس کی جاتی ہیں' لیکن کبھی کبھی وہ اس قدر کارآمد ہوتی ہیں کہ انسان یقین نہ کر پائے اور یہی ہوا تھا۔ شاہد کے بارے میں ساری تفصیلات معلوم کرنا تو شاید مہینوں میں ممکن نہ ہوتا لیکن شاہد کی ڈائری مل گئی تھی۔ سرخ رنگ کی ایک بوسیدہ کتاب میں اس نے اپنی زندگی کی کہانی لکھ ڈالی تھی۔ ویسے تو اس کہانی میں بڑی طوالت تھی لیکن کچھ کام کی باتیں مجھے معلوم ہوئی تھیں۔ میں نے ان کام کی باتوں کو معلوم کرنا شروع کردیا۔ نمبر ایک شاہد کی زندگی میں کوئی لڑکی نہیں تھی۔ بنیادی وجہ اس کی مصروفیت اور مالی ناآسودگی تھی۔ بہن کا رشتہ ایک جگہ کردیا تھا۔ آفتاب بقول اس کے ایک بہت اچھا انسان تھا اور اس کی دلی آرزو تھی کہ آفتاب اس کی بہن کی زندگی کا ساتھی بن جائے۔ ایک اور مشکل ڈائری میں درج تھی' وہ یہ تھی کہ آفتاب بہت اچھی حیثیت کا مالک تھا' اس کی بہن سمیرا اور وہ کالج میں ساتھ پڑھ چکے تھے۔ بظاہر تو سب کچھ ٹھیک تھا' لیکن آفتاب کا باپ ایک لالچی آدمی تھا اور اس کے اور آفتاب کے درمیان خاصی چپقلش چل رہی تھی۔ آفتاب نے اس سے کہا تھا کہ سمیرا کے نام بہت کچھ ہے۔ ایک اچھا بینک بیلنس اور سمیرا کو بہت کچھ ملے گا۔ اس کے لیے اس نے شاہد سے کہا تھا کہ شاہد میرے بھائی جہاں جہاں سے مجھے بن پڑے گا میں یہ انتظام کرنے میں تمہاری مدد کروں گا۔ تم اپنے آپ کو اس سلسلے میں تنہا نہ سمجھنا۔ سمیرا کو میں وہ سب کچھ مہیا کروں گا جو میرے والد صاحب چاہتے ہیں' لیکن شاہد اس احساس سے انتہائی دلبرداشتہ تھا کہ اس کا بہنوئی اس پر یہ احسان کرے گا اور وہ خود اپنی بہن کے لیے کچھ نہیں کرسکے گا۔ اس کے علاوہ شاہد کے کچھ اہم دوست تھے جن میں جمال یزدانی کا نام ایک پراسرار حیثیت کا حامل تھا۔ یہ شخص جمال یزدانی نہ جانے کیا قصہ رکھتا تھا' کیونکہ

اس کے بارے میں آفتاب نے عجیب وغریب انداز میں لکھا تھا۔ پوری ڈائری پڑھنے کے بعد کم از کم مجھے یہ اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ آفتاب جن مسائل میں گھرا ہوا ہے ان میں اس کی بھرپور مدد کرسکتا ہوں۔ اب اس کے بعد یہ دیکھنا تھا کہ صورت حال آگے کیا ہوتی ہے۔ بہرحال نہ جانے کیوں میرے اندر ایک خوشی کا احساس بھی تھا۔ شاہد کو اگر بچا سکتا تو شاید یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہوتی لیکن وہ بے چارا اس دنیا میں نہیں تھا اور میں اس کا کردار انجام دے رہا تھا۔ میری آرزو تھی کہ میں اس کے والدین کو سکھ دے سکوں۔ دوسرے دن سے زندگی پھر معمول پر آ گئی۔ میرے پاس بہت کچھ تھا اور فی الحال ، بہت کچھ سے ہی میں کام لے سکتا تھا۔ بھلا مجھے کسی شے کی کیا ضرورت تھی۔ میں آرام سے سب کچھ کرسکتا تھا۔ چنانچہ صبح کے ناشتے کے بعد میں نے ماں سے کہا' ویسے تو خیر جو کچھ بھی ہوا می وہ اللہ کا حکم تھا' لیکن کبھی کبھی کوئی حادثہ زندگی کے بہت سے سکھ دے دیتا ہے۔ میں آپ کے لیے ایک خوشخبری لے کر آرہا تھا کہ راستے میں یہ واقعہ پیش آ گیا۔ وہ خوشخبری آپ کی امانت ہے امی' میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں' وہ خوشخبری کیا ہے امی؟ میری ملاقات کچھ ایسے لوگوں سے ہوئی ہے جن کا دنیا کے مختلف ملکوں میں کاروبار پھیلا ہوا ہے اور وہ یہ کاروبار کرتے ہیں۔ امی اصل میں وہ لوگ مجھے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے مجھے بڑی پیشکش کی ہے۔

''کیا؟''

ان کا کہنا ہے کہ دو تین مہینے یہاں رک سکتا ہوں' وہ مجھے اتنا ایڈوانس دے سکتے ہیں کہ آپ لوگوں کے مسائل آسانی سے حل کرسکوں لیکن اس کے بعد مجھے کئی سال کیلئے ملک سے باہر جانا ہوگا۔ امی اتنا سنہری موقع زندگی میں بہت کم ملتا ہے۔ میں پوری طرح یہ اندازہ لگا چکا ہوں کہ وہ لوگ انتہائی نیک فطرت ہیں۔ صاف ستھرا کاروبار کرتے ہیں' کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں ہے' آپ سمجھ لیجئے کہ اگر میں ان کی پیشکش قبول کرلوں تو امی ہم سب کی زندگی بن جائے گی۔ بزرگ عورت کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے' کچھ لمحے سوچتی رہی۔ پھر انہوں نے کہا:

''بیٹے ماں باپ کی آرزو آخری وقت تک یہی ہوتی ہے کہ بچوں کو اچھی زندگی مل جائے' بے شک ان کے دلوں میں کچھ اور بھی احساسات ہوتے ہیں' لیکن پھر یہ بھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوتا ہے کہ بچے بحالت مجبوری دور ہو جاتے ہیں' کتنے سال کے لیے تم ملک سے باہر جاؤ گے۔"

"یہ عرصہ طویل بھی ہوسکتا ہے۔"

"اور یہاں میرا مطلب ہے سمیرا کا کیا ہوگا؟"

"امی اتنی رقم ایڈوانس مل رہی ہے کہ سمیرا کی شادی بڑے دھوم دھام سے کرسکتے ہیں اور ہمیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ ہم آفتاب سے مل کر چند روز کے اندر اندر یہ سارے معاملات طے کرسکتے ہیں۔ امی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ انہوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا:

"کیا تم یقین کرو گے شاہد کہ پرسوں رات کو آفتاب کی والدہ آئی تھیں' بڑی عجیب سی باتیں کرکے گئی ہیں۔"

میں نے چونک کر عمر رسیدہ خاتون کو دیکھا اور کہا:

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"پریشانیوں کے علاوہ اور کیا حاصل ہوتا۔"

"پھر بھی آپ کو بتانا تو چاہیے تھا کیا کہہ گئی تھیں وہ۔"

"کہ آفتاب کی خوشیوں کے لیے انہوں نے ایک طویل عمر گزاری ہے اور ایک ماں کے لیے بیٹے کی خوشیاں دیکھنا کتنا بڑا کام ہوتا ہے۔ میں اسے نہیں جانتی۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر مجھ سے کہا کہ میں جو کچھ بھی کرسکتی ہوں کردوں۔ کم از کم ان کی آرزو تو پوری ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے تو پھر یہ کرتے ہیں کہ آج ہی رات آفتاب بھائی کے گھر چلتے ہیں اور ان سے بات کرلیں گے۔"

"میں نے آفتاب کو اس حادثے کے بارے میں نہیں بتایا' پتہ نہیں وہ لوگ کیا سوچتے....."

"چھوڑیے ان باتوں کو بس ہم لوگ چل رہے ہیں۔"

"مگر بیٹے' پہلے ان لوگوں سے معاملہ طے کرلو' پتہ چل جائے کہ وہ ہماری اس طرح مدد کرنے پر آمادہ بھی ہیں یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو....."

"اس کے لیے آپ بے فکر رہیں امی۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

بہرحال اس رات کو میں اور امی آفتاب کے گھر پہنچ گئے۔ پتہ میرے علم میں آچکا تھا اور بہرحال شاہد کے وجود میں جو کچھ تھا وہ بھی ذہن میں تھا۔

زندگی کی ایک انوکھی کہانی شروع ہوگئی تھی اور میں اس کہانی کا ایک کردار بن گیا تھا۔ ایک ایسا کردار جو دلچسپ بھی تھا اور پرکشش بھی۔ آفتاب کے اہل خاندان سے ملاقات ہوئی تو اندازہ ہوا کہ واقعی روایتی قسم کے لوگ ہیں' البتہ آفتاب بذات خود بہت ہی نفیس شخصیت کا مالک تھا۔ نرم نقوش کا مالک' ایک دلچسپ نوجوان' جس نے بہت محبت بھرے انداز میں مجھے خوش آمدید کہا' لیکن وہ مغرور خاتون اور آفتاب کے والد' دونوں بڑی سرد مہری سے ہم سے ملے تھے۔ آفتاب کے والد نے کہا:

"آپ کے گھر تو فون بھی نہیں ہے جس سے آپ کی آمد کی اطلاع مل جاتی۔"

ان الفاظ پر آفتاب نے شرمندہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ پھر سرگوشی کے انداز میں کہا تھا۔ شاہد بھائی میرے اور آپ کے درمیان یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جتنی زیادتی یہ لوگ آپ کے ساتھ کر رہے ہیں' میں ان سے ایک ایک کا حساب لے کر آپ کو دوں گا۔ آنے والا وقت آپ کو احساس دلائے گا شاہد بھائی کہ میں نے جو کچھ کہا تھا غلط نہیں کہا تھا۔ بعض والدین اپنی اولاد سے ان کی پرورش کی اتنی بڑی قیمت وصول کرتے ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکے۔ یہ قیمت ادا تو کردی جاتی ہے شاہد بھائی' لیکن اس کے بعد ان کا کوئی قرض باقی نہیں رہتا۔ بہرحال آپ میرے ہمیشہ ساتھی رہے ہیں۔ اس وقت تک اور میرا ساتھ دیجئے۔ جب تک میری زندگی کی تکمیل نہ ہو جائے۔ اس کے بعد پھر آپ کو اس قرض کی واپسی کردوں گا۔ آفتاب کی باتوں کا مفہوم میں سمجھ رہا تھا۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"نہیں آفتاب' بے فکر رہو۔ سب ٹھیک ہے۔ مجھ سے کل دن میں ملاقات کرلو۔ کچھ کام ہے تم سے ذرا۔ ان کے بارے میں اہم مشورے کرنے ہیں۔"

بہرحال شاہد کی والدہ ان لوگوں کے رویے سے خاصی دلبرداشتہ تھیں اور انہوں نے روتے ہوئے کہا تھا کہ پتہ نہیں شادی ہونے کے بعد ان کی بچی کے ساتھ ان لوگوں کا سلوک کیسا رہے گا۔ میں نے انہیں اطمینان دلاتے ہوئے کہا تھا کہ امی آپ کو اللہ کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ذات پر بھروسہ نہیں' مجھ پر بھروسہ نہیں کرسکتیں آپ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ لوگ جو کچھ بھی چاہتے ہیں وہ انہیں مل جائے گا۔ اصل رونا تو اسی بات کا ہے ہم انہیں وہ سب کچھ کیسے دے سکیں گے۔ میں نے آپ سے کہا نا جو بات میں نے کہی ہے آپ سے شاید آپ کو اس پر یقین نہیں ہے۔ نہیں اللہ کی ذات پر مجھے پورا پورا یقین ہے۔ بہرحال قصہ مختصر یہ سارے معاملات طے ہوتے رہے' میں اپنا فرض پورا کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ تمام مسائل میں مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا' وہ لوگ تعاون نہیں کر رہے تھے' غالباً ان کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ ہم انہیں کچھ نہیں دے سکیں گے' لیکن اپنے بیٹے سے بھی مجبور تھے وہ۔ چنانچہ شادی ہوئی اور جب میں نے ان کی خواہشوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر مال و دولت انہیں دیا تو ان کی آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ بے پناہ خوش ہو گئے اور انسان کی غیرت سامنے آ گئی۔ وہ ہمارے قدموں میں بچھ گئے۔ میں نے نفرت سے اس غلیظ شے کے بارے میں سوچا جس کا نام دولت ہے' دولت انسان کو کس قدر گرا دیتی ہے۔ یہ مناظر سینکڑوں بار دیکھنے میں آئے ہیں' اس وقت بھی میں یہی منظر دیکھ رہا تھا' بہرحال سمیرا اپنے گھر چلی گئی اور اس کے جانے کے بعد ایک اور مشکل سامنے آ گئی۔ ظاہر ہے میں شاہد کی حیثیت سے زندگی تو یہاں نہیں گزار سکتا تھا' بس جتنا بھی وقت گزر جائے لیکن اب شاہد کی والدہ سمیرا کے جانے کے بعد تنہا رہ گئی تھیں اب ان کی ایک ہی آرزو تھی' وہ یہ کہ میری شادی کرکے اپنی تنہائی دور کرلیں حالانکہ میں ان سے کہہ چکا تھا کہ تھوڑے عرصے کے بعد میں اپنی ملازمت پر چلا جاؤں گا۔ یہ کہنے کی وجہ صاف ظاہر تھی' میں ان سے جدا ہوتا لیکن سمیرا کے شوہر نے یہ مسئلہ بھی حل کردیا۔ ایک دن مجھ سے آ کر ملا۔ سمیرا بھی ساتھ تھی' میرے ساتھ سمیرا کی والدہ بھی تھیں۔ کہنے لگا:

''میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا نا شاہد بھائی کہ بعد میں آپ کا قرض پورا کردوں گا آپ نے سوچا ہو گا کہ یہ شخص اپنا مطلب پورا کرنے کے بعد سب کچھ بھول گیا۔''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے مگر کہنا کیا چاہتے ہو تم؟''

''بات اصل میں یہ ہے کہ میرے والدین بگڑے ہوئے والدین ہیں' اس میں کوئی شک نہیں شاہد بھائی کہ آپ نے نہ جانے کہاں کہاں سے کوششیں کرکے ان کی

خواہشوں کے مطابق ہی سب کچھ دیا ہے۔ اس کے بعد انہیں کم از کم سمیرا کے ساتھ اچھا رویہ رکھنا چاہیے تھا لیکن وہ اپنی مستیوں میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں۔ نہیں سمجھ پا رہے ہیں انسان کی عزت کیا ہوتی ہے۔ آخرکار میں نے فیصلہ کیا ہے کہ کرائے کا ایک مکان لے کر اس میں چلا جاؤں' یہاں میں امی کے ساتھ بھی رہ سکتا ہوں لیکن خود میری غیرت گوارا نہیں کرتی۔ یہ آپ کا گھر ہے۔''

''نہیں' ایسی بات نہیں ہے اگر تم نے فیصلہ کیا ہے تو میری ایک بہت بڑی مشکل حل ہو جائے گی۔ مجھے اپنی ملازمت کے سلسلے میں ملک سے باہر جانا ہے اور میرا یہ معاہدہ ایک طویل معاہدہ ہے' پتہ نہیں میری واپسی کب ہو۔ اگر امی کے ساتھ تم اور سمیرا رہو گے تو میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی۔''

وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا:

''ٹھیک ہے' لیکن ایک بات بتاؤ؟''

''کیا؟''

''تمہارے والدین یہاں رہنے پر اعتراض نہیں کریں گے؟''

''اب میری زندگی کا آغاز ہو چکا ہے' بھلا کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ مجھے زنجیروں میں قید کرکے رکھے۔ میں اپنی بیوی کے ساتھ جہاں چاہوں رہوں گا اور پھر ایک بات بتاؤ آپ کو جیسا کہ میں نے آپ سے کہا کہ وہ لوگ اپنی دولت میں مست ہیں۔ انہیں اس بات پر اعتراض نہیں ہوگا۔ پھر یوں ہوا کہ سمیرا اپنے شوہر کے ساتھ یہاں آ گئی اور میں مطمئن ہوگیا۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ چند ہفتے یہاں گزارنے کے بعد آخرکار میں یہاں سے واپس چلا جاؤں گا۔ یہ لوگ اس انداز میں مطمئن ہو جائیں گے کہ میں ملک سے باہر گیا ہوا ہوں۔ بہرحال بزرگ خاتون کی زندگی تک ہی یہ ساری مشکل ہے اور انسان کو بہرحال ایک دن واپس جانا ہوتا ہے' چنانچہ کھیل ختم ہو جائے گا۔

☆.....☆.....☆

سب لوگ ہنسی خوشی رہ رہے تھے کہ ایک تبدیلی رونما ہوئی جسے میں ایک دلچسپ تبدیلی کہہ سکتا ہوں۔ مجھے ایک خط ملا۔ ظاہر ہے یہ خط شاہد کے نام تھا اور شاہد ہی کی حیثیت سے مجھے بھیجا گیا تھا۔ خط کا مضمون یوں تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈیئر شاہد!

کہو کیسے مزاج ہیں۔ زندگی کی گاڑی کتنا سفر طے کر چکی ہے۔ کہاں تک پہنچے ہو۔ جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ پچھلے دنوں برازیل گیا ہوا تھا' بس ایک تکا لگ گیا تھا' یہ تو تم جانتے ہو کہ میں ایک مفلس آدمی ہوں۔ کوئی کرم فرما مل جاتا ہے تو زندگی کے کچھ دن اچھے گزر جاتے ہیں' ورنہ بس مست مولا اور یقین کرو اس میں لطف آتا ہے۔ اچھا خیر چھوڑو۔ میرے ایک بہت ہی اچھے دوست ہیں جو یہاں اس شہر میں اچھی خاصی جائیداد کے مالک ہیں' زمیندار خاندانوں سے تعلق ہے' سجاد فضلی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ لیکن بڑے ہی اعلیٰ ذوق کے مالک ہیں' انہیں نوادرات سے بہت دلچسپی ہے۔ یہ نوادرات مختلف شکل میں ہیں۔ قیمتی زیورات' پرانے مجسمے' قدیم عمارتیں۔ یہاں ریاض پور میں ایک بہت ہی پرانا مکان ہے جس کی شکل و صورت ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہے لیکن اس کی تاریخ کا پس منظر تاریک ہے' نہیں معلوم یہ عمارت کس نے بنوائی تھی' اندازہ یہ ہے کہ یہ تقریباً سات آٹھ سو سال پرانی ہے۔ اگرچہ اس کا بڑا حصہ کھنڈروں اور ویرانوں میں بدل چکا ہے لیکن اس کے باوجود یہ اب بھی رہائش کے قابل ہے۔ سجاد فضلی کو چونکہ اس طرح کی چیزوں کا شوق ہے چنانچہ پچھلے دنوں اس نے حکومت سے یہ عمارت خرید لی ہے۔ متعلقہ محکمے کو ایسے پاگلوں کی اکثر ضرورت رہتی ہے۔ حالانکہ یہ خوفناک عمارت مفت میں بھی نہیں لی جاسکتی تھی' کیونکہ دیکھنے ہی سے آسیب زدہ معلوم ہوتی ہے' لیکن کیا کہا جائے فضلی صاحب کو اور اب انہوں نے ہمیں میرا مطلب ہے مجھے اس عمارت میں قیام کی دعوت دی ہے۔ تمہیں یاد ہے نا شاہد کہ تم نے کئی بار اس طرح کے معاملات میں میرا ساتھ دیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ معاشی مسائل میں گھرے ہونے کے باوجود تمہیں ایسی چیزوں سے دلچسپی ہے' چنانچہ فوراً آجاؤ۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ مجھے بتاؤ کون سے دن پہنچ رہے ہو۔ اور ہاں ریاض پور میں میرا پتہ تبدیل ہو گیا ہے۔ نیا پتا لکھ رہا ہوں' جس قدر جلد آسکو آجاؤ۔ میں نے سجاد فضلی صاحب سے بھی تمہارا تذکرہ کر دیا ہے۔ امی کو سلام کہہ دینا۔ سمیرا کیسی ہے' اسے بھی دعا دینا۔

تمہارا دوست جمال یزدانی

خط پڑھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔ حالانکہ کیا عجیب اور انوکھی بات تھی۔ شاہد ایک

بالکل ہی مختلف قسم کا کردار جس کے بارے میں کوئی بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ ایسے معاملات سے دلچسپی رکھتا ہے' لیکن اس خط کے بارے میں میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔

سمیرا نے پوچھا: ''کس کا خط تھا شاہد بھائی۔''

''ابھی اس بارے میں نہ پوچھو۔''

''کیوں؟''

''بس ایسی ہی بات ہے۔''

''مجھ سے بھی چھپانے والی۔''

''یہی سمجھو۔''

''سمجھ گئی۔'' سمیرا مسکرا کر بولی۔

''کیا؟''

''کوئی خاتون ہیں' خاتون' سو فیصدی.....''

''اوہ تمہارا مطلب ہے کہ.....''

''جی ہاں' اور میں نے غلط نہیں کہا۔''

''کمال ہے تم تو بہت ذہین ہو گئی ہو۔''

''آپ کی بہن ہوں نا۔''

''تو پیاری بہن اپنی کھوپڑی درست کرلو۔''

''کیا مطلب؟''

''ایسی کسی خاتون کا ابھی اس دنیا میں کوئی وجود نہیں۔''

سمیرا خاموش ہو گئی۔ میری سوچ میں بہت سی باتیں آرہی تھیں۔ شاہد کی شخصیت بالکل مختلف تھی۔ لیکن بہرحال یہ حقیقت میرے سامنے آگئی تھی اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ یہ سب میرے ذوق کے عین مطابق تھا۔ بھلا میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہوسکتی تھی کہ میں وہی سب کچھ کرتا جو میری خواہش تھی۔ میں نے ماں سے کہا:

''میرے مالکان نے مجھے طلب کیا ہے؟''

''میں سمجھی نہیں۔'' امی بولیں۔

''میں نے آپ سے کہا تھا نا۔''

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہاں شاہد۔" امی کے لہجے میں لرزش تھی۔

"ملازمت تو ملازمت ہی ہوتی ہے۔ امی آج نہیں تو کل ان لوگوں کی طلبی پر مجھے جانا ہی ہوتا۔"

امی کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آ گئی تھی۔ میں نے اسے محسوس کیا لیکن بات وہی تھی میں زیادہ عرصے یہاں رہ کر کیا کرتا۔ ایک نہ ایک دن تو جانا ہی تھا۔ میں تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ سمیرا میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اس دوران میں نے ریاض پور کے بارے میں معلومات حاصل کر لی تھیں۔ ٹرین سے سفر کرنا تھا اور یہ سفر تقریباً سات گھنٹے کا تھا۔ آخرکار روانگی کا وقت آ گیا۔ سمیرا کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اسے کہا:

"سمیرا خدا کے فضل سے تمہاری زندگی کو تمہارے شوہر کا سہارا مل گیا ہے اور یہ بھی بہت اچھی بات ہے کہ تمہارا شوہر ایک اچھے مزاج کا انسان ہے۔ بس اس کا خیال رکھنا۔"

اس کے بعد میں گھر سے نکل آیا تھا۔ ٹرین برق رفتاری سے اپنا سفر طے کرنے لگی۔ قرب و جوار میں بہت سے مسافر موجود تھے' اپنی اپنی دھن میں مست۔ میں بھی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا اور میرا ذہن جمال یزدانی میں کھویا ہوا تھا۔ وہ شاہد کا دوست تھا اور اس کے دوست سجاد فضلی نے ایک پرانا کھنڈر خریدا ہے۔ اس کی نوعیت کیا ہے' یہ تو وہاں جا کر ہی معلوم ہوگا۔ بات چونکہ میرے مزاج کی تھی' اس لیے میں اس میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا۔ ٹرین کا سفر بڑا بور گزرا۔ کوئی دلچسپی نہیں تھی' لیکن بہرحال وقت تو گزارنا ہی ہوتا ہے' جس وقت ٹرین ریاض پور پہنچی' سورج چھپ رہا تھا۔ ریلوے پلیٹ فارم پر زیادہ رش نہیں تھا۔ لوگ ادھر ادھر آ رہے تھے۔ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ جمال یزدانی اس طرح میرے پاس آ جائے گا۔ میں تو اسے پہچانتا بھی نہیں تھا۔ اچانک ہی ایک شوخ شریر چہرے والے لمبے چوڑے آدمی نے گرج دار آواز میں دھاڑتے ہوئے دونوں ہاتھ پھیلا کر مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اوئے میرے یار تو بڑا موٹا ہو گیا ہے بھئی۔ میں اس اچانک حملے سے ایک لمحے کے لیے تو پریشان ہو گیا' لیکن پھر سمجھ گیا کہ یہی جمال یزدانی ہے۔ میں چونکہ اس وقت شاہد کا کردار ادا کر رہا تھا اور اس شخص سے شاہد کی جو دوستی تھی اس کے

بارے میں میرے علم میں آ چکا تھا۔ اس لیے مجھے بھی اسی بے تکلفی کا مظاہرہ کرنا تھا' چنانچہ میں نے اس کے بعد اسی پرتپاک سے اس سے ملاقات کی اور جذباتی انداز میں بولا:

"یار تو بھی کسی سے کم نہیں رہا ہے؟ اتنا ہی موٹا تو مجھے نظر آ رہا ہے۔"

"اس کی وجہ ہے نا۔" جمال نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"بھلا کیا وجہ ہے؟"

"بس بتا دیتے ہیں' پہلے تجھے اپنے گھر لے جاؤں گا اور اس کے بعد سجاد کے پاس' بس یہ سمجھ لے کہ سجاد کو میں نے تیرے بارے میں ساری تفصیلات بتا دی ہیں' وہ بھی تیری آمد کا بے چینی سے منتظر ہے۔"

"ساری باتیں اپنی جگہ' لیکن تم مجھے اس عمارت کے بارے میں تو بتاؤ۔"

"اب اتنی جلدی بھی نہیں ہونی چاہیے۔ بتا دوں گا' سب کچھ۔" جمال یزدانی نے کہا۔

اس دوران ہم ریلوے سٹیشن سے باہر نکل آئے تھے۔ جمال یزدانی ایک پرانی فورڈ کار کی طرف بڑھتا ہوا بولا:

"لندن میں مجھے میرے ایک دوست نے تحفہ میں دی تھی اور جب میں واپس آیا تو میں نے یہ کار اسے واپس دینا چاہی مگر انگریزوں میں ایک بڑی خوبی ہوتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کھلاتے بھی ہیں اور گھر تک چھوڑنے بھی آتے ہیں۔"

"خیر' انگریزوں کی تعریف تم کم از کم میرے سامنے مت کرنا' گھر تک چھوڑنے آتے ہیں اور پھر خود واپس نہیں جاتے۔" میں نے کہا اور جمال یزدانی ہنسنے لگا۔ پھر بولا:

"یار ہمیشہ ون وے ٹریفک نہیں چلانا چاہیے۔"

"خیر چھوڑو' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

"میرے بھائی ہم نے بھی تو غلطیاں کی تھیں۔ کسی کو اپنے گھر میں اتنی جگہ دینا کون سی عقل کی بات تھی' کسی کے چہرے پر لکھا ہوتا ہے کہ کون اچھا ہے اور کون برا؟"

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ کار جب میں نے اپنے انگریز دوست کو واپس کی تو اس نے حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا:

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اس کی وجہ؟"

میں نے کہا: "یار ہم ٹھہرے پھکو لوگ اسے اپنے گھر تک کیسے لے جائیں گے۔ بس اس کے بعد تم سمجھ لو کہ یہاں تک پہنچایا اس نے اور اب بھی اگر اس کے فاضل پرزے درکار ہوئے تو ہمارا یار زندہ باد۔"

پھر ہم جمال یزدانی کے گھر پہنچ گئے۔ میرے لیے تو یہ بھی ایک اجنبی جگہ تھی لیکن اس جگہ کا جائزہ لینے کے بعد جمال یزدانی کی شخصیت کے بارے میں اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ واقعی ذرا مختلف قسم کا آدمی ہے۔ یہاں پہنچنے کے بعد اس نے میری خاطر مدارت کا بندوست شروع کر دیا۔ کھانے سے فراغت حاصل کر کے میں اس سے اس کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ لیکن نہایت ذہانت کے ساتھ' میں اس کی اصل شخصیت کو کھود کر نکال رہا تھا اور اس گفتگو کے درمیان جو باتیں مجھے معلوم ہوئیں وہ یہ تھیں کہ گھومنا پھرنا اس کا خاص مشغلہ تھا اور اس نے دنیا کے بیشتر دشوار گزار حصوں اور انجانے علاقوں میں سفر کیا تھا۔ اس کی زندگی کی داستان اتنی پراسرار اور لرزہ خیز تھی کہ اس جیسے شخص سے دوستی کرنا میرے اپنے مقصد سے بڑی مطابقت رکھتا تھا۔ البتہ یہ بات ذرا باعث پریشانی تھی میرے لیے کہ میں صرف شاہد بن کر اسے ملوں' اس طرح سے میری شخصیت تو بالکل ہی پس منظر میں چلی جاتی تھی۔ بہرحال یہ بعد کی بات ہے کہ کبھی کسی مناسب وقت میں اسے اپنے بارے میں بتاؤں۔ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد اصل موضوع پر گفتگو ہوئی اور میں نے موضوع بدلا۔ اصل میں سجاد فضلی کے بارے میں مختصر طور پر میں نے تمہیں اپنے خط میں لکھا تھا' وہ ایک شوقین آدمی ہے۔ سیر و سیاحت کے دوران ہی اس سے میری ایک بار ملاقات ہوئی تھی۔ ہم دونوں کے درمیان دوستی کا سبب یہی مشترکہ شوق ہے۔ اس عمارت کا کیا قصہ ہے' اصل میں سجاد فضلی کے ساتھ اس کا بھائی جواد فضلی بھی رہتا ہے۔ دونوں بھائی ایک ہی مزاج کے لوگ ہیں اور اس نے مجھے اس عمارت کے بارے میں تفصیل بتائی تھی۔

اصل میں یہ عمارت ایک بار میں نے خود بھی دیکھی تھی اور خفیہ طور پر اس میں داخل بھی ہوا تھا۔ یہ بات تو تم جانتے ہو کہ میں نڈر آدمی ہوں اور میں نے زندگی میں بہت سے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ بظاہر یہ عمارت کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں تھی' بس یوں سمجھ لو گزارے والی بات تھی' لیکن اس کی پراسراریت سے میں انکار نہیں کر سکتا' انتہائی

پراسرار عمارت ہے وہ۔ صدیوں پرانی طرز تعمیر کا نمونہ' لاتعداد کمرے' گیلریاں' برآمدے اور غلام گردش وہاں موجود ہیں لیکن سجاد فضلی نے اس بارے میں جو تفصیلات بتائی ہیں وہ بالکل ہی مختلف نوعیت کی حامل ہیں۔ کیوں ان میں کیا خاص بات ہے؟ اس نے کہا کہ اصل عمارت کے نیچے ایک اور عمارت بنی ہوئی ہے' یعنی تہہ خانہ اور اس تہہ خانے میں غالباً عمارت کے مالکان نے اس عمارت کو مکمل کرتے ہوئے اوپر کا سامان نیچے سجا دیا ہے۔ سجاد فضلی نے یہ سارا سامان واپس عمارت کے کمروں میں رکھا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس میں لاتعداد پرانے زمانے کے ہتھیار' فرنیچر اور ایسی بے شمار اشیاء ہیں۔ اس نے ایک بہترین آئیڈیا دیا ہے اور اس میں واقعی کوئی شک نہیں ہے کہ اگر ہم اس آئیڈیے پر کام کریں تو کمال کی چیز ہوگی۔

"آئیڈیا کیا ہے؟"

"سجاد فضلی کہتا ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں پرائیویٹ تہہ خانے ہوا کرتے تھے' خاص طور پر محکمہ سیاحت کے تعاون سے ان میں کام ہوتا ہے۔ اگر ہم اسے ایک عجائب گھر کی شکل دے دیں اور اس کی پبلسٹی کریں تو نہ صرف ہمارے شوق یا ذوق کی تکمیل ہوگی بلکہ ہمیں اس سے اچھا خاصہ معاوضہ بھی حاصل ہوگا۔"

"واقعی! تم نے میرا تجسس بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔" میں نے جمال یزدانی سے کہا۔

ویسے بھی میں اب اس شخص کو اچھی طرح سمجھتا جا رہا تھا اور مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ اب تک اس نے میرے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ یعنی یہ کہ وہ میری طرف سے اب بالکل مطمئن تھا اور اس نے مجھے مکمل طور پر سے شاہد سمجھ لیا تھا۔ خیر باقی لوگوں کی تو بات ہی مختلف ہوتی ہے' ماں اور بہن نے بھی جب اپنے بھائی اور بیٹے کی تمیز نہیں کی تھی تو بھلا ایک ایسا شخص جس نے صرف میری دوستی ہو مجھ میں کیا نئی بات تلاش کرتا۔

میں نے کہا: "تو پھر اب کیا ارادہ ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"سجاد فضلی کو میں نے تمہارے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ ہمارا انتظار کر رہا ہوگا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور تھوڑی دیر کے بعد ہمیں روانہ ہونا ہے۔"

میں نے اپنے دل میں ایک عجیب سی خوشی محسوس کی تھی۔ غالباً اب یہ میری فطرت بن چکی تھی۔ پراسرار اور انوکھی چیزیں میرے لیے بڑی دلچسپی کا باعث تھیں۔ جمال یزدانی تمام معمولات سے فارغ ہوا اور اس کے بعد مجھے ساتھ لیے ہوئے باہر نکل آیا۔ اس کی پرانی فورڈ کار بہت بہترین کنڈیشن میں تھی۔ ایک سلف میں اسٹارٹ ہوئی تھی۔ ہم چل پڑے۔ راستے میں میں نے کہا اس سے کہا:

"اس عمارت کا فاصلہ کتنا ہے؟"

"یار عجیب و غریب جگہ ہے' ویسے تو شہر سے باہر نکلتے ہی اگر ہموار راستہ مل جائے تو زیادہ سے زیادہ بیس منٹ کا سفر ہوتا' لیکن غالباً اس بات کا خیال ہی نہیں رکھا گیا یا پھر اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ جب وہ عمارت تعمیر ہوئی ہوگی تو اس کے آس پاس آبادیاں ہوں گی لیکن بہرحال اب ہمیں وہاں تک پہنچنے کے لیے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنا پڑے گا اور اس کے بعد تھوڑا سا کچا سفر۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ایک اچھی شاہراہ سے گزر کر آخر کار ایک کچی پگڈنڈی اختیار کرنا پڑی۔ اس علاقے کی جغرافیائی نوعیت سے میں بخوبی واقفیت حاصل کر رہا تھا' بہرحال پھر میں نے دور سے اندھیرے میں لپٹی ہوئی اس کھنڈر نما عمارت کو دیکھا۔ واقعی اس کا جائے وقوع خطرناک کہا جاسکتا تھا۔

عمارت کو دور ہی سے دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ بے حد عظیم الشان اور ہیبت ناک جگہ ہے۔ قریب پہنچ کر اس کی صورتحال مزید واضح ہو رہی تھی۔ بلند و بالا دیواریں' نمی' دھوپ اور ہوا کے باعث کالا رنگ اختیار کر چکی تھیں۔ جگہ جگہ اینٹوں سے ڈیزائن بنے ہوئے تھے۔ بدنما اور خستہ اینٹیں کسی شارک مچھلی کی آنکھوں کی طرح جھانک رہی تھیں۔ قرب و جوار میں ریت کے ٹیلے بکھرے ہوئے تھے' جن پر ناگ پھنی کے پودے جا بجا نظر آرہے تھے۔ اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ اس علاقے میں سانپ بھی ضرور ہوں گے۔ اگر غور سے زمین پر دیکھا جاتا تو ریت پر سانپوں کی لکیریں نمایاں نظر آتیں۔ پھر ہم نے عمارت کے دروازے پر روشنی دیکھی۔ اس روشنی میں کچھ انسانی سائے نظر آرہے تھے۔ دور سے دیکھنے والے یقینی طور پر اس ماحول کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتے۔ میں نے بھی اس سلسلے میں

فوراً ہی جمال یزدانی سے سوال کر ڈالا۔ تو وہ مسکرا کر بولا:

"مزا آیا نا۔"

"کیسا مزا؟"

"مدھم روشنی میں ان لرزتے ہوئے انسانی سایوں کو دیکھ کر' ان ویرانوں کی طرف نکل آنے والا کوئی بھی شخص دم دبا کر بھاگ سکتا ہے یا پھر دم دے سکتا ہے۔ ویسے دم اور دم کا فرق تمہیں سمجھ میں آیا؟

مگر یہ ہے کیا قصہ؟

قصہ نہیں یہ سجاد فضلی' اور شائد ملازم رمضان ہے۔ بھئی ظاہر ہے بلند و بالا عمارت سے دور ہی سے کسی نہ کسی کو آتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے ہماری گاڑی دیکھ لی ہوگی اور ہمارے استقبال کے لیے آ کھڑے ہوں گے۔"

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ اس عمارت کے دروازے پر پہنچ گئے اور میں نے پہلی بار سجاد فضلی کو دیکھا۔ کسی قدر پستہ قامت لیکن سرخ و سفید چہرے والا یہ شخص کافی خوش مزاج معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہی ہم نیچے اترے' وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر ہماری طرف بڑھا۔ پہلے وہ مجھ سے بغل گیر ہوا اور بولا:

"میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تم شاہد ہو؟"

"کیوں جمال یزدانی میرا کہنا غلط تو نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں' البتہ اپنے بارے میں میں آپ کو بتاؤں' میرا نام سجاد فضلی ہے۔"

فضلی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پھر اپنے ملازم رمضان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

"گاڑی تم اندر لے آؤ گے۔ شاہد صاحب یہ میرا چھوٹا بھائی جواد ہے اور یہ ہمارا ساتھی رمضان' جس کا عہدہ بہت بڑا ہے۔ بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہم اسی کے بل پر زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ بہترین کھانا پکاتا ہے' بہترین ڈرائیونگ کرتا ہے' بہترین ہاؤس کیپر ہے۔ ایک نڈر اور ضرورت کے وقت ایک شاندار لڑاکا' جسے شاید پستول سے لے کر ٹینک تک سارے ہتھیار استعمال کرنے کا تجربہ ہے۔"

"ویری گڈ۔ زبردست بات ہے یہ تو' ایسا ساتھی اگر کسی کو مل جائے تو یہ تو بہت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خوش قسمتی کی بات ہے۔''

حالانکہ میں نے پہلے سوچا تھا کہ اس عمارت میں ملازموں کی ایک فوج جمع کرلوں' لیکن چار آدمی بڑی مشکل سے گھیر گھار کر لایا تھا' پر چاروں بھاگ گئے۔

اندر داخل ہوتے ہی سجاد فضلی نے قہقہہ لگایا' بہت زیادہ ہنسنے کا عادی تھا۔

''بھاگ گئے؟''

''ہاں۔''

''لیکن کیوں؟''

''اس لیے کہ اس عمارت کے دوسرے مکینوں نے انہیں پریشان کرنا شروع کردیا تھا۔''

''دوسرے مکین؟''

''ہاں بھئی' ظاہر ہے ایک ایسی جگ جہاں ایک طویل عرصے تک کوئی نہ رہا ہو' اگر کچھ لوگ اپنا بسیرا کر لیتے ہیں تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ اور پھر یہ بات تو تم لوگ جانتے ہی ہو کہ زر' زن اور زمین کے لیے جھگڑا ہمیشہ ہی چلتا رہا ہے۔ اب ہم نے یہاں جن لوگوں کو ڈسٹرب کیا ہے' وہ ظاہر ہے ہماری آمد کو پسند تو نہیں کرتے ہیں اور ان کے اور ہمارے درمیان ایک دلچسپ جنگ کا چلنا بہت ضروری ہے۔''

بہرحال اس بات کو جمال یزدانی نے بڑی دلچسپی سے سنا تھا۔ پھر اس نے کہا:

''آپ کا مطلب ہے مسٹر سجاد فضلی کہ واقعی اس عمارت میں ایسا کوئی سلسلہ ہے' میرا مطلب ہے کہ یہ ایک آسیب زدہ عمارت ہے۔''

سجاد فضلی نے قہقہہ لگایا پھر بولا:

''نہ گھوڑا دور ہے نہ میدان' میں پورے دعوے سے تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس گھر میں بری روحیں رہتی ہیں لیکن بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ تھوڑی پراسرار مدافعت ہو رہی ہے۔ اب یہ مدافعت انسانی ہے یا غیرانسانی' اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا' مدافعت تو بہرحال ہوتی ہے۔''

''یعنی آپ کا مطلب ہے مسٹر سجاد فضلی .....''

''میں بتاتا ہوں۔'' اچانک ہی جواد نے درمیان میں دخل دیا اور ہم سب اس

کی طرف متوجہ ہو گئے۔ میں نے تو ابھی خاموشی ہی اختیار کر رکھی تھی لیکن جواد فضلی بولا:

''میں نے یہاں بہت سے ایسے واقعات دیکھے ہیں' اس مختصر وقت میں جن سے مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ جو کوئی بھی ہیں' ہماری یہاں موجودگی کو ناپسند کرتے ہیں۔''

''خیر چلو چھوڑو' یہ سب بعد کی باتیں ہیں' معزز مہمانوں کو پہلے ہی مرحلے پر اس قدر خوفزدہ کردینا ایک غیرمناسب عمل ہے۔'' جمال یزدانی آپ کے بارے میں بہت سی باتیں بتا چکا ہے۔ مسٹر شاہد' واقعی پراسرار واقعات میں دلچسپی کا اپنا ایک الگ ہی مزہ ہے۔ چلیں ٹھیک ہے' آیئے آپ کے لیے کوئی مناسب جگہ منتخب کردوں۔ ویسے تو رات کو ہم سب جمع ہو کر اس مسئلے پر گفتگو کریں گے' کمرہ ہمارے لیے منتخب کیا گیا تھا' وہ صاف ستھرا' ٹھنڈا اور زمانۂ قدیم کے فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اس کے بارے میں جمال یزدانی نے بتایا:

''جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ فرنیچر بھی پہلے یہاں موجود نہیں تھا بلکہ اسے ایک پراسرار تہہ خانے سے نکالا گیا اور اس کے بعد کمروں میں اسے جگہ دی گئی ہے اور مسٹر سجاد فضلی نے خود وہ تہہ خانہ دریافت کیا تھا اور۔''

''اس سلسلے میں کوئی تفصیلی بات تو نہیں ہوئی میری' لیکن بہرحال عمارت کا ایک جائزہ لینے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی یہاں کوئی گڑبڑ ہے۔ کیا آپ کو اس سلسلے میں کوئی خاص تجربہ ہے مسٹر یزدانی؟'' میں نے سوال کیا تو جمال یزدانی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر ہنس کر بولا:

''یار مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کوئی پراسرار روح تیرے اندر بھی داخل ہو گئی ہو' تیرے بات کرنے کے انداز میں یہ تبدیلی واقعی مجھے کئی بار حیرت انگیز لگی ہے۔ وقت ہو گیا ہے' خاصا وقت ہو گیا ہے' پھر بھی اتنا نہیں ہوا کہ اتنی بڑی تبدیلی آجائے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ عمارت کے بھوت تجھ پر اثرانداز ہوئے ہوں۔''

میں ہنسنے لگا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ عمارت اپنے حلیے ہی سے آسیب زدہ معلوم ہوتی تھی۔ آسیب زدہ عمارتوں میں ایک عجیب سی نحوست چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے در و دیوار روتے ہوئے لگتے ہیں۔ ایک ایک منظر سے عجیب و غریب احساسات جھانکتے ہیں۔ میں تو خیر کچے دل کا انسان تھا' کیونکہ جن واقعات سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا وہ تو بہت ہی خوفناک ہوئے تھے۔ لیکن اگر کوئی ایسا شخص نے جس نے کبھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

زندگی میں کوئی پراسرار واقعات اور حالات کا منہ نہ دیکھا ہو' اس کمرے میں ہی آجاتا تو یقیناً دہشت زدہ ہو جاتا۔ پراسرار اور قدیم فرنیچر جو جگہ جگہ سے ٹوٹا پھوٹا تھا' لیکن جسے استعمال کے قابل بنا لیا گیا تھا۔ میزیں' کرسیاں' آتش دان اور ایسے ہی دوسرے ڈیکوریشن پیس' جن میں کچھ کو زبردستی ڈیکوریشن پیس بنا دیا گیا تھا۔ مثلاً کارنس پر رکھا ہوا ایک انسانی ہاتھ جو دور سے دیکھتے ہی کسی انسان کا کٹا ہوا ہاتھ محسوس ہوتا تھا۔لیکن اصل میں اس کی انگلیوں کے درمیان ایک شمع رکھی ہوئی تھی۔ ہاتھ کے دوسرے سرے سے خون ٹپکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ مجھے یہ بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ سجاد فضلی بذات خود بھی اسی قسم کا انسان ہے۔بعض لوگوں کو ایسی صورتیں پسند ہوتی ہیں جن سے خوف محسوس ہو۔''

اچانک ہی جمال یزدانی باہر نکل گیا اور میں ایک سمجھ دار حیثیت کا مالک تھا' لیکن کچھ لمحے تک میرے دل میں خوف کا کوئی گزر نہ ہوا' البتہ پھر ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے مجھے حیران کر دیا۔ میری نگاہ کمرے کی دوسری چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے اس کٹے ہوئے انسانی ہاتھ پر جا پڑی' جس کی انگلیوں کے درمیان شمع رکھی ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہوا کہ اس ہاتھ کی انگلیاں ہل رہی ہیں۔ میں نے حیران نگاہوں نے کارنس پر رکھے ہوئے اس انسانی پنجے کو دیکھا۔ یہ میری حیرانی کی انتہا تھی کہ میں نے انگلیوں کو دوبارہ ہلتے ہوئے دیکھا۔ پھر اچانک ہی ہاتھ کے درمیان رکھی ہوئی شمع روشن ہوگئی اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ یہ کیا قصہ ہے' ایک لمحے تک میں سوچتا رہا۔ شمع کا اچانک جل جانا میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ رفتہ رفتہ میرے قدم آگے بڑھے اور میں ہاتھ کے قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے دوسرا منظر دیکھا۔ ہاتھ کی کٹی ہوئی کلائی سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور اچھا خاصا خون جمع ہو چکا تھا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ہلتی ہوئی انگلیاں ساکت ہوگئی تھیں۔ قریب سے دیکھنے پر اندازہ ہوا کہ یہ کوئی ڈیکوریشن پیس نہیں ہے بلکہ واقعی ایک انسانی ہاتھ ہے جو کلائی کے پاس سے کاٹ دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے ٹپکتے ہوئے خون کے قطرے میرے خدا' میں نے انگلی سے اس خون کو چھو کر دیکھا تو گاڑھا خون میری انگلی کی پور سے لگ گیا۔ ایک لمحے تک میں سوچتا رہا' پھر میں نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ اسی وقت جمال یزدانی میرے پیچھے سے آ گیا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا' میں اچھل پڑا۔ جو منظر میں دیکھ رہا تھا' اس کو دیکھ کر خوف کا احساس تو

قدرتی بات تھی۔ جمال یزدانی مجھے کھڑا دیکھ کر میرے پاس آ گیا۔

''کیا بات ہے؟''

''اسے دیکھو۔'' میں نے ہاتھ کے پنجے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے کہا نا تم سے سجاد فضلی ایک کھسکا ہوا آدمی ہے' اسے اسی طرح کی فضول چیزوں سے بہت دلچسپی ہے اور وہ انہیں نوادرات میں سے سمجھتا ہے۔ یہ کٹا ہوا انسانی ہاتھ یقینی طور پر کسی ایسی چیز سے بنا ہے جو انسان کی کھال سے مشابہت رکھتی ہے۔''

''میں تمہیں ایک بات بتاؤں غور سے دیکھو یہ کوئی مشابہت نہیں ہے بلکہ یہ واقعی ہوا انسانی ہاتھ ہے اور یہ شمع میں نے نہیں جلائی خود بخود روشن ہوگئی ہے۔''

''روشن ہوگئی ہے۔'' جمال یزدانی نے حیران لہجے میں کہا۔

''ہاں تم دیکھو نا۔'' میں نے رخ بدلا اور پھر دوسرے لمحے میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ شمع بجھی ہوئی تھی۔ جب موم بتی جلتی ہے اور اس کے بعد اسے بجھا دیا جاتا ہے تو لازمی طور پر اس سے ہلکا ہلکا سفید دھواں خارج ہوتا ہے اور ایک ناگوار سی بو بھی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ تو اس وقت اس کا موم پگھلا ہوا تھا' نہ اس کی بتی میں کوئی ایسی بات تھی کہ وہ جلی ہوئی ہو۔ جب کہ میں پورے ہوش وحواس کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ حقیقت تھی۔ اور حیرت کا دوسرا حملہ مجھ پر اس وقت ہوا جب میں نے اس ہاتھ کو دیکھا۔ آہ! یہ تو واقعی پتھر کا ہاتھ تھا' جس کی انگلیاں ایک مخصوص انداز میں اٹھی ہوئی ہیں۔ اچانک ہی مجھے خیال آیا میری انگلی میں بھی تو خون لگا ہوا ہے۔ ثبوت کے طور میں یہ خون تو پیش کرسکتا ہوں۔ میں نے جلدی سے اپنی انگلی کو دیکھا' لیکن خدا کی پناہ میری انگلی کا یہ حصہ بالکل صاف شفاف تھا۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے شاہد۔لگتا ہے کہ اس مکان کے آسیب تم تک پہنچ گئے ہیں۔''

میں نے پھیکے انداز میں ہنس کر کہا: ''نہیں بس ایسے ہی میں ان تمام چیزوں کو دیکھ رہا تھا' رات کو کھانے کی میز پر رمضان ہمیں لے کر پہنچ گیا۔ سجاد اور جواد وہاں موجود تھے۔ رمضان کو واقعی بڑی اہمیت حاصل تھی۔ بے شک کھانا اس نے ہی تیار کیا تھا' لیکن وہ اس وقت کھانے کی میز پر ایک معزز مہمان کی طرح موجود تھا۔ کھانے کی میز پر سجاد فضلی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا:

''میں واقعی بڑی بے چینی سے تمہارا منتظر تھا جمال یزدانی صاحب اور خصوصاً شاہد صاحب کا۔ کیونکہ تم نے بتایا تھا کہ تم دونوں ایسے پراسرار واقعات میں بے پناہ دلچسپی رکھتے ہو۔ میری زندگی کا بہت سا حصہ تو تمہارے سامنے ہے۔ یہ سمجھ لو کہ اس عمارت کی خریداری بھی میں اپنی زندگی کا ایک اہم کارنامہ سمجھتا ہوں۔ بہرحال میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہاں کچھ پراسرار اور لرزہ خیز آوازیں سنی جاتی رہی ہیں۔ میری زندگی میں ایسے بہت سے واقعات پیش آئے ہیں کہ کچھ لوگوں نے کسی جگہ اپنا کوئی اڈا بنا رکھا ہے اور اس طرح کے پراسرار حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ کوئی دوسرا وہاں نہ ٹک سکے۔ اس بات پر میں نے خاصی طور پر نظر رکھی ہے۔''

''کچھ سوالات درمیان میں کر سکتا ہوں مسٹر فضلی؟''

''تو پھر تمہیں بلایا کس لیے ہے؟'' سجاد فضلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا:

''اصل میں یہی تو میں چاہتا ہوں کہ اس عمارت کے بارے میں کسی ذمہ دار اور دلیر آدمی سے تفصیلی گفتگو کروں۔''

''اگر اس کے لیے آپ نے میرا انتخاب کیا ہے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جب آپ نے حکومت سے اس عمارت کی خرید و فروخت کی بات کی تو کیا اس سلسلے میں آپ کو کسی رکاوٹ کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا۔''

سجاد فضلی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا:

''میں نے جب متعلقہ لوگوں سے اس بارے میں بات کی تو کچھ چہرے حیرت کی تصویر بن گئے' کچھ پر ایسے آثار نظر آئے جیسے اپنی زندگی میں کسی ہوش مند پاگل کو دیکھ رہے ہوں۔ اور اس میں واقعی کوئی شک بھی نہیں ہے کہ ایسی کسی عمارت کے خریدنے کی بات دیوانگی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ بہرحال کچھ لوگوں کے اپنے مفادات بھی اس خرید سے وابستہ تھے۔ انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور عمارت کو خریدنے کے سلسلے میں میری کافی مدد کی۔ اس کے لیے انہیں مالی منافع بھی حاصل ہوا اور بہرحال یہ خرید مکمل ہو گئی۔ اس کے علاوہ تم دیکھ چکے ہو گے کہ یہاں تک آتے ہوئے قرب و جوار میں کوئی آبادی نہیں ہے' اس لیے اور بھی کوئی دقت نہیں ہوئی۔ ہاں یہاں سے گزرنے والے' میں نے خاص

طور پر غور کیا ہے کہ کبھی اس عمارت کے قریب سے ہو کر نہیں گزرتے۔ گویا لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات موجود ہے کہ یہ عمارت آسیب زدہ ہے اور اس کے نزدیک سے گزرنا خطرناک.....

''ٹھیک اس طرح کم از کم یہ بات مکمل ہو گئی کہ اس عمارت کی خرید میں لوگوں کی دلچسپی کیوں تھی' اس کے علاوہ مسٹر سجاد کیا آپ نے اس عمارت کی تاریخ معلوم کرنے کی کوشش کی؟''

''جہاں تک اس کی تاریخ کے معلوم کرنے کا تعلق ہے اس کے لیے تو اب ہم کام شروع کریں گے۔''

اس کے بارے میں جہاں تک میری اپنی تحقیقات کا سوال ہے' میں پورے اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ سات یا آٹھ سو سال پرانی ہے۔ اس کی طرز تعمیر' اس کا فرنیچر اور بہت سی ایسی چیزیں جو یہاں سے مجھے دستیاب ہوئی ہیں وہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں۔''

''حالانکہ عمارت کا تم جائزہ لے چکے ہو' اس کا زیادہ تر حصہ ٹوٹ پھوٹ چکا ہے اور یہ برسوں سے ویران پڑی ہوئی ہے لیکن اب تم اس کی یہ موجودہ شکل بھی دیکھ رہے ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ میں نے اسے صاف ستھرا کیا ہے' لیکن کسی قسم کی تعمیر نہیں کرائی۔ میں نے اس میں' اور یہ بات میں اپنے تجربے کی بنا پر پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ابھی صدیوں اسی عالم میں رہ سکتی ہے اور اس کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ یہ عمارت گر جائے۔''

''گڈ..... یہ ایک دلچسپ بات ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

چند لمحات کے لیے بالکل خاموشی طاری ہو گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ ہر شخص ان الفاظ کے تاثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ پھر میں نے سوال کیا:

''فضلی صاحب آپ تو یہاں کافی دن سے مقیم ہیں' آپ یہ بتایئے کہ آپ نے کبھی یہاں کوئی ایسی بات محسوس کی۔''

''ہاں میرے یہاں آنے کے تقریباً آٹھ دن کا بعد کا ذکر ہے۔ رات کے گیارہ یا بارہ بج رہے ہوں گے۔ ہر طرف دہشت ناک سناٹے کو چیرنے والی وہ آواز' یوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لگتا تھا جیسے کوئی ماؤتھ آرگن بجا رہا ہو۔ آہستہ آہستہ یہ آواز بلند ہونے لگی۔ پھر اچانک ہی ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور اس آواز میں انسانی چیخیں شامل ہوگئیں۔ کربناک' اذیت ناک۔ جیسے کسی کو کوئی سخت اذیت دی جا رہی ہو۔ اصولی طور پر یہ ہونا چاہیے تھا کہ میں اٹھ کر ان آوازوں کی طرف دوڑتا' لیکن میں نے برداشت کیا۔ بہت دیر تک یہ آوازیں بلند ہوتی رہیں۔ اس وقت وہ چاروں ملازم بھی میرے پاس نہیں تھے۔ جب یہ آوازیں بند ہوگئیں تو وہ دہشت سے لرزتے ہوئے میرے پاس آئے اور بولے کہ عمارت میں انسانی چیخوں کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں' یوں لگ رہا ہے کہ جیسے کوئی کسی کو قتل کر رہا ہو۔ ان میں سے ایک ملازم نے کچھ اور بھی عجیب و غریب باتیں بتائیں۔"

"وہ کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس نے کہا کہ یہاں سے فاصلے پر موجود آبادی ریاض پور کے کچھ باشندوں نے بڑی عجیب باتیں انہیں بتائی ہیں۔"

"وہ کیا؟"

اس بار جمال یزدانی نے سوال کیا تو سجاد فضلی بولا:

"یہ باتیں چونکہ مجھے اس عمارت کے خریدنے سے پہلے معلوم نہیں ہوئی تھیں بلکہ بعد میں جب میں نے ان ملازموں کو جمع کیا تو یہ ملازم یہ ساری تفصیلات بتا رہے تھے۔ وہ شخص جس نے یہ بات بتائی تھی' اس نے کہا کہ تھوڑے عرصے پہلے کی بات ہے کہ ایک صاحب جن کا نام کریم احمد شیخ تھا ادھر سے گزر رہے تھے۔ گاڑی کی بیٹری ڈاؤن ہو گئی اور وہ بند ہوگئی۔ لاکھ دھکے لگائے گئے مگر گاڑی دوبارہ سٹارٹ نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ رات کو اس عمارت میں رک گئے۔ لیکن دوسری صبح ان کا ذہنی توازن درست نہیں تھا۔ رسیاں کندھے سے باندھ کر گاڑی گھسیٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی موت واقع ہوگئی۔ ایک اور صاحب ایک دن یہاں آ کر قیام پذیر ہوئے تھے کہ صبح کو ان کی بھی لاش یہاں سے ملی۔ ایسے کئی واقعات پیش آئے۔ میں نے ملازم کو ڈانٹا اور کہا کہ ایسی فضول باتیں کر کے دوسروں کو خوفزدہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ملازم خاموش ہو گیا تھا لیکن میں یہ بات محسوس کر چکا تھا کہ باقی ملازموں کے چہرے بھی خوف سے زرد پڑے ہوئے ہیں۔ بہرحال دن کی روشنی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ میں نے کافی دور دور کا

جائزہ لیا تھا' لیکن کہیں ایسے نقوش نہیں پائے گئے جن سے یہ اندازہ ہوتا کہ رات کو کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ البتہ دوسری رات جب ہم میرا مطلب ہے ملازم اور میں' اس وقت تک جواد میرے پاس نہیں آیا تھا' بہت دیر تک آوازوں کا یا کسی اور بات کا انتظار کرنے کے بعد اپنے بستر میں پہنچ گئے تھے کہ اچانک پھر دور دراز کے کمرے سے سسکیوں کی آوازیں بلند ہوئیں اور پھر کوئی زور زور سے رونے لگا۔ پھر ایسے سیٹیاں بجیں جیسے کسی کو ہوشیار کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں نے دن کی روشنی میں بندوبست کر لیا تھا اور یہ سوچا کہ آج اگر یہ آوازیں بلند ہوئیں تو میں ان کا جائزہ لینے کی کوشش کروں گا۔ ملازموں میں سے صرف ایک ملازم نے میرا ساتھ دیا۔ باقی تین کمرے میں گھسے رہے۔ میں نے ٹارچ اور رائفل لی اور آوازوں کا اندازہ لگاتا ہوا اس کمرے کی جانب بڑھا' جو آوازوں کا مرکز تھا۔ ملازم سہما میرے ساتھ چل رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں اس کمرے کے قریب پہنچ گیا۔ کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ اس میں تالا لگا ہوا تھا اور آوازیں مجھے اسی کمرے سے آ رہی تھیں۔ میں نے اپنے ذہن کو سنبھالا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان آوازوں کو سننے کے بعد خاص طور پر رات کی اس بھیانک تاریکی میں اپنے دل و دماغ پر قابو رکھنا ایک مشکل کام تھا' لیکن بہرحال زندگی میں بہت سے مرحلے پیش آ چکے تھے جن میں خاصی خوفناک حالت کا وقت گزارنا پڑا تھا' چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا اور اطمینان سے تالا کھول کر کمرے میں داخل ہوگیا۔ طاقتور ٹارچ کی روشنی میں نے چاروں طرف پھینکی۔ اندر قدم رکھتے ہی اچانک ہی آوازیں بھیانک شکل اختیار کر گئیں۔ مجھے یوں لگا جیسے تیز ہوائیں میرے بدن کو ٹٹول رہی ہوں۔ کئی بار جسم میں سرسراہٹوں کا احساس ہوا تھا' آوازیں اتنی تیز ہوگئی تھیں کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ میرا سر گھومنے لگا اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اس دوران میرا وہ دلیر ملازم باہر نکلا تھا اور میں کمرے میں تنہا رہ گیا تھا۔ بہرحال اس کے بعد میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اب تو ملازموں کو کسی طرح یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ خوف زدہ نہ ہوں۔ وہ ملازم بھی میرے ساتھ کمرے میں گیا تھا۔ آپ لوگ یقین کریں کہ دوبارہ مجھے اس عمارت میں نظر نہیں آیا۔ باقی تینوں ملازم بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکے کہ وہ کہاں گیا؟ اس دن سے آج تک اس کا پتہ نہیں چل سکا ہے' لیکن رات کی تاریکی میں یہ آوازیں اب بھی کمرے سے آتی ہیں اور میں آج تک ان کا سراغ نہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لگا سکا۔ اس کے بعد جواد کو یہاں بلا لیا۔ باقی ملازم بھی بھاگ گئے۔ رمضان میرا پرانا ساتھی ہے یہ کچھ مصروف تھا جس کی وجہ سے اس وقت میرے ساتھ نہیں تھا' لیکن بعد میں یہ واپس آ گیا اور اب میں' جواد اور رمضان کے ساتھ یہاں مقیم ہوں' لیکن نہایت بے چینی کے ساتھ میں تمہارا انتظار کر رہا تھا کیونکہ پچھلے کچھ معاملات میں تم میرے ساتھ تھے اور تم نے بڑی دلچسپی کا ثبوت دیا تھا۔''

یہ الفاظ اس نے جمال یزدانی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہے تھے۔ جمال یزدانی کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار تھے۔ اس نے کہا:

''گویا اب بھی ان آوازوں کو سنا جا سکتا ہے؟''

''اندازہ تو یہی ہے' یہ روزانہ آدھی رات کے بعد سورج نکلنے تک سنائی دیتی ہیں۔ تھوڑا تھوڑا وقفہ ہو جاتا ہے ان کے درمیان اور اس کے بعد پھر وہ شروع ہو جاتی ہیں۔''

''انداز کیا ہوتا ہے؟'' میں نے دلچسپی سے سوال کیا۔

''بس کبھی سیٹیاں بجتی ہیں کبھی باجے کی آواز سنائی دیتی ہے' پھر کبھی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ ویسے ان چیخوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ ایسے شخص کے حلق سے نکلتی ہیں جسے شدید اذیت دی جا رہی ہو۔''

''مسٹر فضلی آپ نے تہہ خانے سے یہ سامان نکالا ہے۔''

''ہاں۔''

''تہہ خانے میں کیا پوزیشن تھی۔ آپ نے اس کا جائزہ لیا؟''

''میں سمجھا نہیں۔''

''میرا مطلب ہے کہ اس کمرے کے نیچے بھی تہہ خانہ ہوگا۔'' فضلی نے کچھ دیر سوچا اور پھر بولا:

''ممکن ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں۔''

''نہیں خاص طور پر نہیں دیکھا۔''

''دن کی روشنی میں آپ نے کبھی کمرے میں جا کر دیکھا؟''

''ہاں ایسا میں نے ضرور کیا لیکن کوئی قابل ذکر بات نظر نہیں آئی۔ یہاں تک

کہ کوئی نشان تک نہ ملا۔''

''اگر آپ یہ سوچ رہے ہیں مسٹر شاہد کہ وہاں کوئی ایسے مائیکروفون یا ایسی چیز رکھ دی گئی ہو یا دیواروں میں نصب کر دی گئی ہو جس سے یہ آوازیں سنائی جاتی ہوں اور اس کا پس منظر یہ ہو کہ کوئی شخص ہمیں اس عمارت سے دور کرنا چاہتا ہو تو میں یہ بھی کوشش کر چکا ہوں لیکن کوئی سراغ نہیں ملا۔'' سجاد فضلی یہ باتیں کرتے ہوئے خاموش ہو گیا۔

عمارت کے مشرقی حصے سے ہوا کی لہروں پر تیرتی ہوئی ایک مدھم سی آواز میں نے بھی سنی تھی۔ جواد فضلی نے آہستہ سے کہا:

''حیرت ناک! یہ وقت سے پہلے ہوا' دیکھو کیا تم ماؤتھ آرگن کے سر سن رہے ہو' میں نے خود یہ آوازیں سنی تھیں۔ فضلی کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے باقاعدہ ایک نغمہ بجایا جا رہا ہو۔ جس کمرے میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے اس کے دروازے اور کھڑکیاں بند تھیں۔ دیر تک یہ آوازیں بڑھتی رہیں۔ اچانک میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے وہ تمام کھڑکیاں کھول دیں۔ آوازیں تیز ہو گئیں۔ ایک آواز لمبی چیختی ہوئی انجن کی سیٹی کی مانند سنائی دے رہی تھی۔ ہم لوگ کمرے کے اندر تھے' لیکن باہر پھیلی تاریکی اور بھیانک ماحول میں یہ آوازیں درحقیقت اعصاب شکن ہو گئیں اور کوئی بھی اجنبی شخص ان سے متاثر ہو سکتا تھا۔ اگر خود سجاد فضلی اور اس کا ملازم رمضان اور بھائی جواد ان آوازوں کے عادی نہ ہوتے تو ان کی حالت خراب ہو جاتی' لیکن میں' جمال یزدانی کے چہرے پر ایک پیلاہٹ سی دیکھ رہا تھا اور مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا ہو۔ خود میں بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا اور مجھے بار بار اپنے لباس کے نیچے ایک سرسراہٹ سی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے کچھ نادیدہ ہاتھ میرے بدن کو ٹٹول رہے ہوں۔ یہ آواز میں بغور سن رہا تھا۔ پتہ نہیں کسی انسان کی تھیں یا نہیں۔ کبھی کبھی تو یہ محسوس ہوتا تھا جیسے یہ کوئی مشینی آواز ہو۔ یہ کبھی تیز ہو جاتی اور کبھی مدھم' لیکن اس میں درد' کرب اور تکلیف کی شدت کا جو احساس تھا' اس کی کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔ کچھ لمحے میں مختلف کھڑکیوں کے پاس کھڑا کان لگا کر ان آوازوں کی سمت کا اندازہ لگاتا رہا' غالباً میں ہی ان کے درمیان ایک ایسا شخص تھا جو آوازوں کے سراغ کے سلسلے میں متحرک تھا' ورنہ باقی سب لوگ تو سرد اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر میں نے ساری

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کھڑکیاں بند کردیں اور اب میں اپنی نشست پر آ کر بیٹھ گیا۔ یہاں موجود لوگوں کے چہروں سے میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ یہ سب کے سب خوفزدہ ہیں۔ تعجب کی بات تھی' خاص طور پر سجاد فضلی اور جواد وغیرہ کے سلسلے میں کہ اگر وہ ان آوازوں سے خوف محسوس کرتے تھے تو پھر یہاں قیام کیوں کیا ہوا تھا انہوں نے۔ میں نے یہی سوال سجاد فضلی سے کر ڈالا۔

''معافی چاہتا ہوں سجاد صاحب بڑا ذاتی سا سوال ہے' لیکن چونکہ ہم سب یہاں موجود ہیں اور ہمیں اس سلسلے میں گفتگو بھی کرنی چاہیے۔ آپ ایک بات بتایئے' آپ ان آوازوں سے خوفزدہ ہیں؟''

سجاد فضلی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا:

''میں سمجھ رہا ہوں کہ اس وقت ایک واحد آپ ہیں جو اس قدر متاثر نظر نہیں آتے۔ یقیناً اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی۔ ہوسکتا ہے جمال یزدانی نے آپ کا انتخاب کسی خاص مقصد کے تحت ہی کیا ہو اور مجھے اس بارے میں تفصیلات نہ بتائی ہوں۔ آپ واقعی دلیر انسان ہیں' جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے تو میں بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں نے یہ عمارت خریدی ہے اور جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ یہاں پر ایک میوزیم بنانا چاہتا ہوں جس کے بارے میں لوگ سوچیں اور کہیں کہ دیکھو سجاد فضلی نے ایک ایسا کام کیا جو عام لوگوں سے منفرد ہے۔ چنانچہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر کوئی میرا راستہ روکنا چاہتا ہے تو روشنی میں آجائے اور مجھے پتہ چل جائے کہ وہ کون ہوسکتا ہے۔''

''کیا آپ کو اس سلسلے میں کسی پر شبہ ہے؟ میرا مطلب ہے کوئی ایسی شخصیت جو آپ کا راستہ روکنا چاہتی ہو؟''

میرے سوال پر سجاد فضلی کسی سوچ میں ڈوب گیا اور میں چونک پڑا۔ سوچ میں ڈوبنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی شخصیت ضرور ہے جس کے بارے میں اس کے ذہن میں اس دوران یہ شبہ ہو رہا ہوگا۔ میری دلچسپیاں اس سلسلے میں بڑھ گئیں تھیں۔ میں خاموشی سے سجاد فضلی کی صورت دیکھتا رہا۔ میں نے محسوس کرلیا تھا کہ جمال یزدانی بھی تجسس بھری نگاہوں سے فضلی کا چہرہ دیکھ رہا ہے۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد فضلی نے کہا:

''حالانکہ اس وقت جو صورتحال ہے' اس میں مجھے یہ الفاظ کہنا یوں عجیب سا لگتا ہے کہ میرا بھائی جواد بھی یہاں موجود ہے لیکن معاملہ چونکہ ذرا بالکل مختلف ہے اور اس وقت کی صورت حال صرف مذاق نہیں ہے۔'' تمام لوگ ان جملوں پر متوجہ ہوگئے تھے۔

سجاد فضلی نے کہا: ''اصل میں زندگی کے دن اور رات اس طرح گزرے کہ ہمیں بہت سے معاملات میں اپنے مستقبل کے بارے میں ایک مناسب فیصلہ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ میں نے اور میرے بھائی نے جس طرح زندگی گزاری ہے وہ عام راستوں سے ہٹ کر ہے۔ خاص طور پر جواد' جس نے یہیں رہ کر بڑی ترقی کی ہے اور اس خیال میں رہ گیا تھا کہ مستقبل کا آغاز تو کسی بھی وقت سے ہوسکتا ہے' یعنی بیوی اور بچے وغیرہ' اصل میں مستقبل بنانے کے لیے صحیح وقت پر عمل کر لینا ضروری ہے کیونکہ گزرنے والا وقت ضائع ہوتا ہے۔ مستقبل سے مستقبل تعمیر نہیں کیا جاسکتا بلکہ حال سے مستقبل تعمیر کیا جاتا ہے۔ شائد تمہید طویل ہوگئی۔ کہنا یہ چاہتا تھا نہ میں نے شادی کی اور نہ میرے بھائی نے' لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ میں نے زندگی کی لطافتوں سے منہ موڑ رکھا ہے۔

یہاں آنے کے بعد ریاض پور کی ایک معزز اور پراسرار شخصیت سے ملاقات ہوئی۔ اصل میں خاتون فاخرہ مجھے سویڈن میں ملی تھیں۔ کاروباری ذہن کی مالک ہیں اور حیران کن بات یہ ہے کہ میری طرح ہی ان کی زندگی بھی اپنی تعمیر میں گزر گئی۔ ان کی کہانی مختصر یہ کہ ان کے والدین دو چھوٹی بہنوں کا بوجھ ان کے شانوں پر چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے اور انہیں اپنی بہنوں کو ایک مناسب زندگی دینے کے لیے مردوں کی طرح کام کرنا پڑا اور یہ حقیقت تو آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب عورت اپنے جذبوں میں سفر کرتی ہے تو پھر وہ بہت آگے ہوتی ہے۔ خاتون فاخرہ بھی ایسی ہی آگے کی شخصیت ہے۔ میری ان سے سویڈن میں ملاقات ہوئی تو ہم دونوں کے درمیان گہری دوستی ہوگئی میں اس دوستی کو محبت کا نام تو نہیں دے سکتا' چونکہ ہم دونوں کی عمر پختہ تھی۔ البتہ آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پختہ عمر کی دوستی تھی جو زیادہ پائیدار رہی۔ اگر آپ لوگ خاتون فاخرہ کو دیکھیں تو وہ آپ کو بے انتہا پسند آئیں گی۔ حسین صورت کے ساتھ ساتھ حسین سیرت اور ذہانت کی مالک بھی ہیں۔ ان کا خاندان انتہائی اعلیٰ ہے۔ زمانہ قدیم میں ان کی اپنی ایک کہانی ہے۔ وہ یہ کہ خاندان کے کسی بزرگ نے برائیوں کو اپنا کر جائیداد وغیرہ کھو دی تھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور اس کے بعد یہ خاندان پس منظر میں چلا گیا تھا۔ یہاں تک کہ خاتون فاخرہ نے ایک بار پھر سے اس کے نام کو روشن کیا۔ آپ لوگوں کو حیرت ہو گی کہ یہ عمارت جس میں اس وقت موجود ہیں' خاتون فاخرہ کی آبائی عمارت ہے۔ انہوں نے مجھے اس بارے میں تفصیلات بتائی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ اس کی نوعیت اس وقت کیا تھی۔ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ اس خاندان کے برے افراد نے اس عمارت کو دور دراز تعمیر کرا کے اپنے لیے ایک عیش گاہ بنائی تھی۔ یہاں کے بارے میں کہانیاں مشہور ہیں۔ بہرحال وہ سویڈن سے واپس چلی آئیں۔ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ وطن واپس آنے کے بعد سب سے پہلے انہی سے ملاقات کروں گا اور میں نے ایسا ہی کیا۔ ان کا تعلق اب بھی ریاض پور سے ہے۔ ایک اچھا کاروبار کرتی ہیں۔ وہ اور ہم ایک دوسرے کو بے پناہ پسند کرتے ہیں لیکن یہ بات بھی آپ لوگ ذہن نشین کر لیجئے کہ ہماری اس پسند کو بہت سی نگاہیں تکلیف کے انداز میں دیکھتی ہیں۔ چونکہ اور بھی چند افراد ہیں جو خاتون فاخرہ پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان کا مقصد ایک ایسی عورت کی قربت حاصل کرنا ہے جو مالی طور پر انتہائی مطمئن ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اور خاتون فاخرہ نے اپنی شادی کا اعلان بھی کر دیا ہے' بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جو وقت سے پہلے بتانا مناسب نہیں ہوتیں۔ میں نے شاید کچھ الفاظ کو چھپانے کی کوشش کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں یہ مکان خاتون فاخرہ کو تحفے میں دینا چاہتا ہوں' کیونکہ ان کے بیان کے مطابق یہ ان کا خاندانی مکان ہے۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس کو میرے اس خیال سے اختلاف ہے اور کون یہ نہیں چاہتا کہ میں یہ مکان اس طرح اپنی تحویل میں رکھوں یا اسے خاتون فاخرہ کو دینے کی کوشش کروں حالانکہ یہ ایک بے مقصد سی بات ہے' لیکن بہرحال یہ تصور میرے ذہن میں بارہا آیا ہے کہ ہوسکتا ہے میرے رقیبوں نے مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی ہو۔ اس بات کے تو سو فیصد امکانات ہیں۔"

"میں آپ کو کچھ اور بھی باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ لوگ اس سلسلے میں میری بہتر مدد کرسکیں۔"

"ضرور....."

"ایک روز شام کے وقت جبکہ میں ریاض پور میں خاتون فاخرہ کے گھر کھانے

پر مدعو تھا۔ کچھ اور بھی وہاں آئے ہوئے تھے اور میں اس مکان کی خریداری کی بات کر رہا تھا تو دوران گفتگو کسی صاحب نے کہا کہ آخر میں اس مکان کا کروں گا کیا؟ ازراہ مذاق میں نے کہا' آپ لوگوں کو اس بات کا علم تو ہے کہ میں اور خاتون فاخرہ منفرد مزاج کے مالک ہیں' ہم اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں۔ میں نے بھی فیصلہ کیا ہے کہ شادی کی پہلی رات ہم اسی مکان میں گزاریں گے۔ باقی لوگوں پر تو کچھ بھی ردعمل ہوا' وہ الگ کی بات ہے کہ خاتون فاخرہ نے کہا' یزدانی کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ وہ عمارت آسیب زدہ ہے؟ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ خاتون فاخرہ کہ ہماری زندگی کی پہلی رات ایک آسیبی ماحول میں گزرے گی۔ ہر ماحول کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا خوش ذوقی کی علامت ہے۔ وہاں بیٹھے ہوئے چند افراد ہنس پڑے تو میں نے کسی قدر درست لہجے میں سوال کیا: "آپ لوگ بڑی فراخدلی سے ہنس رہے ہیں۔ کیا اس ہنسی کی وجہ بتانا پسند کریں گے؟"

"جب آسیب ہیبت ناک آوازیں نکال رہے ہوں اور ماحول پر دہشت سوار ہو تو میرا خیال ہے کہ آپ جیسا ہی بے جگر انسان رومانس کی باتیں کرسکتا ہے۔"

"کاش میں آپ کو اپنی اس بے جگری کا نظارہ کرنے کے لیے مدعو کرسکتا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"دیکھئے میرا ہمدردانہ مشورہ ہے کہ آپ یہ منحوس عمارت نہ خریدیں' شاید آپ کو اس کا ماضی نہیں معلوم بہت سے لوگ....."

"معلوم ہے معلوم ہے' آپ یہی کہنا چاہتے ہیں یہ عمارت میں نے بھی خریدی ہے جس نے بھی اس سے تعلق قائم کیا وہ یا تو پاگل ہو گیا یا موت کے گھاٹ اتر گیا۔ ریاض پور کی آبادی میں یہ عمارت بدروحوں کا مسکن مشہور ہے۔"

"جی ایسی ہی بات ہے وہی تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں اور پرفضا مقامات پر تو لوگ ہنی مون منایا ہی کرتے ہیں۔ آسیبوں کی ڈراؤنی اور دہشت نازک فضا میں ہنی مون منانا ایک دلچسپ عمل ہو گا اور آپ لوگ اس کی فکر نہ کریں۔ ساری زندگی میں نے بدروحوں کا مقابلہ کرتے ہوئے گزاری ہے' آپ لوگ ہمارا بھی جائزہ لے لیجئے۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ٹھیک ہے آپ بے شک ایسا ہی کریں' لیکن ایک بات آپ ذہن نشین کر لیں کہ اس عمارت میں آپ کا قیام طویل نہیں ہو سکتا اور اگر آپ نے اس میں قیام رکھنے کی ضد کی تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ بدترین نقصانات سے دوچار ہوں گے۔ آپ کوئی شرط بدلنا چاہیں تو بدل لیجئے۔"

یہ شخص جس نے مجھ سے بات کی تھی اس کا نام بابرشاہ ہے۔ یہ بھی ہڈیوں کی صنعت کا بہت بڑا کاروباری ہے اور خاصا دولت مند۔ بہرحال میں نے بابرشاہ سے یہ شرط پختہ کر لی۔ بات صرف مذاق میں ہوئی تھی' لیکن جب تمام چلے گئے تو خاتون فاخرہ نے کہا:

"یہ تم نے کیا کر ڈالا ہے؟ تم بھی بڑے جذباتی آدمی ہو۔ جب دوسروں سے کسی ضد والی بات پر گفتگو کر رہے ہو تو میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ میں تمہیں ٹوکنا چاہتی تھی' روکنا چاہتی تھی' لیکن اب کیا کروں تم نے شرط لگا کر حماقت کی ہے۔"

"آخر کیوں فاخرہ؟"

"اس لیے کہ یہ عمارت واقعی آسیب زدہ ہے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ یہ میری خاندانی عمارت ہے اور اب اللہ کے فضل سے میں اس قابل تھی کہ میں خود بھی اسے خرید سکوں۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا' البتہ اپنی خاندانی عمارت ہونے کی وجہ سے میں نے اس کے بارے میں لاتعداد بار معلومات حاصل کی ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ اس کا ایک کمرہ تو بہت ہی خطرناک ہے۔ صرف ایک کمرہ' خاص طور پر سے۔"

"اس میں کیا بات ہے؟"

"سنا ہے اس کمرے سے آوازیں آتی ہیں' انتہائی خوفناک آوازیں۔"

"کیا تم نے یہ آوازیں اپنے کانوں سے سنی ہیں فاخرہ؟"

"یہ آوازیں باہر سے نہیں سنی جا سکتیں۔ میں نے کبھی یہ آوازیں نہیں سنیں' اس لیے کہ میں اس عمارت میں کبھی اندر داخل نہیں ہوئی۔ اگر کوئی اس عمارت سے باہر ہو تو یہ آوازیں نہیں سن سکتا۔ ہاں اگر کوئی اندر داخل ہو جائے تو وہ یہ آوازیں سن سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ بابرشاہ صرف مجھے دھوکا نہیں دے رہا تھا' یعنی اب جب میں یہاں آنے کے بعد ان آوازوں کو سنتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ ہو سکتا ہے مجھ سے شرط لگانے والے شخص نے ان آوازوں کا انتظام کیا ہو تاکہ میں دہشت زدہ ہو کر یہ

عمارت چھوڑ دوں اور وہ شرط جیت جائے لیکن جو معلومات مجھے بعد میں حاصل ہوئیں ان سے یہ پتا چلا کہ آوازیں بہت عرصے سے سنی جاتی ہیں اور نئے سرے سے عالم وجود میں نہیں آئیں۔ بہرحال یہ ہے کہانی۔ اب بتاؤ میں کیا کروں؟"

"آپ یقینی طور پر خاتون فاخرہ سے شادی کر کے ہنی مون کے لیے یہاں آنا چاہتے ہیں؟ اس بارے میں نے سوال کیا ہے؟"

"سو فیصدی اور بہرحال یہ میری عزت میرے وقار کا معاملہ ہے۔ ظاہر ہے اس سلسلے میں نہ تو پولیس سے مدد لے سکتا ہوں نہ ہی کچھ ایسے لوگوں سے لیکن جمال تم سے میں یہ کہہ کر مدد کی خواہش کا اظہار کرتا ہوں کیونکہ تم بہرحال ایک ذہین آدمی ہو اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مسٹر شاہد بھی اپنے اندر کچھ ایسی پراسرار خصوصیات رکھتے ہیں جو میں نے کبھی عام لوگوں میں نہیں دیکھیں۔ میرا اندازہ ہے کہ میری یہ ٹیم ان پراسرار واقعات کا سراغ ضرور لگائے گی۔ دیکھو وہ آوازیں شروع ہو گئی ہیں اور اب یہ جاری رہیں گی شاید ساری رات یا شاید....."

"تو پھر کیا خیال ہے کیوں نہ ہم ....."

لیکن یہ جملہ ادھورا رہ گیا جمال یزدانی نے کہا:

"آج رات نہیں آج کی رات اور کل کا دن اور گزار لیا جائے۔ اس کے بعد ہم یقینی طور پر ان واقعات کا سراغ لگانے کی کوشش کریں گے۔"

جواب میں سجاد فضلی نے گردن ہلائی اور بولا:

"بالکل ٹھیک ہے میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔ واقعات تم دونوں کے علم میں بھی آ گئے ہیں میں کسی قیمت پر یہ نہیں چاہوں گا کہ تم صرف میری خواہش پر اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کر لو بلکہ پورے اطمینان کے ساتھ تمہیں ان حالات کا تجزیہ کرنا ہے اور اس کے بعد عمل کرنا ہے' جلد بازی میں کسی کو کوئی نقصان پہنچ جائے یہ بات مجھے بالکل پسند نہیں ہوگی' چنانچہ یہ بات دن میں طے ہو گئی کہ ہم سب لوگ آرام کریں۔ سجاد فضلی نے پوچھا:

"جیسا کہ اس عمارت کے بارے میں آپ کو اندازہ ہو چکا ہے کہ اس میں بے شمار کمرے ہیں اور بہت سے کمروں میں فرنیچر بھی سجا ہوا ہے' آپ لوگ آرام سے جس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کمرے کو اپنے لیے منتخب کرنا چاہیں اپنے لیے منتخب کرلیں۔ دونوں کو الگ الگ کمرہ چاہیے تو الگ کمرہ لے لیں۔"

"آپ لوگ کہاں سوتے ہیں۔" جمال یزدانی نے پوچھا۔

"بھئی بالکل جھوٹ بولنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ ہم نے ہمت کرکے یہ سب کچھ کر تو لیا ہے لیکن اب اتنے دلیر نہیں ہیں' ہم کہ ان پراسرار واقعات کی حقیقت کو جانے بغیر کوئی بہادری دکھانے کی کوشش کریں۔ ہاں ہم نے ایسے تمام انتظامات ضرور کر لیے ہیں کہ اگر کوئی انسانی ذریعہ سے ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو اس سے نمٹ لیں بلکہ آپ لوگ چونکہ اب ہمارے مہمان ہیں ہم یہ بالکل نہیں چاہیں گے کہ آپ کسی طرح حالات کے تقاضوں سے محروم رہیں' چنانچہ یہ چند چیزیں آپ بھی رکھ لیجئے۔"

یہ کہہ کر سجاد فضلی نے اپنے بھائی کو اشارہ کیا۔ جواد فضلی نے دو ریوالور دو ٹارچیں اور فالتو کارتوسوں کا پیکٹ جمال یزدانی کے حوالے کردیا اور واقعی یہ بڑی ضروری چیزیں تھیں جو ہمارے پاس موجود نہیں تھیں۔ سجاد فضلی کے موقف سے بھی پتہ چل گیا تھا یعنی یہ تینوں افراد ملازم اور آقا کا فرق مٹا کر ایک ہی میز پر کھاتے تھے اور ایک ہی کمرے میں سوتے تھے۔ بعد میں انہوں نے اپنی خواب گاہ دکھائی اور اس کے بعد وہ کمرہ جس میں ہمیں قیام کرنا تھا۔ یہ کمرہ اسی کمرے کے قریب تھا اور اس میں شاندار پرانے طرز کا فرنیچر لگا ہوا تھا وہ فرنیچر جو اسی طلسمی داستان کا حصہ تھا۔ اب ہمارے پاس اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے خاصا مواد تھا' جب سجاد فضلی وغیرہ سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلے گئے اور ہم نے ان کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تو ہم لوگوں نے بھی اپنا دروازہ بند کرلیا حالانکہ جمال یزدانی کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں کیا ہوں اور یہ کہ میں شاہد نہیں ہوں لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے آپ سے زیادہ مجھ پر اتنا بھروسہ کیا تھا حالانکہ اس بڑے اور وسیع کمرے میں دو بیڈ موجود تھے لیکن جمال یزدانی نے مجھ سے کہا:

"دیکھو شاہد' بے شک دلیری دیکھنے کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے' لیکن سب سے دلیر آدمی وہ ہے جو اپنی حفاظت کرسکے' چنانچہ کیوں نہ ہم ایک ہی بستر پر....."

جمال یزدانی نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تو میں نے ہنس کر کہا:

"ہاں کیوں نہیں ایک ہی بستر پر سو جاتے ہیں۔ باتیں بھی کریں گے کیا تمہیں نیند آرہی ہے؟"

"یار اصل میں کچھ باتیں قابل غور ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ سجاد فضلی نے ان پر غور نہیں کیا ہوگا۔ ذہین آدمی ہے' گھاٹ گھاٹ کا پانی پیے ہوئے ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر اگر وہ غور نہ کرے تو مجھے حیرت ہوگی۔ میں ان آوازوں پر غور کر رہا ہوں تو کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ ان بھیانک آوازوں کی موجودگی میں جو دروازے اور کھڑکیاں بند ہو جانے کے باوجود مدھم مدھم آرہی ہیں آسانی سے نیند آنے کا بھلا کیا سوال ہے' لیکن میں جو غور کر رہا ہوں وہ ایک اور بات ہے' کیا تم اس کے بارے میں سوچ سکتے ہو؟"

"کیا؟ میں نے سوال کیا میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ان آوازوں کا ایک ہی انداز ہے۔ یعنی ماؤتھ آرگن کے سریا چیخیں' کیا چیخنے والوں کی آوازیں اگر وہ ایک ہی سر میں آتی رہتی ہیں تو ہم ایسے کسی زیرزمین ٹیپ ریکارڈ پر یا کسی اور آواز نشر کرنے والی مشین کے بارے میں سوچ سکتے ہیں اور اگر ان کا انداز ہر لمحے بدلا ہوا ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی مشین نہیں بلکہ یہ آوازیں حقیقی ہیں۔"

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے جمال یزدانی کو دیکھا اور گردن ہلا کر کہا:

"بلاشبہ اس سوچ میں ذہانت ہے' کیا تم نے اس بارے میں۔"

"آوازیں یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں سے ہر سر بدلا ہوا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ ساری آوازیں حقیقی"

"نہیں فیصلہ کن لہجے میں یہ بات نہیں کہوں گا ہر بات میں گنجائش رکھنی چاہیے۔"

"ایک سوال جو اس سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے' جمال یزدانی وہ میں تم سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں بولو۔"

"نہ تو تم نے پہلے کبھی مجھے سجاد فضلی نامی شخص کے بارے میں کچھ بتایا اور نہ ہی مجھ پر اب تک یہ بات واضح ہوسکی ہے کہ تم سجاد فضلی کے لیے یہ سب کچھ کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میرے سوال پر جمال یزدانی کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا پھر کسی قدر شرمندہ لہجے میں بولا:

"مجھے یقین تھا کہ تم یہ سوال ضرور کرو گے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر تم مجھے اس بارے میں نہ بتانا چاہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

"یار حقیقت بتاؤں تمہیں' کبھی کبھی شیخی خوری ایسی طبیعت درست کرتی ہے کہ لطف آ جاتا ہے۔ اصل میں میری ملاقات سجاد فضلی سے ملک سے باہر ہوئی تھی۔ میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ بہرحال یہ ایک راز ہے لیکن یوں سمجھ لو سجاد فضلی وہاں بھی ایک آسیبی چکر میں ہی مجھ سے ملا تھا اور میں اپنے ایک ایسے غیر ملکی دوست کو بے وقوف بنا رہا تھا جس کا خیال تھا کہ وہ آسیبوں کے جال میں پھنس گیا ہے۔ کہانی بڑی دلچسپ اور لمبی ہے اگر تم سننا چاہو تو سن سکتے ہو مجھے اعتراض نہیں۔"

"اگر تمہیں نیند نہیں آ رہی اور گفتگو کرنا چاہتے ہو تو بے شک وہ کہانی بھی مجھے سنا دو۔"

بڑی دلچسپ اور نفیس ہے۔ بات سری لنکا کی ہے۔ سری لنکا کی ایک چائے بنانے والی فرم میں میرا دوست جیکب ایک انجینئر تھا۔ میں بھی وہاں کسی کام سے پہنچا ہوا تھا اور ایک ہوٹل میں قیام پذیر تھا۔ سجاد فضلی بھی جیکب کا دوست تھا۔ جیکب نے اپنی ایک مشکل بتائی اور وہ مشکل ایک مکان تھی جو اس کمپنی نے جیکب کو رہائش کے لیے دیا تھا۔ ایک خالی مکان جو اتنا خوبصورت تھا کہ بتا نہیں سکتا۔ سری لنکا کا ماحول خوبصورت درخت' پرفضا مناظر لیکن یہ مکان آسیب زدہ تھا اور جیکب نے نشے کے عالم میں یہ بات سننے کے باوجود کہ مکان آسیب زدہ ہے اسے لینے کی حامی بھر لی' چنانچہ کمپنی نے اسے ڈیکوریٹ کر کے جیکب کے حوالے کر دیا تھا اور جب ہوش و حواس کے عالم میں جیکب کی پہلی رات وہاں گزری تو اس کے حواس بگڑ گئے۔ مکان کے آسیب رات بھر مکان کی اوپری منزل میں ہنگامہ کرتے رہے تھے۔ اسے ڈراتے رہے تھے اور جیکب کی ساری رات تباہ ہو گئی تھی اور اس کے بعد اس کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ گھر کی بیشتر اشیاء غائب ہو جاتی تھیں۔ کچن میں افراتفری پھیل جاتی تھی اور ہر طرح کے نقصانات ہوتے رہتے تھے۔ قیمتی چیزیں

غائب ہو جاتی تھیں۔ جیکب سخت پریشان تھا اور اسی پریشانی کے عالم میں سجاد فضلی سے اس کی ملاقات ہوئی تھی اور میری سجاد فضلی سے۔ میں نے یونہی مذاق ہی مذاق میں دعویٰ کر دیا کہ میری زندگی پراسرار واقعات سے بھری پڑی ہے اور میں جن بھوت اور آسیب آسانی سے بھگا دیتا ہوں۔ بس جیکب کا معاملہ میرے سر آ پڑا اور پہلی رات میں نے جیکب کی اس رہائش گاہ میں گزاری۔

رات کو گیارہ بجے کے قریب چھت پر قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی۔ میں جیکب اور سجاد فضلی جاگ رہے تھے۔ پھر آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئیں۔ ان دونوں کے حواس خراب تھے۔ توڑ پھوڑ' بھاگ دوڑ' لڑائی جھگڑا۔ میں بھی ان آوازوں کو سن رہا تھا اور بہت ہی غور کر رہا تھا۔ ان پر پھر یہ تجویز میں نے ہی پیش کی تھی کہ اوپر چل کر دیکھا جائے لیکن دونوں میں سے کسی کی ہمت نہیں تھی۔ تنہا میں بھی یہ ہمت نہیں کر سکتا تھا' لیکن میں نے یہ کہہ دیا ان لوگوں سے کہ میں بہرحال ان بھوتوں کو بھگا دوں گا۔ یہ میری ذمہ داری ہے۔ جیکب پورے خلوص کے ساتھ مجھے گھر میں چھوڑ کر چلا گیا۔ سجاد فضلی بھی چلا گیا اور اس کے بعد صرف میں وہاں تنہا رہ گیا۔ حالت تو میری بھی خراب تھی لیکن نہ جانے کیوں میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس پرورش پا رہا تھا وہ یہ کہ جس طرح بھی بن پڑا میں بہرحال اس راز کو معلوم کر لوں گا کہ یہ بھوت کیسے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ دن کی روشنی میں اپنے آپ کو پوری طرح مسلح کر کے میں نے چھت کی طرف جانے والے زینوں کا رخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد چھت پر پہنچ گیا۔

چھت پر جابجا مختلف چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ روٹیوں کے ٹکڑے' کپڑے اور ایسی ہی دوسری چیزیں حالانکہ مکان بہت خوبصورت تھا لیکن اوپر کا منظر انتہائی بھیانک تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہاں پراسرار آسیب اپنا گھر بنائے ہوئے ہیں۔ سامنے والی سمت ایک کمرہ تھا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس کے کچھ روشن دان نظر آ رہے تھے۔ اس کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ نہ جانے کیوں میرے دل کو یہ یقین ہو گیا کہ جو کچھ بھی ہے اسی کمرے میں ہے۔ دوسری رات پھر ویسی ہی ہنگامہ خیز تھی۔ جیکب اور سجاد فضلی تو آج بھی ہمت نہیں کر سکے' لیکن میں نہ جانے کیوں جان کی بازی لگانے پر تل گیا۔ اوپر پہنچا تو اس آسیب زدہ کمرے میں روشن دانوں سے روشنی جھلک رہی تھی اور آسیب اندر خوب دھاچوکڑی مچا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہے تھے۔ اس سے زیادہ ہمت نہیں کرسکا اور واپس آ گیا۔ جیکب اور سجاد فضلی تو مایوس تھے لیکن میں دوسرے دن کچھ نہ کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے جان کی بازی لگا کر اس آسیب زدہ کمرے کو دیکھنے کا فیصلہ کرلیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا۔ اس وقت وہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

میں اوپر کمرے کے پاس پہنچا۔ دروازے کو آزمایا وہ لاک نہیں تھا۔ بس اس کا تالا ذرا زنگ خوردہ تھا۔ میں نے ہمت کرکے لاک پر ہاتھ رکھا اور پوری قوت سے دروازہ کھول دیا۔ اندر سے کچھ عجیب سی آوازی ابھریں' جنہوں نے کچھ لمحے کے لیے تو میری دل کی دھڑکن تک بند کردیں تھی لیکن دوسرے لمحے میں نے ان آوازوں کو پہچان لیا اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اس عجیب و غریب مخلوق کو دیکھنے لگا۔ یہ بندر کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو مجھے دیکھ کر چیخ رہے تھے۔ کمرے میں مختلف اشیاء کے انبار لگے ہوئے تھے۔ پھٹے ہوئے کپڑے' کھانے پینے کی چیزیں' پرس' جوتے' میں یہاں کھڑے ہو کر صورت حال کا تجزیہ کرنے لگا اور یہ تجزیہ بڑا ہی دلچسپ تھا۔ یہ کمرہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ عقبی حصے میں ایک روشن دان کھلا ہوا تھا اور دوسری طرف ایک پتلی گلی تھی۔ اس گلی میں بجلی کا ایک پول لگا ہوا تھا جس پر لگی ہوئی لائٹ روشن دان سے اس کمرے تک پہنچتی تھی اور رات کو جب یہ لائٹ جلتی تو کمرہ خودبخود روشن ہو جاتا۔ سری لنکا کا ماحول' بندروں کی آزادی' یہ بندر اس کمرے میں بسیرا کرتے تھے اور دن کی روشنی میں کھانے پینے کی تلاش میں نکل جاتے تھے۔ یہاں انہوں نے اپنا پورا خاندان آباد کر رکھا تھا۔

رات کو یہاں آنے کے بعد وہی زر' زن اور زمین کا معاملہ شروع ہو جاتا تھا۔ بھاگ دوڑ' اچھل کود' لڑائی جھگڑا' بس ان ساری چیزوں نے مل کر اس گھر کو آسیب زدہ بنا دیا تھا۔ میری تو لاٹری نکل آئی۔ سارا دن میں نے ان روشن دانوں کو بند کرنے میں صرف کیا۔ بندر کے تین بچوں کو وہاں سے ہٹا کر سامنے گلی کے دوسری جانب والی چھت پر ڈال دیا اور وہ چی چی کرتے ہوئے بھاگ گئے۔ کمرے کی صفائی کی اور چھت کی صفائی کی اور ان ساری چیزوں کو صاف ستھرا کرنے کے بعد میں نے فضول چیزیں کوڑے کے ڈرم میں ڈالیں اور پھر تھوڑا سا ڈرامہ کیا' لیکن اپنے بدن کو زخمی کرلیا لیکن یہ زخم نہیں بس ایسے ہی نشان تھے۔ چہرے پر بھی کچھ نشان بنائے اور شام کو جب جیکب اور سجاد فضلی واپس آئے تو بندر کا حلیہ دیکھ کر چونک پڑے۔

''ارے یہ کیا؟'' سجاد فضلی نے پوچھا۔

''جنگ!''

''کیا مطلب؟''

''جنگ کا مطلب میرا خیال ہے جنگ ہی ہوتا ہے۔'' میں نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور وہ تشویش سے مجھے دیکھنے لگے۔

''خدا کے لیے مجھے بتاؤ تو کیا ہوا ہے؟''

''ایک خوشخبری ہے آپ لوگوں کے لیے۔''

''بھلا کیا؟''

''میں نے یہ گھر بھوتوں سے پاک کردیا ہے۔''

''اور تم زخمی ہوگئے ہو؟''

''زیادہ نہیں۔''

اس وقت تو ان لوگوں کو میری بات کا یقین نہیں آیا' لیکن اس رات پھر دوسری اور تیسری رات بھی کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تو وہ میرے مرید بن گئے۔ اور یہی معاملہ یہاں تک پہنچا ہے۔

''مطلب؟''

''یار سیدھی سی بات ہے اگر ہم سجاد فضلی کی یہ مشکل حل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو بڑی رقم ہاتھ آجائے گی۔''

''تو یہ معاملہ ہے؟''

''ہاں۔''

''یہ بندروں کی آوازیں نہیں ہیں۔''

''ہاں میں جانتا ہوں یار اور اس لیے میری ہوا کھسک رہی ہے۔ اگر واقعی یہاں کی صورت حال مختلف ہوئی تو عزت تو عزت جان بچانا بھی مشکل ہو جائے گی۔''

میرے دل میں اچانک ہی یہ سوال ابھرا کہ میں جمال یزدانی سے یہ سوال تو پوچھوں کہ میرے بھائی تو تو خیر اس طرح ان لوگوں کی نگاہوں میں ہیرو بن گیا' مگر شاہد

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بے چارے نے ایسا کیا کام کیا تھا جس کی وجہ سے تو اسے یہاں لا پھنسانے کا باعث بنا' لیکن بہرحال ایسی باتیں پوچھنے کے لیے نہیں ہوتیں اور پھر میرے لیے بھلا کیا مشکل تھا کہ میں ایک ایسے لمحے کے اندر اندر اس سارے جھگڑے سے نکل جاؤں' نہ تو سجاد فضلی' نہ ہی جمال یزدانی مجھے روک سکتے تھے لیکن اگر میں اپنے بدن کو چھوڑ دیتا تو لینے کے دینے پڑ جاتے اور وہ لوگ یہی سمجھتے کہ شاہد کی موت یہاں اس جگہ واقعہ ہوئی ہے۔ بہرحال تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر میں نے کہا:

''لیکن جمال' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم اس مسئلے میں کیا کہتے ہو؟''

''دیکھو ساری صورت حال تمہارے علم میں آ چکی ہے۔ شاہد' یوں سمجھ لو کہ نہ میں کوئی عالم ہوں نہ تم' ہاں ایک بات ہے کہ اگر ہم اس مسئلے کو حل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو مال اچھا خاصا ہاتھ آ جائے گا اور ضرورت تو بہرحال ضرورت ہوتی ہی ہے' ویسے تم کیا کہتے ہو؟ ایک نام آیا ہے ہمارے سامنے بابرشاہ' تمہارے خیال میں کیا یہ شخص اس پراسرار عمارت میں ہونے والے واقعات کا ذمہ دار ہو سکتا ہے' خاتون فاخرہ کے لیے۔''

''سوچنے کو تو بہت سی باتیں سوچی جا سکتی ہیں' خاتون فاخرہ بذات خود بھی اس کی ذمہ دار ہو سکتی ہے' ہم لوگ اس موضوع پر باتیں کرتے رہے کہ اچانک ہی باہر انتہائی بھیانک آوازیں شروع ہو گئیں اور ایسی بھیانک چیخیں محسوس ہوئیں کہ بہت سے انسانوں کو گردن کاٹ کر چھوڑ دیا گیا ہو اور وہ درد کی شدت سے تڑپ رہے ہوں۔ ایسی خوفناک حالت میں اچانک ہی ہمارے دروازے پر دستک ہوئی اور جمال یزدانی کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھا' بولنے کی کوشش کی لیکن اس کے منہ سے آواز تک نہیں نکلی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کے قریب پہنچ کر دروازہ کھولا تو سامنے سجاد فضلی کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے ہاتھ میں ٹارچ' چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے دانت بھینچتے ہوئے کہا:

''کیا تم میں سے کوئی میرا ساتھ دینے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ دیکھ رہے ہو' سن رہے ہو یہ آوازیں' انتہا ہو گئی ہے۔ اگر یہ کسی کی مجرمانہ سازش ہے تو آج میں اس سازش کو منظر عام پر لا کر رہوں گا۔ میری قوت برداشت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔''

جمال یزدانی اب بھی ساکت بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ایک نظر اس پر ڈالی اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ جمال یزدانی اس وقت قطعی اس قابل نہیں ہے کہ وہاں تک جائے۔ اس کی ساری دلیری ہوا ہو چکی ہے لیکن میں چونکہ اسی کے ساتھ آیا تھا اور میں چاہتا تھا کہ جمال یزدانی کی بے عزتی نہ ہونے پائے' چنانچہ میں نے کہا:

''کیا چاہتے ہیں مسٹر سجاد فضلی۔''

''وہ دونوں بزدل خوف سے کانپ رہے ہیں اور میرا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں' اگر تم میں سے میرا کوئی ساتھ دے تو آؤ ہم اس کمرے کی جانب چلتے ہیں۔ ذرا دیکھوں تو سہی کہ یہ خوفناک آسیب آخر ہے کیا بلا اور کیا بگاڑ لیتے ہیں میرا۔''

''چلو۔'' میں نے کہا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔

سجاد فضلی کچھ اس طرح غصے سے نظر آ رہا تھا کہ لگتا تھا کہ آج وہ ساری حدود پار کرے گا۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور دبے پاؤں اس کمرے کی جانب روانہ ہو گئے جس کے بارے میں ہمارا اندازہ تھا کہ آوازیں اسی کمرے سے آئی ہیں۔ ایک لمبی راہ داری اور سنسان غلام گردش کو عبور کر کے آخرکار ہم اس آسیب زدہ کمرے کی جانب پہنچ گئے۔ آوازیں یہاں انتہائی دہشت ناک طریقے سے آ رہی تھیں۔ کچھ لمحے کے لیے یہ آوازیں اسی طرح آتی رہیں اور ہم دھڑکتے دلوں سے سنتے رہے۔ پھر یہ آوازیں مدھم ہونے لگیں اور یوں لگا جیسے کوئی سسک سسک کر رو رہا ہو۔ سجاد فضلی نے ریوالور میری طرف بڑھایا اور بولا:

''تمہارا ریوالور تمہارے پاس موجود ہے۔''

''ہاں بالکل۔''

''میں ذرا یہ تالا کھولتا ہوں' اس نے آگے بڑھ کر تالا کھولا اور جیسے ہی تالے میں چابی گھومی' سسکیوں کی آواز بند ہو گئی۔ ہم آگے بڑھے اور کمرے میں داخل ہو گئے۔ اب ہر طرف ایک خوفناک سناٹا پھیل گیا تھا۔ کمرے میں مکمل خاموشی اور اندھیرا تھا' ٹارچوں کی روشنیاں چاروں طرف لہراتی رہیں' ماحول انتہائی بدنما اور لرزہ خیز تھا۔ ایک عجیب سی نحوست چاروں طرف برس رہی تھی۔ مکڑی کے بڑے بڑے جالے چھت کے قریب سرسراہٹیں جیسے کوئی چھت سے چپکا ہوا آگے بڑھ رہا ہو۔ ہم اس گہرے سناٹے میں ٹارچوں کی روشنی ادھر ادھر ڈالتے رہے کہ اچانک ہی ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ ایسی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھیانک کہ انسان اگر ان چیخوں کو برداشت کرے تو اسے انسان ہی نہ کہا جائے۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے دیواروں سے اچانک ہی لاتعداد چہرے نمودار ہوگئے ہوں۔ ان کی بھیانک زبانیں' سانپوں کی طرح لہرا رہی ہوں اور وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے ہوں۔ سجاد فضلی کے ہاتھ سے ٹارچ گرگئی اور وہ بری طرح دروازے کی طرف بھاگا۔

میں ایک لمحے تک وہاں رکا' لیکن یہ چیخیں کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھیں' بدن میں خون جیسے جم رہا تھا۔ سجاد فضلی جو شدید غصے کے عالم مین یہاں آیا تھا' ہمت ہار کر باہر نکل بھاگا تھا اور مجھے اس کی بزدلی پر غصہ آرہا تھا۔ کمبخت نے دل چھوڑ دیا تھا لیکن میں پھر آپ سے یہ تذکرہ کیے بغیر نہیں رہ سکوں گا کہ آپ میری اصل صورت حال کو جانتے ہیں۔ اگر بدروحیں میرے جسم کو نقصان پہنچا دیتیں تو میرا کیا بگڑتا' پھر اپنا جسم تو میرے گھر میں محفوظ تھا اور بدروحیں کم از کم روحوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں کیونکہ معاملہ برابر کا ہوجاتا ہے۔

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور اس کے بعد نفرت بھری نگاہوں سے کھلے دروازے کے باہر دیکھا۔ پتہ نہیں سجاد فضلی کہاں جا مرا تھا۔ بہرحال میں کمرے کے درمیان کھڑا ان آوازوں کو سنتا رہا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ آوازیں صرف آوازیں ہیں یا ان کے ساتھ ہی کچھ اور بھی ہے۔ چھت کے قریب ہونے والی سرسراہٹیں بھی ان آوازوں میں دب گئی تھیں۔ بہرحال میں دیر تک کھڑا حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ میں نے آنکھیں بند کرلی تھیں اور یہ سوچ رہا تھا کہ جب تک کوئی ہاتھ میرے بدن کو چھوئے گا نہیں' میں آنکھیں نہیں کھولوں گا اور ان آوازوں کو برداشت کرتا رہوں گا۔ یہ اندازہ اب بھی لگانا چاہتا تھا میں کہ اس مکان کے آسیب صرف چیخ و پکار کرتے ہیں یا کسی کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔

بہرحال یہ ایک دلچسپ تجزیہ تھا۔ خاص طور سے اس لیے کہ میں اپنے جسم سے بالکل بے فکر تھا۔ بہت دیر تک یہ آوازیں شور مچاتی رہیں اور میں خاموش کھڑا رہا۔ پھر جب مجھے یہ احساس ہوا کہ اب ان کی شدت میں کمی آگئی ہے تو میں آہستہ آہستہ سامنے والی دیوار کی جانب بڑھا۔ دیوار پر ہاتھ رکھ کر یہ اندازے لگائے کہ کہیں ان کے اندر مائیکروفون تو فٹ نہیں ہیں لیکن چند ہی لمحوں میں میں نے یہ محسوس کرلیا کہ یہ آوازیں

دیواروں کے اندر سے نہیں آرہیں' البتہ ایک اور خوفناک بات ہوئی وہ یہ کہ میرے پیروں کے نیچے فرش ٹیڑھا ہونے لگا۔ مجھے یوں لگا کہ جیسے کمرے کا فرش ایک طرف سے بلند ہوتا جا رہا ہے اور کمرہ ٹیڑھا ہونے لگا ہو۔ چیخیں انتہائی خوفناک ہوگئی تھیں۔ دوسری خوفناک بات یہ ہوئی کہ میرے ہاتھ میں روشن ٹارچ کی روشنی مدھم ہونے لگی جیسے اس کے سیل ختم ہوگئے ہوں۔ یہ دونوں چیزیں ناقابل یقین تھیں۔ میں گرنے لگا اور اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے میں نے اپنے جسم کو بیلنس کرنے کی کوشش کی۔ ٹارچ بجھ گئی تھی اور میں نیچے کی جانب کھسکتا چلا جا رہا تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ میں دروازے سے باہر نکل جاؤں۔ جیسے ہی میں دروازے کے باہر نکلا' اچانک ہی ایک زوردار قہقہہ بلند ہوا اور پھر یہ بھیانک قہقہے ایک کے بعد ایک بلند ہوتے رہے۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی میری شکست پر ہنس رہا ہو۔ پھر ایک دم گہری خاموشی طاری ہوگئی۔ بہت فاصلے پر مجھے کچھ انسانی سائے نظر آرہے تھے۔ آہستہ آہستہ میں ان کے قریب پہنچا تو اچانک ہی میری ٹارچ پھر سے روشن ہوگئی۔ یوں لگا جیسے اس میں نئی زندگی پڑ گئی ہو۔ جس جگہ وہ لوگ کھڑے ہوئے تھے' وہاں بھی انہوں نے روشنی کر رکھی تھی اور اس روشنی میں ان کے چہرے ہلدی کی طرح زرد ہو رہے تھے۔ یہ سجاد' جمال یزدانی' جواد اور رمضان تھے جو چاروں ساکت و جامد کھڑے غالباً میری زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ پھر میں ان کے قریب پہنچا تو سجاد فضلی نے کہا:

''آؤ..... براہ کرم میرے کمرے میں آؤ۔''

ہم سب اس کمرے کی جانب بڑھ گئے جہاں سجاد فضلی نے اپنا قیام رکھا ہوا تھا۔ اس بڑے اور وسیع کمرے کی دیواریں' چھت سیاہ پتھر کی بنی ہوئی تھی۔ یہاں انہوں نے ایک بڑا لیمپ روشن کر رکھا تھا۔ سجاد فضلی نے غصیلے انداز میں کہا:

''اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ میں اس کمرے کو کھدوا کر پھنکوا دوں۔ اس کی دیواریں' اس کا فرش' سب کچھ تباہ کردوں' میں' میں ہار نہیں مان سکتا۔ ہار ماننے کا مطلب ہے کہ میں فاخرہ سے شادی نہ کروں۔ وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے۔''

''جذباتی ہونے کی کوشش مت کریں مسٹر فضلی' بات کچھ اور بھی ہوسکتی ہے۔''

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں نے کہا۔

"تم اس کمرے میں گئے تھے کوئی اندازہ لگایا تم نے۔"

"صرف اتنا کہ یہ کام کسی انسان کا معلوم نہیں ہوتا اور شاید کمرہ کھدوانے کے بعد بھی یہ آوازیں بند نہیں ہوں گی۔"

میرے ان الفاظ نے ایک لمحے کے لیے وہاں خاموشی طاری کر دی تھی۔ پھر سجاد فضلی نے کہا:

"گویا کوئی حل نہیں ہے کہ میں اس عمارت کو دوبارہ آباد کر لوں۔ بس ایک بات میں بھی تم لوگوں کو بتا دوں میرے دوستو' خدا نے مجھے بہت کچھ دیا ہے اتنا کہ میں دس خاندان آباد کر لوں تب بھی اس میں کوئی فرق نہ پڑے۔ میں اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ تم لوگوں کو دینے کے لیے تیار ہوں' لیکن میں یہ بے عزتی برداشت نہیں کروں گا۔ میں اس عمارت کو نہیں چھوڑوں گا۔ اب تم لوگ یہ بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں سخت پریشان ہوں۔"

"سب سے پہلے ہمیں چائے تیار کروانی چاہیے کیوں رمضان۔"

"اس وقت میں کچن میں بالکل نہیں جاؤں گا' ہاں' چائے کے سامان کا بندوبست میں نے الگ کر رکھا ہے' یہیں بیٹھ کر چائے بنائی جائے گی۔ اگر آپ لوگوں کو اعتراض نہ ہو۔"

"بھلا چائے کا معاملہ اور کوئی اعتراض کرے' اچانک ہی باہر تیز ہوائیں چلنے لگیں یوں لگا تھا کہ جیسے مکان کے آسیب پوری طرح اس مکان میں کھیلتے پھر رہے ہوں' تیز ہواؤں کی سیٹیاں' جگہ جگہ سے ابھر رہی تھیں اور ادھر رمضان نے چائے کا بندوبست شروع کر دیا تھا۔ گیس اسٹوو جلا لیا گیا۔ پانی وغیرہ تمام چیزوں کا بندوبست یہیں تھا۔ برتن بھی موجود تھے۔ چائے کی پتی' دودھ' شکر پھر اچانک ہی باہر بادلوں کی گرج ابھری اور تیز بجلی چمکنے لگی۔ بہت دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا اور محسوس ہوا کہ جیسے بارش صبح تک بند نہیں ہو گی۔ چائے نے اس وقت جو مزا دیا تھا اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اچانک ہی مجھے کچھ خیال آیا کہ میں نے سجاد فضلی سے کہا:

"فضلی صاحب ایک بات تو بتایئے آپ نے اس مکان کی تاریخ تو معلوم کی ہوگی۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آخری بار یہ مکان کس کے قبضے میں تھا۔"

"میں بالکل نہیں جانتا اور شاید مشکل ہی ہو جائے کیونکہ تھوڑی سی تفصیلات مجھے خاتون فاخرہ سے معلوم ہوئی تھیں۔ یہ ان کے خاندان کا گھر تھا' لیکن آبادیاں یہاں سے دور ہٹ گئی تھیں۔ اس وقت سے یونہی پڑا ہے اور اس پر کسی نے کوئی دعویٰ نہیں کیا چنانچہ یہ حکومت کی تحویل میں چلا گیا۔"

"میں جاننا چاہتا تھا کہ یہاں جو قیمتی فرنیچر آپ نے نیچے سے نکلوا کر اوپر منگوایا ہے یہ کس نے خریدا تھا اور کس نے انہیں تہہ خانوں میں پہنچوایا؟"

"افسوس اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"میں اصل بات جو کہنا چاہتا تھا وہ یہ کہ کیا ان سارے معاملات کا تعلق ان تہہ خانوں سے تو نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے تہہ خانوں کے اندر کوئی ایسا بندوبست کیا گیا ہو۔"

سجاد فضلی پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا:

"میں نہیں جانتا' ممکن ہے ایسا ہو۔"

"ٹھیک ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم ان تہہ خانوں کا جائزہ لیں۔"

"ابھی چلنا چاہو تو ابھی چلو۔" سجاد فضلی نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"کیوں؟"

"تہہ خانوں میں جائیں گے اگر وہاں کہیں ہنگامہ ہوا تو آپ سب لوگ تو بھاگ آئیں گے مجھے وہاں چھوڑ کر۔"

سجاد فضلی میرے ان الفاظ سے شرمندہ ہو گیا تھا۔ کچھ لمحے وہ خاموش رہا پھر اس نے کہا:

"ہاں واقعی یہ ایک افسوسناک عمل ہے' جس پر میں خود کو معاف نہیں کر سکوں گا خود تمہیں اپنے ساتھ اپنی مدد کے لیے لے گیا تھا لیکن میں خود وہاں سے بھاگ آیا' یہ ایک اچھی بات نہیں تھی جو میں نے کی۔"

"ارے نہیں میں نے تو مذاق کیا ہے آج نہیں تو کل دن کی روشنی میں ہم تہہ خانے کو دیکھیں گے پھر اس کے بعد ہم نے ان سے اجازت لی۔

باہر بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ ہم دونوں اپنے کمرے میں آ گئے۔ جمال یردانی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے کہا:

''حقیقت تو یہ ہے شاہد کہ میں تو ہمت ہارتا جا رہا ہوں۔ یہاں کے معاملات تو واقعی بے حد سنسنی خیز اور پراسرار ہیں۔ میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔''

''فی الحال اپنے محسوسات کو پس پردہ ڈال کر آرام کی نیند سو جاؤ' ورنہ میں تو کم از کم صبح کو بیمار پڑ جاؤں گا۔''

پتہ نہیں جمال یزدانی سو گیا تھا یا نہیں لیکن مجھے نیند نہیں آ رہی تھی بلکہ بس ایک ہلکی سی غنودگی کا عالم مجھ پر طاری تھا۔ بہرحال اچانک ہی میں نے محسوس کیا کہ ایک شی.....شی کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ یہ آواز ایسی تھی کہ جیسے کوئی کسی کو مخاطب کرتا ہے۔ میں نے چونک کر آنکھیں پھاڑ دیں۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ دروازہ کھلا ہوا تھا جو ہمارے کمرے کا واحد دروازہ تھا اور جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بند کیا تھا۔ میں ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے کھلے دروازے پر نگاہ جما کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ دروازہ کس نے کھولا۔ میں نے حیرت بھرے انداز میں سوچا اور پھر ان حقیقتوں پر غور کرنے لگا جنہیں پراسرار نہ سمجھا جا سکے۔ باہر تیز ہوائیں چل رہی تھیں اور بارش بھی ہو رہی تھی۔ دروازے کا بولٹ ڈھیلا ہے ہو سکتا ہے ہوائیں آہستہ آہستہ دروازے پر دباؤ ڈالتی رہی ہوں اور آخرکار کنڈی کھل گئی ہو لیکن شی شی کی یہ آواز اور ان آوازوں کے بارے میں بھی جو اندازہ ہوا کہ وہ ہوا کی سرسراہٹیں ہو سکتی ہیں' لیکن پھر بے اختیار میری نگاہیں دروازے کی جانب اٹھیں تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی انسانی جسم دروازے کے سامنے سے گزرا ہو۔ ایک بار پھر اس طرح زمین پر پاؤں مار کر مجھے مخاطب کیا گیا جیسے پہلے کیا گیا تھا اور اب کوئی شبہ نہیں رہا کہ دروازہ بھی کسی نے کھولا ہے اور دروازے کے باہر بھی کوئی موجود ہے۔ میں نے اپنے قریب سوئے ہوئے جمال یزدانی کو دیکھا اور یہ تصور دل سے ختم ہوا کہ وہ جمال یزدانی ہو سکتا ہے' پھر کون سجاد فضلی' جواد یا رمضان' لیکن دیکھے بغیر چارہ کار نہیں تھا' چنانچہ میں بے آواز اپنی جگہ سے اٹھا اور آہستہ قدموں سے کھلے دروازے کی جانب چل پڑا۔ جب میں نے دروازے سے باہر قدم رکھا تو مجھ سے کوئی پندرہ گز کے فاصلے پر ایک انسانی جسم متحرک نظر آیا۔ شانوں سے لے کر پیروں تک سیاہ لباس میں ملبوس۔ وہ اس طرح وہاں کھڑا تھا جیسے وہاں کسی کا منتظر ہو۔ اس کے قد و قامت اور اس کے لباس سے کم از کم یہ اندازہ تو مجھے ہو گیا تھا کہ یہ ان تینوں میں سے کوئی نہیں ہے' یعنی سجاد فضلی' جواد فضلی یا رمضان۔ پھر یہ کون ہے؟ تجسس نے مجھے خوف سے بیگانہ کر دیا۔ ایک قدم آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ وہ سایہ بھی آگے چل پڑا ہے۔ ایک پراسرار انوکھا اور دلچسپ کھیل' جس کے اختتام کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کیا ہوتا ہے۔ میں نے قدم آگے بڑھا دیئے۔ نڈر اور بے خوف ہو کر' تجسس اب ہر احساس پر حاوی ہو گیا تھا اور میں ہر قیمت پر اب یہ جان لینا چاہتا تھا کہ یہ سب کیا ہے۔''

☆.....☆.....☆

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پراسرار سایہ اس طرح آگے بڑھ رہا تھا جیسے وہ میری رہنمائی کر رہا ہو اور میں بھی شاید اس کے سحر میں گرفتار تھا۔ تھوڑے بہت خوف کا احساس تو ہوتا لیکن میں ہر احساس سے بے نیاز اب اس سائے کا تعاقب کر رہا تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں بالکل اجنبی راستوں پر جا رہا ہوں حالانکہ اس عمارت کو میں نے کافی حد تک دیکھا تھا۔ لیکن اس وقت جن راستوں سے گزر رہا تھا وہ بالکل ہی نئے اور اجنبی معلوم ہو رہے تھے۔ وسیع و عریض راہداری جس کی دیواریں اور چھتوں کا رنگ سیاہ پڑ چکا تھا۔ لکڑی کے بنے دروازے اور اونچی اونچی کھڑکیاں۔ قریب و جوار میں چند کرسیاں، لیمپ اور کراکری کا کچھ سامان بھی نظر آ رہا تھا۔ دیواروں پر روغنی تصویریں جن کے رنگ اور نقوش مدھم پڑ چکے تھے۔ تصویروں کے گرد لمبی لمبی سیاہ موم بتیاں روشن تھیں اور ان کی جھلملاتی، کانپتی روشنی میں یہ تصویریں اور بھیانک نظر آ رہی تھیں۔ ان کے فریم بے حد خوبصورت اور مضبوط تھے۔ تقریباً 50 سے 60 فٹ لمبی اس راہداری کو عبور کرتے ہوئے میں نے یہ تمام عجیب و غریب چیزیں دیکھیں۔ میرے حواس بھی بحال تھے اور ہر طرح کا خوف میرے دل سے نکل چکا تھا حالانکہ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا لیکن اس کے باوجود ایک سحر زدگی کی کیفیت مجھ پر بے شک سوار تھی۔ یہاں تک کہ میں اس سفید سائے کو بھی بھول گیا جس کی وجہ سے میں نے اس تعاقب کا آغاز کیا تھا۔ یہاں جو چیزیں موجود تھیں انہیں دیکھ کر ہی میں سب کچھ بھول گیا۔

اچانک ہی میرے کانوں میں ایک عجیب سی آواز ابھری اور اس آواز نے مجھے ایک بار پھر ہوش و حواس کی دنیا میں لا پھینکا۔ میں چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ آواز سائے سے آ رہی تھی۔ یہ کوئی عجیب سے ساز کی آواز تھی۔ کانپتی، لمبی اور سریلی آواز لیکن اس میں ایک ردھم تھا۔ بجانے والا یقینی طور پر ماہر فنکار تھا کیونکہ چند ہی لمحوں کے بعد مجھ

پر خود فراموشی کی سی کیفیت چھانے لگی۔ جس طرح ناگ بین بجانے والے کے سامنے مست ہو جاتا ہے میرا بھی یہی حال تھا۔ رات کے اس ہولناک سناٹے میں کسی نامعلوم ہستی کے یوں ساز بجانے سے مجھ پر دہشت کے بجائے فرحت کا حملہ ہوا تھا۔ دل میں ایک عجیب سی خوشی پیدا ہو گئی تھی۔ میں آگے بڑھا اور اس دروازے تک پہنچ گیا جو سامنے نظر آ رہا تھا جیسے ہی میں دروازے کے قریب پہنچا دروازہ خود بخود کھل گیا اور اس سے روشنی نظر آئی لیکن یہ روشنی موم بتیوں کی نہیں تھی۔ دروازہ کھلتے ہی یوں معلوم ہوا جیسے ساز کی آواز پیچھے ہٹ گئی ہو۔ میں نے سامنے دیکھا اور ایک ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ لیکن اچانک ہی مجھے یوں لگا جیسے وہاں کوئی موجود ہو۔ روشنی کمرے کے تمام گوشوں کو منور کیے ہوئے تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ کمرہ صدیوں سے بند پڑا ہے۔ ساز کی آوازیں بند ہو گئیں تھیں۔ ایسا ہولناک سناٹا جو اعصاب کو چیرتا ہوا روح کو زخمی کیے دیتا تھا۔ آوازوں کے رک جانے سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی خوفناک واقعہ عمل میں آنے والا ہو۔ میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ اس خاموشی میں بھی کوئی راز چھپا ہوا ہے۔ اچانک ہی میرے دل میں شدت سے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ اعصاب شکن خاموشی دور ہو جائے اور وہی چیخنے چلانے کی آوازیں دوبارہ سنائی دیں۔

یہ خاموشی ان آوازوں سے زیادہ بھیانک اور پر خطر لگ رہی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آوازوں کے بغیر اس کمرے کی ہیبت کا احساس شعور کو نہیں ہوتا تھا، جو دل و دماغ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر بے اختیار میرے اندر جوش و خروش کی ایک ناقابل برداشت لہر نمودار ہوئی میں نے پستول جیب میں رکھا حالانکہ کمرے میں روشنی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے ٹارچ روشن کر لی اور پھر کمرے کی دیوار کے ساتھ ساتھ کمرے کا چکر لگانے لگا۔ میں نے پاگلوں کی طرح دیوار پر گھونسے مارے اور پیروں سے فرش بجایا لیکن دیواریں اور سنگین فرش کے اندر سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ جنوبی دیوار پر بہت بڑے آتش دان کے قریب کھڑکیاں نظر آ رہی تھیں، میں نے ان کھڑکیوں کے بند دروازوں کا معائنہ کیا لیکن کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوئی جو میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہاں کیا ہے؟ آتش دان میں جلی ہوئی لکڑیوں کا جلا ہوا برادہ بکھرا ہوا تھا، آتش دان برج سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔ میں نے اس میں گردن ڈال کر اوپر چمنی کی طرف دیکھا، چمنی بہت اونچی اور تاریک تھی، لیکن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

درمیان میں ایک موٹا سا رسہ لٹک رہا تھا۔ آتش دان کی دیوار کے ساتھ ساتھ لوہے کے کئی کڑے گھڑے ہوئے تھے۔ ان کڑوں میں دو دو فٹ لمبی زنجیریں بندھی ہوئی تھیں، میں حیران ہوگیا، اس زنجیروں اور کڑوں کا مقصد مجھے سمجھ میں نہیں آیا تھا، اسی عالم میں میں نے فیصلہ کیا کہ دن کی روشنی میں اس چمنی کا بغور جائزہ لوں گا۔ نجانے کیوں چھٹی حس یہ بتا رہی تھی کہ ان پراسرار آوازوں کا راز اس چمنی کے سینے میں چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ میری متجسس نگاہیں قرب و جوار کا جائزہ لیتی رہیں، پھر اچانک آتش دان کے اندر مجھے ایک اور چیز نظر آئی جس پر نظر ڈالتے ہی رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ یہ آتش دان راکھ کریدنے اور راکھ ہٹانے والی لوہے کی موٹی اور لمبی سلاخ تھی۔ اس کے ایک سرے پر بالکل تازہ خون جما ہوا تھا۔ میں اس پر جھک گیا اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ بہت دیر تک میں ہاتھ لگائے بغیر اسے جھک کر قریب سے دیکھتا رہا۔ خون نہ صرف ہتھی پر جما ہوا تھا بلکہ سلاخ کے نچلے اور درمیانی حصہ پر بھی موجود تھا۔ میں سوچ میں ڈوب گیا۔

کیا یہ سلاخ اس سے پہلے بھی یہاں پڑی ہوئی تھی لیکن اس پر تازہ خون کے دھبے کہاں سے آئے؟ یہ خون انسان کا ہے یا پھر؟ اسی قسم کے کئی سوال میرے ذہن میں بجلی کی مانند آئے اگر یہ سلاخ پہلے یہاں موجود نہیں تھی تو اسے کون یہاں لایا؟ اور وہ کمرے میں کس وقت اور کس راستے سے داخل ہوا؟ کیا اس چمنی کے راستے سے کوئی یہاں آتا ہے۔ یہ خون ممکن ہے ہم لوگوں کو جو یہاں اس عمارت میں اس وقت موجود تھے، خوفزدہ کرنے کے لیے اس سلاخ پر لگایا گیا ہو۔ اس احساس نے میرے ذہن میں کچھ اور کرید پیدا کردی، میں نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا تم لوگ جو کوئی بھی ہو دوستو! یہ سمجھ لو کہ تمہارے آخری لمحات قریب آگئے ہیں اور اب تم کم از کم مجھ سے نہیں بچ سکو گے سمجھ رہے ہو میں تم سے بالکل خوفزدہ نہیں ہوں۔ تم کوئی بھی ہو میرے سامنے آکر مجھ سے بات کرو۔ دیکھتا ہوں تم کس طرح یہاں کامیاب ہو سکتے ہو؟ اب جب میں اس عمارت میں آگیا ہوں تو تمہاری ہر سازش ختم کرکے ہی یہاں سے واپس جاؤں گا۔ میں نے جھک کر خون آلودہ سلاخ اٹھائی لیکن سلاخ کو چھوتے ہی جیسے خوفناک زلزلہ آگیا۔ کمرہ بھیانک آوازوں سے گونج اٹھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بے شمار بدروحیں خوفناک آوازوں کے ساتھ میرے اردگرد رقصاں ہوگئی ہیں۔ وہ چاروں طرف سے مجھ پر حملے کر رہی تھیں۔ میں

نے بے اختیار سلاخ فرش پر دے ماری۔ ایک خوفناک آواز آئی۔ جس جگہ سلاخ زمین پر گری تھی وہاں سے تازہ خون کا فوارہ ابل پڑا۔ ایسا لگا جیسے میں نے سلاخ زمین پر نہ ماری ہو بلکہ کسی کے سینے میں گھونپ دی ہو۔ خون کے اس فوارے کے بے شمار چھینٹے میرے پر پڑے تو میری اعصابی قوت ساتھ چھوڑ گئی اور دوسرے ہی لمحے میں نے کمرے سے باہر چھلانگ لگا دی۔ دروازے کے قریب پہنچا جمال یزدانی کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔

''کیا ہوا؟ کیا ہو گیا؟''

میں اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچا تھا۔

جمال یزدانی نے مجھے سنبھالا اور بولا۔ ''یہ رات میں تم اٹھ کر کہاں چلے گئے تھے؟''

''مجھے پانی پلاؤ۔''

''میں لاتا ہوں۔'' لیکن تم ؟

''پلیز مجھے پانی پلاؤ۔'' میں نے کہا اور جمال یزدانی پانی لینے کے لیے دوڑ گیا۔ اسے صورتحال کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ پانی پلانے کے بعد وہ جب میرے قریب آیا تو میں نے اس سے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہاری نیند خراب ہوئی۔''

''کیسی باتیں کرتے ہو؟'' میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ تم خود میری وجہ سے ان الجھنوں کا شکار ہوئے کہیں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔

''صرف مجھے؟'' بہرحال میرا مسئلہ تو بالکل مختلف ہے۔

''اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہوا کیا تھا؟''

''بس تم یہ سمجھ لو کہ میرے ذہن میں دیوانگی آگئی تھی''

''مطلب؟''

''میں اس کمرے کی تلاش میں گیا تھا۔''

''اکیلے۔''

''اور کیا۔''

''مجھے کیوں نہ جگایا؟''

''کیا فائدہ؟''

''کیوں فائدہ نقصان کیا معنی رکھتا ہے اگر تمہارے دل میں یہ خیال آیا تھا تو تم مجھے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جگا لیتے کیا یہ زیادہ اچھا نہیں ہوتا؟''

''خیر وہ ایک الگ بات ہے کہ کیا اچھا ہوتا ہے اور کیا برا ہوتا لیکن بہرحال میں اس کمرے میں داخل ہوگیا تھا۔''

''داخل ہوگئے تھے؟''

''ہاں۔''

''تو پھر؟''

''واقعی وہاں کی صورت حال بڑی عجیب وغریب ہے۔''

''تم نے واقعی اس وقت کمال کر ڈالا۔''

''کیوں؟''

''بھئی تم تنہا اس کمرے میں گئے اور وہ بھی رات کے اس پہر۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ جاتا تو۔ اچھا خیر چھوڑو یہ بتاؤ کہ وہاں تم نے کمرے میں کیا دیکھا؟''

''ایسی پراسرار انوکھی چیزیں جن کے بارے میں شاید میں خود بھی ابھی اندازہ نہیں لگا سکتا۔''

''مثلاً'' مجھے کچھ بتاؤ تو سہی پلیز اور جواب میں میں نے جمال یزدانی کو ساری تفصیلات سنا دیں اور پھر میں نے کہا کہ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ فراڈ ہے۔ یقیناً یہ کچھ ایسے لوگوں کا کام ہے جو یہ نہیں چاہتے کہ بیچارہ سجاد فضلی خاتون فاخرہ سے شادی کرے لیکن دوست اب ہونا وہی چاہئے جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔

سجاد فضلی کو خاتون فاخرہ سے شادی کرنا ہوگی اور ہم یہ سب کچھ کریں گے۔ ان لوگوں کو اس بارے میں بتانا چاہئے۔

''کیوں؟''

''اس میں کیا حرج ہے؟''

''چلو ٹھیک ہے جیسے تم مناسب سمجھو ویسے وہ لوگ جاگے نہیں ہیں۔''

''یہ اچھی بات ہے۔''

دوسری صبح ناشتے کی میز پر میں نے سجاد فضلی کو ساری کہانی سنائی تو وہ دنگ رہ گیا۔ رمضان تو تھر تھر کانپنے لگا۔

جواد فضلی نے کہا کہ تم بے انتہائی بہادر آدمی معلوم ہوتے ہو دوست۔

میں نے بھائی صاحب سے یہی کہا تھا کہ یہ شخص مجھے بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے یہ ہمارے کام آجائے لیکن اس کے باوجود تمہیں اس طرح خطرے کا سامنا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

میں نے جو کچھ کیا ہے یا نہیں کیا۔ ''لیکن آؤ کیا تم لوگ اس کمرے میں جانے کی ہمت کرو گے؟''

''کیوں نہیں۔''

تو آؤ پھر میں تمہیں اس سلاخ کے ٹکڑے اور زمین سے ابلنے والا خون دکھاؤں۔

وہ میرے ساتھ چل پڑے تھے میں نے بہادری کے ساتھ آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ کھولا تو کمرہ پہلے کی طرح صاف اور خالی تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہاں نہ خون تھا' نہ سلاخ تھی۔ بلکہ ایسا لگتا تھا جیسے یہاں کوئی آیا ہی نہ ہو۔ سلاخ آتش دان کے اندر پڑی ہوئی تھی لیکن اس پر نہ خون کے دھبے تھے نہ وہ ٹوٹی ہوئی تھی۔ بڑی عجیب شرمندگی بھی ہوئی اور میں سخت پریشان ہوگیا۔ سجاد فضلی، جواد سب لوگ چند لمحات تو وہاں کھڑے رہے۔ پھر سجاد فضلی نے کہا آؤ واپس چلتے ہیں، میں باہر نکلا تو میرے ذہن پر ایک عجیب سا تردد سوار تھا۔ میں باہر آنے کے بعد شرمندگی سے ان لوگوں کو دیکھنے لگا تو سجاد فضلی نے کہا۔

''ہم جن حالات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان میں اس واقعہ کا اس طرح ہوجانا حیرانی کا باعث نہیں ہے تم اس پر زیادہ توجہ نہ دو اور اپنا دل خراب نہ کرو۔'' پھر ساڑھے دس بجے کے بعد ایک شخص اس عمارت کے دروازے کے پاس کھڑا نظر آیا۔ سہما سہما ڈرا ڈرا اندر پہنچا تھا۔ اس وقت ہم عمارت کے برآمدے میں ہی موجود تھے۔ آنے والے نے سجاد فضلی کو سلام کیا تو سجاد فضلی بولا۔

''ہاں رحیم خان کیا بات ہے؟''

''صاحب جی بی بی صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔'' دوپہر کا کھانا آپ ان کے ساتھ ہی کھائیے۔

''اوہو! اچھا ٹھیک ہے۔'' تم جاؤ میں آجاؤں گا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"جواد صاحب کو بھی بلایا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں جواد صاحب بھی آئیں گے۔" سجاد نے کہا اور ملازم چلا گیا۔ تب سجاد نے کہا فاخرہ اکثر لوگوں کی دعوت کرتی رہتی ہے۔ وہ اس بات پر ہم سے سخت ناراض ہے کہ ہم خطرہ مول لے کر اس مکان میں کیوں رہ رہے ہیں۔ اس کے تاثرات بڑے عجیب ہیں۔ اپنا خاندانی مکان ہونے کی وجہ سے اس سے محبت بھی کرتی ہے لیکن بہرحال یہاں ہونے والے واقعات اور حالات سے کبھی کبھی خوفزدہ بھی ہو جاتی ہے بہرحال وہ دونوں تیار ہو کر نکل گئے اور رمضان سے کہہ گئے کہ وہ ہمارے کھانے پینے کا بندوبست کرے۔ رمضان باورچی خانے میں چلا گیا تو میں نے جمال یزدانی کی طرف دیکھا اور کہا۔ "کیا خیال ہے یزدانی ہم اپنا کام شروع کریں۔"

یزدانی کے اندر ایک ہچکچاہٹ سی تھی۔ اس نے کہا۔

"کس طرح؟"

"مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے جمال جیسے تم ان حالات اور واقعات سے بددل ہوتے جا رہے ہو۔"

جمال نے فوراً ہی جواب نہ دیا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کچھ امید ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تو ٹھیک ہے۔" میں بس یہ سوچ رہا ہوں کہ کہیں صورتحال کوئی مشکل شکل نہ اختیار کر جائے۔

اب جو کچھ ہوگا دیکھا جائے لیکن ابھی تک میں مکمل طور پر اس بات پر اتفاق نہیں رکھتا کہ یہ سب کچھ آسیبی کارنامے ہیں۔

"تو پھر۔"

آؤ ذرا جائزہ لیتے ہیں اور اس کے بعد وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ عمارت کے اردگرد کوئی آبادی، کوئی بستی نہیں تھی۔ دور دور تک کوئی انسان ادھر ادھر نظر نہیں آتا تھا، نزدیک ترین بستی جس میں فاخرہ رہتی تھی یعنی ریاض پور یہاں سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ ہمیں اس عمارت کی صحیح تاریخ کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا جیسا کہ یہ بات معلوم

ہوئی تھی کہ یہ عمارت فاخرہ کے بزرگوں کی تھی لیکن پھر بھی اس کے بارے میں اور بھی تھوڑی بہت معلومات ملنی چاہئے تھیں۔ کوئی ایسی عمر رسیدہ شخصیت جو یہاں بہت پہلے سے رہتی ہو، اس سے معلومات حاصل ہوں تو کچھ کام بنے۔ رمضان نے دوپہر کا کھانا تیار کر دیا۔ میں نے اور جمال یزدانی نے اپنے ہی کمرے میں کھانا کھایا اور اس کے بعد میں نے جمال یزدانی سے کہا۔ "کیا خیال ہے دوست ہمت کرنی ہے؟"

"کک کیسی ہمت؟" جمال یزدانی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"یار کمال ہے اس سے پہلے تو میں نے تمہیں اتنا بزدل نہیں دیکھا۔"

"بس یوں سمجھ لو کہ ان حالات سے نجانے کیوں میری طبیعت کچھ الجھی الجھی سی ہے۔"

"آؤ ذرا اس کمرے کی چھت پر دیکھتے ہیں میں نے تمہیں چمنی کے بارے میں بتایا تھا نا۔"

"ہاں۔" تو پھر آؤ اور اس کے بعد ہم دونوں نے کمرے کی چھت پر جانے کا راستہ تلاش کیا۔

راستہ نہیں ملا۔ البتہ ایک سیڑھی دستیاب ہوگئی جس کو لگا کر ہم کمرے کی چھت پر پہنچ گئے اور اس کے بعد خوب اچھی طرح دور دور تک اس پوری عمارت کی چھتوں پر دیکھا لیکن وہاں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی۔ اوپر پہنچنے کے بعد میں نے چمنی کے اندر جھانکا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ آواز کدھر سے آتی ہے۔ اگر یہ آواز کسی مشین سے سنائی دیتی تو وہ مشین آخر کہاں چھپائی جا سکتی ہے؟ سلاخ سے خون کا نکل آنا ایسی کوئی مشکل بات نہیں تھی، کوئی بھی شوخی باز ایسی چیزیں تیار کر سکتا تھا۔ زمین کے نیچے کوئی ایسی چیز دبائی گئی ہو جس سے خون ابل پڑے لیکن بہرحال یہ سارے احساسات کچے تھے اور ان کے بارے میں زیادہ اعتماد کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ میں نے جمال یزدانی سے کہا۔

"کیا کہتے ہو اس بارے میں؟"

"میں تو بس دیکھ رہا ہوں۔" مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی بہت ہی اچھا ماہر جاسوس روحوں کی نگرانی کر رہا ہو اور پراسرار آدمیوں کے خلاف کام کر رہا ہو۔ ویسے یار ایک بات کہو۔ کاروبار کتنا اچھا ہے، تم نے سڑکوں پر بڑے بڑے بورڈ لگے دیکھے ہوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گے، لوگ باقاعدہ کاروبار کرتے ہیں حالانکہ ہمیں کاروبار کی ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی ایک دلچسپ مشغلہ تو ہوسکتا ہے، یہ روحانی جاسوسی کے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟

میں ہنس پڑا۔ نجانے کیوں میرے ذہن میں ایک سی آواز ابھری تھی اب جبکہ مرشد نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور مجھے اجازت دی تھی کہ میں خود آگے بڑھ کر اس تمام صورتحال کا جائزہ لوں اور اپنے آپ کو ایسی شخصیتوں میں ڈھال کر تجزیہ کرتا رہوں تو کیوں نہ واقعی جمال یزدانی کے کہنے کے مطابق عمل کیا جائے۔ جمال یزدانی اگر مجھے شاہد سمجھتا ہے تو سمجھتا رہے۔ اس روپ میں بھی کیا برا ہو بلکہ مجھے تو صرف ان حالات کے بارے میں اندازہ لگانا ہے۔ جمال یزدانی نے مجھے خاموش دیکھ کر کہا۔

''کیوں کیا بات ہے کیا ہوا؟''

نہیں واقعی میں تمہاری تجویز پر غور کر رہا ہوں۔ کیا تم یقین کرو گے شاہد کہ میں کتنی بار اس انداز میں سوچا۔

''کس انداز میں؟''

''یہی کہ اگر ہم یعنی میں ایسا کوئی کاروبار شروع کروں۔'' اصل میں بس ایک خرابی ہے بے شمار دھوکے بازوں نے یہ کاروبار شروع کر دیا ہے اور لوگوں کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہم بالکل ایسا نہیں کریں گے بلکہ کوشش کریں گے کہ مختلف لوگوں کے کام آئیں۔ ان کے سنگین حالات معلوم کر کے ان کی مدد کریں۔ کیسا رہے گا یہ سب کچھ۔

''میرے خیال میں خاصا اچھا۔''

''ملاؤ گے ہاتھ۔''

بشرطیکہ یہاں سے زندہ بچ کر واپس جاسکیں۔

''ارے واہ! اس کا کیا سوال ہے۔'' اچھا یہ بتاؤ، خیر چھوڑو، اچانک ہی وہ خاموش ہوگیا۔ میں اسے دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا کچھ پوچھ رہے تھے نہیں یہ سب بعد کی باتیں ہیں، واقعی بعد میں ہم اس موضوع پر بات کریں گے۔

''ٹھیک ہے میں ایک بات اور سوچ رہا ہوں؟''

''کیا؟'' اس نے سوال کیا۔

''یہاں ریاض پور میں ہمیں کوئی ٹیپ ریکارڈ مل سکے گا؟''

''ٹیپ ریکارڈر۔''

''ہاں! میں اس کمرے میں ہونے والی آوازیں ریکارڈ کرنا چاہتا ہوں۔''

''میرا خیال ہے سجاد فضلی آسانی سے ٹیپ ریکارڈر فراہم کر دے گا۔''

''ٹھیک ہے ایسا کرتے ہیں۔'' اور اس کے بعد ہم نے اپنا یہ سلسلہ ترک کر دیا اور آرام کرتے رہے۔ شام کو چار بجے کے قریب سجاد فضلی اور اس کا بھائی واپس آگئے۔ سجاد فضلی بہت خوش نظر آرہا تھا۔ کہنے لگا۔

''دوستو! میں بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے کر آیا ہوں.....''

''وہ کیا؟'' اصل میں فاخرہ کو مطمئن کر دیا ہے اور کہا ہے کہ بہت جلد اس آسیب زدہ مکان کی مرمت شروع کرا دوں گا۔ میں نے آسیب زدہ مکان کی روحوں پر قابو پالیا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ روحیں وغیرہ کچھ نہیں ہیں بلکہ کچھ ایسے وہم پیدا ہوگئے ہیں جن کی بنا پر اس مکان کو آسیب زدہ سمجھ لیا گیا ہے۔ میں سارا کام ٹھیک کر دوں گا۔

''ویری گڈ۔''

''ویسے آپ کو طلب کیوں کیا گیا تھا؟''

اصل میں فاخرہ بھی بیچاری بری طرح تنہائی کا شکار ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ہم دونوں جلد شادی کرلیں۔ تاکہ اس کے بعد حالات پرسکون ہو جائیں۔ میں نے بھی اس بات کا وعدہ کرلیا ہے۔ کیا آپ سے اس نے یہ بھی کہہ دیا ہے۔ میرا مطلب ہے خاتون فاخرہ سے شادی کے بعد آپ اسی مکان میں رہیں گے؟

''ہاں کیوں نہیں۔'' لیکن آپ نے یہ وعدہ زیادہ جلد بازی میں نہیں کرلیا۔

''دیکھ لیں گے شادی تو ہو جائے۔'' اگر ہم اس مکان میں گزر بسر نہ کر سکے تو کہیں اور بندوبست کرلیں گے۔ ویسے نجانے کیوں مجھے اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ آپ ضرور ان آوازوں پر قابو پالیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بس یہی وہ آوازیں ہیں جو ہمیں خوفزدہ کرتی ہیں ورنہ باقی تو اور کوئی بات نہیں ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ آوازوں کا سراغ لگالیں ویسے آپ سے کچھ چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ مثلاً ٹیپ ریکارڈر،

''ٹیپ ریکارڈر۔''

''ہاں۔''

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اتفاق ہے کہ ٹیپ ریکارڈ بمعہ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ میرے سامان میں موجود ہے۔" اصل میں موسیقی کا شوقین ہوں اور کچھ خاص قسم کی چیزیں اپنے ساتھ رکھتا ہوں لیکن کیا کروں یہاں تو صورتحال ہی کچھ ایسی پیش آگئی ہے کہ میں یہ سب کچھ نہیں کر سکا۔ میں ٹیپ ریکارڈر آپ کو فراہم کردوں گا۔

آپ مجھے دے دیجئے اور اس نے اپنے سامان میں سے وہ قیمتی ٹیپ ریکارڈ نکال کر مجھے دے دیا۔ یہ بہت چھوٹا اور اس کے کیسٹ بھی بہت چھوٹے تھے دراصل نئی چیز تھی۔ اتنی طاقتور کہ بجلی کے بغیر بھی بیٹری سے چلا کر دور دور کی ریکارڈنگ کی جاسکتی تھی اب اس کے بعد ہمیں رات کا انتظار تھا اور ہم یہ سوچ رہے تھے کہ کب یہ آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ رات تقریباً 11 بجے کا وقت تھا کمرے سے رونے کی ہلکی ہلکی آوازیں اٹھیں، پھر آہستہ آہستہ بلند ہوتی چلی گئیں۔ ہم نے فوراً ٹیپ ریکارڈر آن کرلیا ٹارچیں روشن کیں اور کمرے کی طرف دبے پاؤں چل دیئے۔ وہاں پہنچتے رونے کی آوازیں لرزا خیز چیخوں میں تبدیل ہوگئیں تھیں اور اس گہرے سناٹے میں دور دور تک سنی جاسکتی تھیں۔ البتہ یہ بات میرے علم میں آگئی تھی کہ یہ آوازیں کتنی ہی تیز کیوں نہ ہوں کہ انہیں اس عمارت کے اندر رہنے والے ہی سن سکتے ہیں اور اس کے باہر یہ آوازیں کوئی بھی نہیں سن سکتا تھا، چاہے وہ عمارت کی دیوار کے پاس ہی کیوں نہ ہو۔ ٹیپ ریکارڈر آن کردیا گیا اور اس کے ایک ڈائل سے سبز روشنی تھرتھرا رہی تھی، اس کا مطلب تھا کہ آواز ریکارڈ ہو رہی ہے۔ کافی دیر تک یہ آوازیں ابھرتی رہیں اور ہم انہیں ٹیپ ریکارڈر پر ریکارڈ کرتے رہے۔ پھر آوازیں اچانک بند ہوگئیں اور اعصاب شکن سناٹا فضا میں پھیل گیا۔ ایک لمحے تک ہم سوچتے رہے۔ پھر میں نے سب کو واپسی کا اشارہ کیا اور اس کے بعد ہم اس بڑے کمرے میں پہنچ گئے جو سجاد فضلی کا کمرہ تھا۔ ٹیپ ریکارڈر بیٹری سے چل رہا تھا اور بالکل فٹ حالت میں تھا چنانچہ ٹیپ کو ریوائنڈ کیا گیا اور اس کے بعد ہم نے اسے آن کیا، پھر انتہائی دہشت ناک صورتحال سامنے آگئی۔ ٹیپ ریکارڈر پر کوئی آواز نہیں ابھر رہی تھی، سب لوگوں کے چہرے پسینوں پسینوں ہوگئے۔ جواد فضلی نے کہا۔

"ممکن ہے۔ ٹیپ ریکارڈ خراب ہو؟"

"نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"وہ سبز روشنی جو اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ آواز ٹیپ ریکارڈ ہو رہی ہے جل رہی تھی۔"

"تو پھر کوئی آواز ریکارڈ کیوں نہیں ہوئی؟"

"سمجھ میں نہیں آتا۔" ایک منٹ تجربہ کرکے دیکھ لیا جائے۔

سجاد فضلی بولا۔

"وہ کیسے؟"

"ٹیپ ریکارڈر آن کرو۔ ہم لوگ جو باتیں کر رہے ہیں وہ ریکارڈ ہونی چاہئیں۔"

اس بات پر عمل کیا گیا اور ہم لوگ یونہی الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے۔ پھر جب کیسٹ ریوائنڈ کرکے دیکھا گیا تو ہماری آوازیں بالکل صاف اور واضح ریکارڈ ہوئیں تھیں اور صورتحال بالکل سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن اس کیفیت کا سب سے زیادہ اثر سجاد فضلی پر ہوا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ بدروحوں کے نہ تو سائے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی آواز ریکارڈ کی جاسکتی ہے۔

"میرے خدا!" اس کا مطلب ہے کہ اف یہ تو واقعی آخری بات ہے۔ اب بھی اگر ہم یہ سوچیں کہ ایسا کوئی عمل نہیں ہے یہاں تو واقعی حماقت ہے۔ اس کے بدن میں تھرتھراہٹ پیدا ہوگئی، آواز بھنچنے لگی۔

میں نے اور جمال یزدانی نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"کیا ہوا مسٹر سجاد فضلی؟"

"اب، اب میری ہمت، میری ہمت اب جواب دے رہی ہے۔"

"نہیں مسٹر فضلی ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔"

"آپ خود کو سنبھالیے۔"

"میں، میں نہیں سنبھال سکتا۔" اس کے دانت بجنے لگے اور جسم کا تمام خون چہرے پر جمع ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ اس پر غشی کی کیفیت طاری ہونے لگی۔

جواد فضلی نے کہا یہ تو خطرناک علامت ہے۔ ہم انہیں یہاں سے لیے چلتے ہیں۔

"نہیں بالکل نہیں۔" میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

''مجھے تنہا چھوڑ دو۔ پلیز، پلیز میں تنہا رہنا چاہتا ہوں۔''

بہرحال اس پر غشی طاری ہوتی چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس کا سارا وجود بخار میں پھنکنے لگا لیکن جب بھی ہم اسے یہاں سے لے جانے کی بات کرتے وہ فوراً ہوش میں آجاتا اور شدت سے اس کی مخالفت کرتا۔ صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور سجاد فضلی جاگ گیا۔ وہ لوہے کے ٹکڑے کی طرح تپ رہا تھا اور ہم اس کی جانب سے تشویش کا شکار تھے۔

جواد نے کہا۔ ''میرا خیال ہے ہم بھائی جان کی بات نہیں مانتے، انہیں ہسپتال لے جانا ضروری ہے۔''

''میں نے تم سے ایک بار کہہ دیا کہ میں ہسپتال نہیں جاؤں گا۔ البتہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔'' سجاد فضلی بولا۔

''ہاں بتاؤ''

''تم اسے بلا لاؤ خاتون فاخرہ کو یہاں بلا لاؤ۔'' میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرنا۔ اگر اس کے برعکس تم نے کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔

''ٹھیک ہے میں چلا جاتا ہوں۔'' کہیں عجیب سی کیفیت نہ ہو جائے اس کی۔

''میں چلا جاتا ہوں ویسے بھی مجھے فاخرہ کو اطلاع دینا ضروری ہے کیونکہ وہ میری ہونے والی بھابھی ہے۔''

ہوسکتا ہے سجاد فضلی فاخرہ کی بات پر یہاں سے جانے کے لیے تیار ہو جائے۔ ''تم لوگ ذرا اس کا خیال رکھنا۔''

''ٹھیک ہے میں خیال رکھوں گا۔'' رمضان کو ہم نے سجاد فضلی کے پاس چھوڑ دیا اور میں جمال یزدانی کو لے کر اس کے کمرے سے باہر نکل آیا۔

''اب کیا کہتے ہو؟'' میں نے سوال کیا۔

''ایک بار کا تم یقین کرو یا نہ کرو میں تو بڑی سنسنی کا شکار ہو گیا ہوں۔''

''ڈر رہے ہو؟''

''دیکھو بلاوجہ بہادر بننے کی کوشش نہیں کروں گا۔'' خوف تو انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے، کیا تمہیں حالات بہت زیادہ سنگین نظر نہیں آرہے۔''

''میں بھی یہی کہنے کے لیے تمہیں کمرے سے باہر لایا ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' جمال یزدانی نے سوال کیا۔

''سجاد فضلی کی کیفیت بالکل بہتر نہیں ہے مجھے تو کچھ عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔''

''کیسا احساس؟''

''خوفزدہ تو نہیں ہو جاؤ گے؟''

''نہیں بالکل نہیں مجھے تو لگ رہا ہے جیسے سجاد فضلی اپنی اصل آواز میں نہیں بول رہا ہو۔''

''اصل آواز میں ہاں یار کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''وہ کسی خاص کیفیت کا شکار معلوم ہوتا ہے۔''

''ارے باپ رے باپ تو تمہارا مطلب ہے کہ۔''

''میں نے کہا نا ڈرو گے نہیں اور تمہارا ہکلانا اس بات کی علامت ہے کہ تم ڈر رہے ہو۔''

''نہیں ڈر تو نہیں رہا ہوں۔'' لیکن، لیکن اب کیا ہوگا؟

''دیکھو کیا ہونے والا ہے؟'' اس کے بعد ہم نے خود ہی ناشتے وغیرہ کی چیزیں تلاش کیں اور اپنا پیٹ بھر لیا۔ چائے اور کچھ سلائس ہم نے رمضان کو بھی دیئے اور اس نے ہمارا شکریہ ادا کیا۔ سجاد فضلی گہری نیند سو رہا تھا اور اس کا تھرتھراتا ہوا جسم اب ساکت ہو گیا تھا۔ میں بھی رات بھر کا جاگا ہوا تھا میں نے جمال سے کہا کیا چاہتے ہو جمال سونا ہے۔ یقین کرو شدید نیند محسوس کر رہا ہوں۔ میرا بدن بھی کچھ ایسا لگ رہا ہے جیسے بخار آتا ہے نا بخار کی سی کیفیت ہو رہی ہے۔

''رمضان تم یہاں موجود ہو۔''

''جی صاحب۔'' آپ بے فکر ہو کر سو جائیں۔ میں یہاں موجود ہوں۔ رمضان نے ہمت سے جواب دیا اور ہم دونوں وہاں سے واپس آگئے۔ اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد ہم بستروں پر لیٹ گئے۔ جمال یزدانی نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ ''شاہد سو رہے ہو تم؟''

''ہاں۔'' شاید سو جاؤں۔

''کیا خیال ہے کیا ہم ان حالات سے نمٹ سکتے ہیں؟''

''جناب تھوڑا سا وقت گزرا ہے آپ نے ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کی بات کی ہے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

جہاں آپ لوگوں کی روحانی مشکلات دور کریں۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ اور روحانی مشکلات دور کرنے کے لے بڑی مار کھانی پڑتی ہے، بڑے خطرناک حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہمیں تو وظیفے وغیرہ بھی نہیں آتے جن سے لوگ جنات پر قابو پا لیتے ہیں۔"

"ہاں آتے تو نہیں ہیں لیکن تھوڑی بہت سی کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"میں یہاں کی بات کر رہا تھا کیا خیال ہے تمہارا۔"

"یہ آسیب زدہ مکان ہے۔" میرا خیال ہے تھوڑا سا وقت اور انتظار کر لیا جائے۔ ہر راز کا ایک پہلو ہوتا ہے اور کھل کر سامنے آتا ہے۔

"پتہ نہیں کیا حال ہے اس کا؟"

"لیں دیکھ لیتے ہیں۔" پھر جب ہم دونوں باہر نکلے تو ہم نے محسوس کیا کہ آسیب زدہ مکان میں تھوڑی سی رونق ہے۔ رمضان چائے کی ٹرے لیے ہوئے جا رہا تھا اور سجاد فضلی کے کمرے سے جواد فضلی باہر آ رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ مسکراتا ہوا ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"کہو آسیبوں کے ساتھ کیسی گزر رہی ہے؟"

"ٹھیک ہوں تم بتاؤ خاتون فاخرہ کی کیا صورتحال رہی؟"

"بے موت ماردی گئی ہے بیچاری۔" جواد فضلی نے ہنس کر کہا اور ہم دونوں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"مطلب؟" بڑے دل گردے کا کام ہے عشق کرتو لیا جاتا ہے لیکن عشق کو نبھانا اصل مسئلہ ہے۔ خاتون جس کیفیت میں یہاں آئی ہیں اس سے دو ہی باتیں ظاہر ہوتی ہیں یا تو عشق کامل ہوگا یا پھر بھاڑ میں جائے لیلیٰ تیری والی بات ہوگی اور خاتون فاخرہ یہاں سے بھاگ جائیں گی میں اور جمال یزدانی ہنس پڑے۔

جواد کا کہنا کچھ اس طرح کا تھا کہ خود بخود ہنسی آجائے۔ تاہم میں نے تفصیل پوچھی تو جواد نے کہا۔ "خاتون کسی قیمت پر اس آسیب زدہ مکان میں آنے کے لیے تیار نہیں تھیں لیکن جب میں نے انہیں بتایا گیا کہ سجاد فضلی کی حالت بہت خراب ہے تو وہ سوچ میں ڈوب گئیں غالباً فیصلہ کر رہی تھیں کہ زندگی زیادہ قیمتی چیز ہے یا عشق؟" لیکن دنیا داری بھی کوئی چیز ہوتی ہے' آ گئی ہیں۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اوہو کہاں ہیں؟" اندر ہیں۔

ویسے ریاض پور کے ایک قابل حکیم کو بھی لایا ہوں۔ حکیم صاحب کے بارے میں بڑی بڑی باتیں سنی ہیں۔ بڑا لطیفہ ہوا اصل میں یہ کہ حکیم صاحب خاتون فاخرہ کے مقروض ہیں۔ نیاز مند ہیں بلکہ لگتا تو یہ ہے کہ خاتون فاخرہ کی وجہ سے ان کی روزی روٹی چل رہی ہے، بڑی مشکل سے یہاں آنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔

"کہاں ہیں؟"

"اندر۔"

"اور خاتون فاخرہ؟"

"وہ بھی اندر ہیں۔" اور سجاد صاحب کی تیمار داری کی جا رہی ہے، ابھی میں نے چائے اندر بھجوائی ہے۔

"ہاں میں نے رمضان کو اندر جاتے ہوئے دیکھا ہے۔"

پھر جواد میں اور یزدانی بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم اندر چل پڑے۔ میں نے پہلی بار خاتون فاخرہ کو دیکھا۔ پختہ عمر کی مالک لیکن بہت ہی پرکشش عورت تھیں اور جب پہلی بار اس سے تعارف ہوا تو اس نے گردن خم کر کے ہمیں سلام کیا۔ سجاد فضلی شاہد اس کے آجانے کی وجہ سے خاصی بہتر کیفیت کا حامل ہوگیا تھا۔ خاتون فاخرہ کے آجانے کے بعد ویسے بھی آپ کو ٹھیک ہو جانا چاہئے۔ ہم نے مسکراتے ہوئے کہا اور سجاد فضلی بھی مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔ میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا' ایسا ہے۔ ویسے خاتون فاخرہ آپ یہاں قیام کریں گی یا جانا چاہتی ہیں؟

نہیں میں تو سجاد سے کہہ رہی ہوں کہ یہاں سے چلیں۔ لعنت بھیجیں اس منحوس عمارت پر ہم یہاں نہیں رہیں گے۔

"ایسا نہ کہو اب جبکہ تم نے مجھے یہ بتا دیا ہے فاخرہ کہ یہ تمہاری خاندانی عمارت ہے تو پھر میرے لیے بھی ضروری ہوگیا ہے کہ میں اس سے محبت کروں۔" ہم ایسے یہاں سے نہیں جائیں گے۔

مگر میں تمہیں اس عالم میں چھوڑ کر جانا بھی نہیں چاہتی۔

"البتہ اگر آپ لوگوں کو زحمت نہ ہو تو مجھے آپ ضرور واپس بھجوا دیجئے۔" اس بار حکیم

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

صاحب نے کہا۔ جن کا نام حق نواز تھا۔

''حق صاحب آپ کا بے حد شکریہ۔'' واقعی آپ کو جانا چاہئے۔

''کیوں فاخرہ رہیں گی میرے ساتھ؟''

''ہاں میں اس طرح نہیں جاؤں گی۔'' خاتون فاخرہ نے کہا۔

''تو ٹھیک ہے جواد حکیم صاحب کو چھوڑ آئیں گے۔''

میری نگاہیں ان بزرگ حکیم کو دیکھ رہی تھیں۔ لمبی سفید داڑھی عمر 75 یا 80 کے درمیان ہوگی۔ یہ بات میرے اور یزدانی کے درمیان طے پائی تھی کہ ہمیں اگر آس پاس کی بستی کا کوئی بزرگ شخص مل گیا تو ہم اس سے اس عمارت کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔ اس وقت حکیم صاحب کو دیکھ کر یہ خیال ہمارے ذہن میں جاگا تھا۔ غالباً جمال یزدانی نے بھی بالکل میرے انداز میں سوچا تھا کیونکہ ہم دونوں نے ایک دوسرے کی سمت دیکھا۔ اچانک ہی جمال یزدانی بول اٹھا۔

''خاتون فاخرہ آپ یہاں تک کیسے تشریف لائی ہیں؟''

''میرے پاس اپنی لینڈ کروزر ہے۔''

''اگر حکیم صاحب کو چھوڑنے کے لیے جانا پڑا تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟''

''لینڈ کروزر میں چلے جائیں گے۔'' تو پھر ٹھیک ہے ہم ایسا کرتے ہیں کہ ہم حکیم صاحب کو ریاض پور چھوڑ دیں گے۔ تھوڑی سی ہماری آؤٹنگ بھی ہو جائے گی۔

''کوئی حرج نہیں ہے۔'' سجاد فضلی نے کہا۔

حکیم صاحب جلدی سے اپنی دوائیوں والا تھیلا لے کر کھڑے ہوگئے تھے۔ ان کے انداز میں بڑی جلد بازی پائی جاتی تھی۔ باہر نکل کر وہ لینڈ کروزر میں بیٹھ گئے اور جمال یزدانی بھی ساتھ بیٹھ گئے تھے۔ جمال یزدانی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، لینڈ کروزر سٹارٹ ہو کر عمارت سے باہر نکل آئی تو حکیم صاحب نے کہا خدا کا شکر ہے انسان کسی بھی عمر میں مرنا نہیں چاہتا۔

''مجھے تو یوں لگا تھا جیسے مجھے مقتل کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ مقتل سے نکل آنا کتنا بڑا کام ہے، بڑی منحوس عمارت تھی اللہ کی پناہ۔'' حکیم صاحب نے خود ہی میرے مطلب کی بات شروع کر دی۔

میں نے ان سے کہا۔ ''قبلہ حق صاحب کیا واقعی یہ منحوس عمارت ہے؟''

''میاں ایسی ویسی۔'' وہ تو بس کیا بتاؤں تمہیں کہ کیسے پھنس گیا۔ لیکن آپ اس عمارت کے بارے میں ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔''

''جواب میں حکیم صاحب نے مجھے چونک کر دیکھا اور پھر بولے کہیں باہر سے آئے ہو۔''

''عزیزم؟ جی یہی سمجھ لیجئے۔''

''اور سیدھے اسی عمارت میں آئے ہو۔''

''یہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔''

''زندگی کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''بڑی اچھی چیز ہے۔'' ویسے اس کے بارے میں ایک شعر سن لیجئے۔ خوب شعر و شاعری سے دلچسپی رکھتے ہو۔

''کیوں نہیں۔'' چلو سناؤ۔

کس قدر معصوم سادہ شوخ لیکن بے وفا
ہم نے جب پوچھا تو گھبرا کے بولے زندگی

''ہاں واقعی بڑی خوبصورت بات ہے۔'' بھئی واہ جی خوش کر دیا۔ ہم بھی شاعر ہیں۔ حکیم صاحب کے اس جواب پر تو میری جان نکل گئی۔ کسی شاعر کو چھیڑنے کا نتیجہ جو ہوسکتا ہے وہ میں جانتا تھا۔

''لیکن بات اس منحوس عمارت کی ہو رہی تھی۔'' جمال یزدانی نے فوراً ہی میری مدد کی اور بولا۔ ''آپ تو اس عمارت کے بارے میں کافی جانتے ہوں گے قبلہ حق صاحب۔''

''تم نہیں جانتے؟''

''ہاں کیوں نہیں لیکن اتنا نہیں جانتے ہوں گے جتنا آپ جانتے ہیں۔''

''میری عمر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''بس کچھ نہیں کہہ سکتے۔'' ویسے ماشاء اللہ صحت مند ہیں۔

''ویسے میری عمر 80 سال ہو چکی ہے۔''

''بڑی بات ہے۔ بہت بڑی بات ہے۔'' اب بھی آپ۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

''ہاں بس نظر نہ لگاؤ۔'' ویسے اس عمارت کے بارے میں جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہی ہے ایک بات ضرور سنتا آیا ہوں۔

''کیا یہاں ہر سال کسی نہ کسی انسان کا خون ہوتا ہے؟''

''تم نے اس عمارت میں کبھی کسی خاص کمرے سے اٹھتی ہوئی آوازیں نہیں سنیں؟'' یہ محسوس نہیں کیا تم نے جیسے کوئی آگ میں جل رہا ہوں اور جلنے والے کے حلق سے چیخیں نکل رہی ہوں اگر تم نے یہاں ایک رات بھی گزاری ہے تو یوں سمجھ لو کہ تم نے سازوں کی آوازیں بھی سنی ہوں گی۔ طویل عرصے سے اس عمارت میں رہنے والی روح کسی سے انتقام لینے کے لیے بے قرار ہے۔

ہماری پوری توجہ حکیم صاحب کی طرف ہوگئی تھی۔ ایک انوکھا انکشاف، ایک حیران کن داستان شاید ہمارا انتظار کر رہی تھی اور ہمارے چہرے سرد ہوتے جا رہے تھے۔ ہم بس حکیم صاحب کے ہونٹوں سے نکلنے والی آواز کے منتظر تھے۔ حکیم صاحب جو یقینی طور پر اس عمارت کے بارے میں کسی انتہائی سنسنی خیز کہانی کا انکشاف کرنے والے تھے۔ سٹیرنگ پر جمال یزدانی کا ہاتھ بہکا تو میں نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا۔ نہیں جمال اپنی تمام تر توجہ ڈرائیونگ پر رکھو۔ حکیم صاحب خیالات میں ڈوب گئے تھے غالباً وہ اس عمارت سے متعلق مشہور کہانی کے واقعات اپنے ذہن میں تازہ کر رہے تھے۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔ ''یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ اس عمارت میں ہر سال کسی نہ کسی کی زندگی کم ہو جاتی ہے۔ تم نے اس کے مشرقی حصے میں ایک کمرے سے اٹھتی ہوئی آوازیں شاید سنی ہوں۔ غور کرو گے تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ جیسے کوئی آگ میں جل رہا ہو اس کے حلق سے چیخیں نکل رہی ہوں۔ میں نے تم سے سازوں کی آوازوں کا بھی تذکرہ کیا تھا اور اب بھی میں تم سے یہی بات کہہ رہا ہوں کہ نجانے کتنے عرصے سے اس کی روح انتقام لینے کے لیے بے قرار ہے۔'' یہی کہا تھا نا میں نے تم سے۔

''جی حکیم صاحب لیکن وہ روح کس کی ہے؟''

''اس کا نام شہزادہ امیر بتایا جاتا ہے، یہ عمارت ایک بہت بڑے رئیس نے خریدی تھی اور اس کا پورا خاندان یہاں آباد تھا۔ شاید یہ بات بھی تمہارے علم میں ہو یا نہ ہو کہ وہ رئیس خاتون فاخرہ کے بزرگوں میں سے ایک تھا۔ اس عمارت میں مقیم ایک نوجوان ملازم

نے عمارت میں رہنے والی رئیس زادی سے محبت کی تھی لیکن وہ ملازم تھا اور اس کی محبوبہ رئیس زادی۔ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور وہی پرانی کہانی۔ رئیس کو اس بات کا علم ہوگیا۔ ایک ملازم کے لیے آقا زادی سے محبت کا جو نتیجہ ہو سکتا تھا۔ وہی ہوا۔ رئیس نے اس نوجوان ملازم کو عمارت کے اس مشرقی حصہ میں قید کر دیا اور اس پر مظالم کی انتہا کر ڈالی۔ لوہے کی سلاخیں، آگ میں سرخ کر کے اس کا جسم داغا گیا، اس کی آنکھیں نکالی گئیں۔ ایک رات اسے آتش دان کے اوپر لٹکا کر آگ میں جلا دیا گیا۔ اس دردناک کہانی کا پہلو یہ ہے کہ رئیس زادی نے اپنے باپ کے سامنے جھوٹ بولتے ہوئے نوجوان لڑکے پر الزام لگایا اور کہا کہ وہ زبردستی اسے ملاقات پر مجبور کرتا تھا۔ یہ بات رئیس زادی نے محبت کرنے والے اس نوجوان کے سامنے کہی تھی اور جب اسے آگ میں جلایا جا رہا تھا تو اس نے چیختے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس خاندان سے انتقام لے گا اور اس وقت تک اس روح کو چین نہیں آئے گا جب تک اس خاندان کا ایک فرد بھی اس زمین پر باقی نہیں رہے گا۔'' حکیم صاحب کی سنائی ہوئی داستان نے دل لرزا دیا تھا اور ہم لوگ اس داستان کے سحر میں کھوئے ہوئے تھے۔ وہ ہولناک چیخیں اور آتش دان میں نظر آنے والا خون ساری باتیں اس کہانی سے مطابقت رکھتی معلوم ہوتی تھیں۔ پھر جب ریاض پور پہنچے تو خاصا وقت گزر چکا تھا، حکیم صاحب نے بہت اصرار کر کے ہمیں کچھ کھانے پینے کے لیے کہا اور بہرحال ہمیں اترنا پڑا۔ کافی دیر تک ہم ان صاحب سے معلومات حاصل کرتے رہے اور یہ معلومات انتہائی مفید تھیں لیکن پھر ایک عجیب واقع ہوا واپس آنے کے لیے ہم گاڑی میں بیٹھے تو گاڑی کا انجن سٹارٹ نہیں ہوا۔ آخری حد تک کوشش کر لی، ریاض پور کے ایک موٹر میکینک کو بلایا گیا۔ موٹر میکینک بھی کافی دیر تک سر مارتا رہا لیکن بہت ہی تعجب کی بات تھی کہ ہر کوشش ناکام رہی اور گاڑی سٹارٹ نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ شام اور رات ہوگئی۔ ہماری پریشانیاں عروج پر پہنچی ہوئی تھیں۔ موٹر میکینک بھی چلا گیا اور ہم پریشانی سے سوچتے رہے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔

حکیم صاحب نے کہا جیسا کہ موٹر مکینک کہہ کر گیا ہے کہ وہ اپنے استاد کو لے کر آئے گا، انتظار کر لو کل صبح کو کچھ بھی ہوگا دیکھ لیں گے۔ رات کو یہیں آرام کر لو۔

وہ ٹھیک ہے حکیم صاحب لیکن بہرحال مجبوری ہے جا بھی تو نہیں سکتے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فکر کی کوئی بات نہیں تمہارا دوست جس نے مکان خریدا ہے، صرف خوف کا شکار ہے اور کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے عجیب بات ہے آخر اس نے وہ مکان کیوں خریدا ہے۔ ''کیا چاہتا ہے وہ؟''

''بے وقوف آدمی ہے، بس یہ سمجھ لیجئے کہ خاتون فاخرہ سے شادی کرنا چاہتا ہے اور چند لوگوں نے اسے بھڑکا دیا ہے۔''

''کیا خاتون فاخرہ۔'' اچانک ہی حکیم صاحب شور مچانے کے سے انداز میں بولے۔

''ہاں۔''

''اوہ تو کیا وہ خدا کی پناہ، خدا کی پناہ۔'' دیکھو اب مجبوری ہے، کوئی انتظام کرو اور فوراً بھاگو اوہو! سال بھی پورا ہو چکا ہے کہیں تمہارے دوست اور اس لڑکی کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے۔ میری مراد خاتون فاخرہ سے ہے۔ وہ کبھی اس عمارت کی طرف نہیں جاتیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ نوجوان میرا مطلب وہ شخص جو بیمار ہوگیا ہے۔ اس کا محبوب ہے۔ اس کی وجہ سے وہ وہاں گئی ہے لیکن میں یہ بتائے دیتا ہوں کہ اس کی زندگی سخت خطرے میں ہے، روح کے انتقام لینے کا وقت آگیا ہے، جلدی کوشش کرو۔

ہم دونوں واقعی بدحواس ہوگئے تھے بڑی مشکل سے ہم باہر نکلے اور پریشانی کے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ حکیم صاحب کی سمجھ میں خود نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں؟ لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا، حکیم صاحب وہاں سے کہہ کر چلے گئے کہ وہ دیکھتے ہیں ہو سکتا ہے دو گھوڑوں کا انتظام ہو جائے۔

میں گاڑی کے سٹیرنگ پر بیٹھا اس بدبخت گاڑی نے پتہ نہیں کیوں دھوکا دیا تھا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب یوں ہی بے یقینی کے انداز میں میں نے سلف گھمایا اور گاڑی ایک دم سٹارٹ ہوگئی۔ جمال یزدانی بھی چونک پڑا اس کے بعد ہم نے حکیم صاحب کی واپسی کا انتظار نہیں کیا اور گاڑی کو برق رفتاری سے عمارت کی طرف دوڑایا۔

رات سرد اور تاریک تھی، ابھی بمشکل آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ آسمان پر بادل گرجنے لگے اور تیز کڑک کے ساتھ بجلی چمکنے لگی۔ میں نے سٹیرنگ سنبھالا ہوا تھا بالکل اجنبی جگہ تھی۔ راستوں سے واقفیت نہ تھی اور ویسے بھی صرف یادداشت کی بنا پر گاڑی دوڑا رہا

تھا، ہر لمحہ یہی خطرہ تھا کہ کہیں گاڑی کسی گڑھے میں نہ گر جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد موسلا دھار بارش بھی شروع ہوگئی۔ ایک طوفان عظیم تھا جو اچانک ہی نمودار ہوا تھا اور اس کا شور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ بجلی کڑکتی تو یوں معلوم ہوتا کہ جیسے ہم پر ہی گرے گی لیکن بہرحال گاڑی ساتھ دے رہی تھی۔ بارش تھوڑی سی ہلکی ہوئی اور دوسرے لمحے جمال یزدانی کی آواز ابھری۔

''شاید ہم راستہ بھول گئے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''میرا خیال ہے کہ اتنی دیر میں ہمیں آسیب زدہ مکان تک پہنچ جانا چاہئے تھا۔'' ویسے بھی رات کی تاریکی میں راستے کا صحیح تعین کرنا مشکل تھا۔

''یہ تو بڑی گڑبڑ ہوگئی، اب کیا کریں؟''

''کچھ نہیں راستہ تلاش کرنا پڑے گا۔''

آسمان پر بادل بدستور رکے ہوئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ بارش ہلکی ہوگئی تھی لیکن پھر بھی اس بات کا خوف تھا کہ بارش دوبارہ شروع ہو سکتی ہے۔ ہم اندازے کی بنا پر گاڑی کو ادھر ادھر دوڑاتے رہے پھوار اب بالکل بند ہوگئی تھی اور سفید بادلوں کے اندر چھپا ہوا چاند حیرت سے گردوپیش کا منظر تک رہا تھا۔ اچانک ہی ہمیں دور سے عمارت کی سیاہ دیواریں نظر آئیں اور دل کی دھڑکن میں اضافہ ہوگیا۔ جمال یزدانی نے بھی میرے ساتھ ساتھ اس عمارت کو دیکھا اور اس کی آواز ابھری، خدا کا شکر ہے یار عمارت نظر آگئی تم نے دیکھ لیا۔ ہاں نجانے کیوں ہمارا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور ہم دھڑکتے دل کے ساتھ عمارت کی طرف جا رہے تھے نجانے کیوں دل میں ایک عجیب سا احساس پھیلا ہوا تھا۔ ہم خاصی تیز رفتاری سے گاڑی عمارت کے اندر لے گئے اور پھر اسے کھڑی کر کے دیوانوں کی طرح اندرونی عمارت کی طرف بھاگے۔ عمارت معمول سے کچھ زیادہ بھیانک اور سوگوار منظر پیش کر رہی تھی دفعتاً ایک لرزہ خیز دھماکہ سنائی دیا اور پھر انسانی چیخیں بلند ہوئیں جن میں بہت سی ملی جلی آوازیں بھی تھیں، ہمارے بدن سن ہو گئے اور وہیں ساکت ہوگئے۔ لگ رہا تھا جیسے پاؤں زمین نے پکڑ لیے ہوں۔ عمارت کے مشرقی حصے سے چیخوں اور قہقہوں کی آوازیں مسلسل بلند ہو رہی تھیں۔ پھر دفعتاً اس طرف سے آگ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے شعلے ابل پڑے اور آگ اس طرح آناً فاناً پھیلی کہ یقین نہ آئے ہم لوگ بری طرح وہاں سے بھاگے اور باہر نکل آئے اور قرب و جوار میں کوئی آبادی نہیں تھی اس لیے کسی کو آگ کا پتہ نہیں چلا۔ پھر اندر ہی کوئی کارروائی ہوئی اور آگ بجھ گئی۔ ہمارے سارے وجود ساکت ہو رہے تھے اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہم کیا کریں؟ جب آگ بالکل سرد ہوگئی اور شعلے بالکل ختم ہوگئے تو اچانک ہی دوبارہ بارش شروع ہوگئی۔ ہم بری طرح بدحواس تھے بارش سے بچنے کے لیے ہم اندر کی جانب بھاگے اور اندر داخل ہو گئے۔ گوشت جلنے کی بدبو پھیلی ہوئی تھی اور ایک انتہائی ہولناک ماحول نظر آرہا تھا۔

جمال یزدانی نے کہا۔ ''پتہ نہیں ان لوگوں کا کیا حشر ہوا۔'' تم گوشت کے جلنے کی بو سونگھ رہے ہو؟

''ہاں۔'' آؤ دیکھیں کچھ ہی لمحوں کے بعد ہم اندر داخل ہوگئے اور مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے اس کمرے میں پہنچ گئے۔ کمرے کا دروازہ جل کر خاکستر ہو چکا تھا اس وقت ہم اس ہمت کا مظاہرہ کر رہے تھے جس کی مثال آسانی سے نہیں مل سکتی تھی۔ اندر داخل ہو کر ہم نے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔ آتش دان کے اوپر ایک جلی ہوئی انسانی لاش لٹک رہی تھی۔ اس کی گردن میں موٹے رسے کا پھندا پڑا ہوا تھا اور آتش دان کے دائیں جانب خاتون فاخرہ زنجیروں سے بندی پڑی تھی۔ اس کی کھوپڑی کے کئی حصے ہو چکے تھے اور سارا جسم خون میں لت پت تھا۔

جمال یزدانی پر سکتہ سا طاری ہوگیا تھا۔ یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر انسانی دل و دماغ پر قابو پانا ایک مشکل کام تھا لیکن بہرحال چونکہ میں مرشد کے اشاروں پر ایسے بہت سے مرحلوں سے گزر چکا تھا۔ جمال یزدانی کی نسبت میرے اعصاب بہت زیادہ مضبوط تھے چنانچہ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور عمارت سے باہر نکلا میں نے گاڑی کے پاس جا کر اس سے کہا یزدانی جو سنگین حادثہ پیش آچکا ہے تم کیا سمجھتے ہو وہ معمولی نوعیت کا ہے اگر کسی کو علم ہوگیا کہ ہم یہاں موجود تھے اور ان واقعات کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں تو ایسی گردن پھنسے گی کہ نکالنا مشکل ہو جائے گا حکیم صاحب بھی گواہی دیں گے ہم ان لوگوں کے ساتھ تھے ہم نہیں جانتے کے اندر سجاد فضلی اور جواد فضلی کا کیا ہوا۔ آتش دان پر لٹکی لاش کس کی تھی لیکن ہمیں اس سے زیادہ جاننا بھی نہیں چاہئے جتنی جلدی ممکن ہو

خاموشی سے یہاں سے نکل جائیں۔

بات جمال یزدانی کی سمجھ میں آگئی تھی بس پھر اس کے بعد ہمیں آبادی تک پہنچنے میں خاتون فاخرہ کی گاڑی نے مدد دی لیکن یہ آبادی ریاض پور نہیں بلکہ رات کے اس حصے میں جب ہم یہاں پہنچے تو ہمیں یہ علم بھی نہیں ہو سکا کہ یہ کون سی آبادی ہے؟ لیکن شکر کی بات یہ تھی کہ یہاں ریلوے لائن نظر آرہی تھی۔ چھوٹا سا ریلوے سٹیشن تلاش کرلینا بھی مشکل کام ثابت نہیں ہوا۔ پھر جو ٹرین یہاں آکر رکی اس کے بارے میں بھی ہمیں کوئی معلوم نہیں تھا کہاں جائے گی یا کہاں جا رہی ہے؟ بس اس میں بیٹھ کر چل پڑے تھے اور یہاں بھی اتفاق ہی تھا کہ صحیح سمت کا تعین ہوگیا تھا کہ ٹرین کا آخری سٹاپ وہی شہر تھا جہاں میرا قیام تھا۔ جمال یزدانی اس دوران ایک اچھا ساتھی اور ایک اچھا دوست ثابت ہوا تھا ویسے بھی مکمل تنہائی دل کو ناگوار گزرتی تھی۔ رقم کے حصول کا کوئی مسئلہ نہیں تھا مرشد نے مجھے اس سلسلے میں بہت کچھ سکھا دیا تھا۔ میں نے سوچا کہ جمال یزدانی کو اپنے ساتھ ہی رکھوں، اگر وہ مجھے شاہد سمجھتا ہے تو شاہد ہی سہی، میرا کوئی نقصان تو نہیں ہوتا۔ یہاں اترنے کے بعد میں جمال یزدانی کو لے کر اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ اس نے میری اس شاندار رہائش گاہ کو دیکھ کر حیرت سے کہا۔ ''اس کا مطلب ہے تم نے ایک بہترین مقام حاصل کرلیا ہے۔''

''میں تو سمجھ رہا تھا ویسے کے ویسے ہی ہو گے۔ تمہارا ہی گھر ہے ناں؟''

''اپنا ہی کہو۔''

''بڑی خوشی ہوئی یار کم از کم تم نے تھوڑی بہت ترقی کی۔'' ہم تو بس وہی کے وہی رہے۔

جمال یزدانی یہاں آکر بہت خوش تھا میں بھی ایک اچھے دوست کے ساتھ مطمئن تھا۔ ہم لوگ ان پراسرار اور ہولناک واقعات کے بارے میں اکثر گفتگو کرتے رہتے تھے۔ جمال یزدانی نے کہا ویسے ایک بات حقیقت ہے شاہد ہر چیز کا ایک نشہ ہوتا ہے ہم لوگ جس شعبے سے منسلک ہوگئے ہیں عام لوگ تو اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے کون اپنی جان مصیبت میں پھنساتا ہے اصل میں جو لوگ عالم ہوتے ہیں اور ان کا تعلق اہل علم سے ہوتا ہے ان کی بات تو بالکل مختلف ہے، بڑے بڑے علوم کا سہارا لے کر وہ ہر طرح

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے کام کرلیا کرتے ہیں، لیکن ہم کس کھیت کی مولی ہیں۔ البتہ اس کے باوجود دل میں جو جذبے پیدا ہوتے رہتے تھیں، ان سے نہ تمہیں انکار ہوا ہے کبھی اور نہ مجھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہم بے چارے سجاد فضلی کے چکر میں پڑ گئے ویسے میں نے تم سے ایک بات کہی تھی ہاں مجھے یاد ہے بھلا کیا تم نے کہا تھا کہ کوئی ایسا ادارہ قائم کیا جائے جس میں پراسرار واقعات میں پھنسے لوگوں کی مدد کی جائے؟ اصل میں ایسے سینکڑوں ادارے موجود ہیں، اخبارات میں اشتہارات چھپتے رہتے ہیں۔ تقدیر بدلنے کے شرطیہ دعوے کیے جاتے ہیں، جادو کا توڑ اور جادو کرنا سب کام ہی ہوتے ہیں لیکن ہمارا کام بہت مختلف ہوگا۔ کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جمال جس سے ہم یہ ظاہر کرسکیں کہ ہم مختلف لوگ ہیں۔ نہ سہی، لیکن کوشش تو کی جاسکتی ہے تم ہر طرح کی کوشش کرلو، یوں سمجھ لو میں ہر مرحلے پر تمہارا ساتھی ہو۔ تو پھر ٹھیک ہے ایک بات کہہ دوں دوست، برا مت ماننا اس سے پہلے میں ایک بات تم سے بھی کہہ دوں، ہم اپنے کاموں کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کریں گے۔ ہاں اگر کہیں سے خود بخود مل جائے تو ظاہر ہے حاتم طائی بھی نہیں ہیں ہم اور جہاں تک اس ادارے کو قائم کرنے کے لیے اخراجات کا معاملہ ہے وہ مکمل طور پر میری ذمہ داری ہے۔

''تمہاری تمام ضروریات اخراجات ہر طرح سے میں اٹھاؤں گا۔'' اور کچھ۔ جمال یزدانی مسکرا دیا تھا۔

آدمی بڑے کام کا تھا اور جو فیصلہ اس نے کیا تھا اس سے مجھے بھی اتفاق تھا۔ تیجا تو ہمارے راستے سے تقریباً ہٹ ہی گیا تھا۔ ابھی تک کوئی ایسی صورتحال نظر نہیں آئی تھی جس سے تیجا کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ مرشد نے ویسے بھی ہر مرحلے میں میری مدد کی تھی اور اس وقت میں جو کچھ کر رہا تھا یہ انہی کی ہدایت تھی۔ چنانچہ میں خاموشی سے انتظار کرتا رہا۔ پھر ایک سجے سجائے دفتر میں جب مجھے جمال یزدانی نے لے جا کر کھڑا کیا تو میں حیران رہ گیا۔ کیا خوبصورت دفتر اور کیا ہی شاندار ڈیکوریشن تھی اس کی البتہ باہر ابھی کوئی بورڈ نہیں تھا لیکن یہ بورڈ بھی لگ گیا تھا اس پر صرف ایک جملہ تھا۔

''ہر مشکل کا علاج ممکن ہے، ہم آپ کی ان پریشانیوں کا علاج کرتے ہیں جن کا علاج ڈاکٹر نہیں کر سکتے۔''

اور لوگوں نے ہمارے پاس آنا جانا شروع کردیا۔ ان میں سے زیادہ تر افراد ایسے

ہوتے تھے جو یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کون سی پریشانیاں ایسی ہیں جن کا ہم علاج کریں گے۔ بڑے بڑے دلچسپ معاملات پیش آئے تھے اور ہم ان تجربات میں بڑے خوش تھے۔

ایک صاحب آئے۔ بڑے تیکھے نقوش کے مالک تھے، کہنے لگے۔ ''ایک پریشانی ہے کیا آپ کے پاس اس کا کوئی حل مل سکے گا؟''

''ہاں کیوں نہیں۔'' فرمایئے۔

''کہنے لگے ڈیڑھ سال سے بیروزگار ہوں۔ نوکری نہیں ملتی گھر میں فاقوں کی نوبت آگئی ہے بتایئے کیا کروں؟''

''نوکری کرلیجئے۔'' میں نے جواب دیا

اور وہ مجھے گھورنے لگے۔ پھر بولے۔ ''آپ کے پاس اسی لیے آیا ہوں۔'' بتایئے نوکری کیسے تلاش کروں؟

''ہاں یہ بات سوچنے کی ہے۔'' کیسی نوکری تلاش کرنی ہے آپ کے لیے بس کلرکی تو ٹھیک ہے آپ کو نوکری مل گئی۔

''کیا نام ہے آپ کا؟''

''نثار احمد۔''

''ٹھیک ہے نثار احمد صاحب یہ ایک مہینے کی تنخواہ ایڈوانس لے جایئے اور کل سے دفتر آجایئے۔ یہ دفتر سنبھالنا ہے آپ کو۔''

چنانچہ تیسری شخصیت بھی ہمارے ساتھ شامل ہوگئی۔ لوگ اپنی مشکلات کا حل مانگنے آتے تھے۔ ہم نے اس دوران سڑکوں پر بیٹھنے والے ان نجومیوں اور کالے جادو کے ماہروں کا بھی سروے کیا تھا جن کے بڑے بڑے اشتہارات اخبار میں شائع ہوتے تھے۔ پیٹ بھرنے کے بہت سے دھندے نکال رکھے تھے ان لوگوں نے ابتدا ہی میں کسی پریشان حال سے کچھ نہ کچھ رقم اینٹھ لیا کرتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے شواہد دکھا کر لوگوں کے ذہنوں کو اپنی طرف راغب کرتے تھے اور پھر ان کی مشکل کا حل دریافت کرتے۔ پھر ایک دن ایک اچھی شکل وصورت کا شخص ہمارے پاس آیا۔ اچھا خوش شکل انسان تھا لیکن چہرے کی لکیروں میں فکرمندی کے آثار تھے۔ کہنے لگا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

”میرا نام نجم الحسن ہے، حسن کے نام سے لوگ مجھے یاد کرتے ہیں۔ ویسے تو بہت سے مسئلوں میں الجھ چکا ہوں، آپ کا بورڈ ذرا مختلف نظر آیا تو میں نے سوچا کہ آپ سے بھی رجوع کرلوں۔“

”کہیے مسٹر حسن۔“ آپ بیٹھیے براہ کرم۔”کیا بات ہے، کیا پریشانی ہے آپ کو؟“ جمال یزدانی نے سوال کیا۔

”پہلے یہ بتائیے کے اگر میں کسی جادو کے زیر اثر ہوں تو کیا آپ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہیں؟“

”کوشش کی جا سکتی ہے اگر آپ پسند کریں تو؟“

”لیکن نہ تو آپ میں سے کوئی جادوگر یا نجومی نظر آتا ہے نہ ہی آپ نے مجھے یہ بتایا کہ میری مشکل کا حل تلاش کرنے والی اصل شخصیت کون سی ہے؟“

”آپ غالباً کسی کھوپڑی اور دو انسانی ہڈیوں کا تصور لے کر یہاں داخل ہوئے ہوں گے یا کم از کم آپ کے ذہن میں جادو ٹونے سے متعلق کسی ایسی شخصیت کا ایسا ہی تصور ابھرتا ہوگا۔“ بس یہی گڑ بڑ ہے حسن صاحب ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو آپ کی اس حس کی تسکین کر سکے۔

بہرحال آپ جو کوئی بھی ہیں آپ سے تذکر کرنا تو بڑا ضروری ہے، بس یہ سمجھ لیجئے کہ ایک ہنستی بولتی زندگی میں بڑی مشکل پیش آ گئی ہے۔ میں کنسٹرکشن کا کام کرتا ہوں، عمارتیں وغیرہ بناتا ہوں۔ ہمارے ایک جاننے والے ہیں، بڑی پرانی شناسائی ہے بس یوں سمجھ لیجئے اللہ نے پیٹ بھی بھر دیا ہے اور تجوری بھی ۔ ایک باغ خریدا تھا انہوں نے اسی علاقے میں جہاں سے تھوڑے فاصلے پر وہ رہتے تھے۔ بڑا پرانا باغ پڑا ہوا تھا۔ میرے ان کرم فرما کو وہاں فارم ہاؤس بنانے کی سوجھی۔ ایک عمارت ، ٹیوب ویل اور ایک طویل رقبے میں احاطہ بنانے کا ارادہ کیا انہوں نے اور اس کا ٹھیکہ مجھے دے دیا۔ میں نے ان سے ایڈوانس رقم لے لی اور اس کے بعد اس علاقے میں کام شروع کر دیا لیکن یہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی کہ وہ باغ آسیب زدہ ہے میں نے اس بات کو اپنے ذہن میں رکھا، ایڈوانس لے چکا تھا خرچ بھی کر چکا تھا۔ درمیانے درجے کا آدمی ہوں اس لیے ایڈوانس واپس بھی نہیں کر سکتا تھا اور پھر سچی بات یہ ہے کہ ایسے معاملات سے بھی واسطہ

نہیں پڑا تھا۔ باغ کا کٹوانا ضروری تھا اور ویسے بھی بہت پرانا باغ تھا دیکھنے ہی سے اندازہ ہوتا تھا جیسے منحوس ہے۔ سارے درخت سوکھے پڑے تھے کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں تھا، مالی بھی نہیں۔ قرب و جوار کی آبادی کے لوگ بتاتے تھے کہ باغ آسیب زدہ ہے، درختوں پر پھل نہیں آتے اور اس کا مالک بھی اس سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ زمانہ قدیم میں تقسیم سے پہلے یہ کسی ہندو کی ملکیت تھا، بہر طور میں نے ان تمام باتوں کو مزدوروں سے چھپایا اور درختوں کی کٹائی کا کام شروع کر دیا۔ دن رات درخت کاٹے جا رہے تھے اور بہت بڑا رقبہ صاف ہو چکا تھا لیکن اس کے بعد مصیبتوں کا آغاز ہو گیا۔ ایک بہت پرانا درخت تھا، وہاں بستی کے آس پاس رہنے والوں لوگوں کا کہنا تھا کہ اصل میں یہی درخت آسیب زدہ ہے۔ میں بتا چکا ہوں آپ لوگوں کو میں نے اس سے پہلے کبھی آسیب وغیرہ نہیں دیکھے تھے مگر کچھ ایسے آثار نمودار ہوئے جس سے مجھے شبہ ہونے لگا کہ لوگوں کا کہنا غلط نہیں ہے میں نے درخت کی کٹائی شروع کر دی اور اس دن دوپہر کا وقت تھا مزدور جڑیں کھود رہے تھے کہ درخت کی جڑ میں انہیں ایک عجیب و غریب صندوق ملا، پتھر کا صندوق تھا جو عموماً نہیں ہوتے۔ مزدوروں نے اس پر کدالیں مارنا شروع کر دیں اور اس صندوق کا ڈھکن کھل گیا۔ مجھے اطلاع ملی تو میں فوراً ہی اس طرف پہنچ گیا۔

بے شمار بار ایسی ہی کھدائیاں کراتے ہوئے میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ کہیں سے کوئی خزانہ وغیرہ مل جائے تو زندگی بن جائے۔ اس وقت بھی جب مجھے معلوم ہوا کہ درخت کی جڑ سے ایک صندوق ملا ہے تو میں دوڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور مزدوروں کو ہٹا کر میں نے اس چوکور گڑھے میں جھانکا کسی خاص درخت کے پتے بچھے ہوئے تھے جن میں خاص بات یہ تھی کہ وہ تر و تازہ تھے حالانکہ وہ درخت پرانا اور سوکھا ہوا تھا مگر وہ پتے بالکل ہرے تھے اور ان پتوں میں پتھر کی ایک مورتی لپٹی ہوئی تھی میں نے اس پتھر کے مجسمے کو غور سے دیکھا۔ ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کے بہت سے بت دیکھے تھے لیکن یہ مجسمہ ان میں سے نہیں تھا۔ ایک عجیب سی شکل تھی اس کی میں نے وہ مورتی صندوق سے نکال لی اور مزدوروں سے خوب گہرا گڑھا کھدوا لیا۔ اس لالچ میں کہ شاید یہ نشانی ہو کسی خزانے کی مگر کچھ نہیں ملا اور مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ بہرحال مزدوروں نے وہ درخت بھی گرا دیا تھا، کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی تھی بہرحال درخت کٹنے کے بعد میں نے وہ مورتی جو اس پتھر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے صندوق سے نکلی تھی اپنے پاس محفوظ کرلی۔ سوچا یہ تھا کہ شاید تقدیر کے ستارے روشنی میں آگئے ہیں اور کوئی خزانہ میرا منتظر ہے لیکن کچھ بھی نہیں نکلا تھا۔ بہرحال شام کو گھر چل پڑا۔ درخت کا واقعہ دوسرے کاموں کی وجہ سے بھول گیا۔ البتہ گاڑی سے اترا تو پتھر کا مجسمہ نظر آگیا اسے اٹھا لایا اور اپنی خواب گاہ کی کارنس پر رکھ دیا۔ دو بچوں کا باپ ہوں، بیوی کا نام حرا ہے۔ بہت اچھی ہے میری بیوی، جس قدر تعریف کروں اس کی کم ہے، بہرحال ہم لوگوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ بچوں سے باتیں کیں، بیٹی بڑی ہے اور بیٹا چھوٹا ہے دونوں بچے دوسرے کمرے میں سوتے تھے رات کو ہم دونوں میاں بیوی معمول کے مطابق اپنے کمرے میں سو گئے۔ یہ وہی کمرہ تھا جس میں مورتی یا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔

اس وقت رات کے تقریباً اڑھائی بجے تھے جس وقت ایک دھماکہ سا ہوا اس کے ساتھ ہی حرا کی ایک خوفناک چیخ سنائی دی۔ میں اچھل پڑا کمرے میں مدھم روشنی جل رہی تھی اور حرا فرش پر پڑی ہوئی تھی میں نے مسہری سے چھلانگ لگائی اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ پسینے سے ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں لیکن وہ ہوش میں تھی اور بار بار انگلی سے کارنس کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا بڑی مشکل سے میں نے اسے اٹھا کر مسہری پر لٹایا، پانی پلایا، دلاسے دیئے تو اس کی کیفیت بحال ہوئی اور پھر اس کے بعد جو اس نے تفصیل بتائی اس سے میرے حوش و ہواس گم ہوگئے۔ اس نے بتایا کہ وہ واش روم گئی تھی، باہر نکلی تو اس نے کارنس پر کوئی چیز گردش کرتی ہوئی دیکھی۔ وہ سمجھی کہ کوئی چوہا اوپر چڑھ گیا ہے مگر جب اس نے غور سے دیکھا تو وہ مجسمہ ہل رہا تھا، جسے میں اس صندوق سے نکال کر لایا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مجسمہ اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس کے پتلے پتلے پاؤں نیچے لٹکے اور اتنے لمبے ہوگئے کہ زمین تک پہنچ گئے اس نے گھور کر حرا کو دیکھا اور پھر اتر کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے آہستہ آہستہ دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ حرا دہشت سے چیخ کر بھاگی اور اپنے لباس میں الجھ کر گر پڑی۔ میں حرا کے اس بیان کو ایک خوف سمجھتا، خواب سمجھتا، وہم سمجھتا لیکن اس بات کو میں کیا کرتا جب میں نے اس کارنس کی جانب نگاہیں دوڑائیں تو مجسمہ کارنس سے غائب پایا اور دروازہ کھلا ہوا۔

بات اصل میں یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کچھ بھی سمجھ لے خوف و دہشت تو

فطرت کا حصہ ہے جناب میں یہ اعتراف کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتا کہ خود میرا بھی دم نکل گیا تھا۔ ایسے واقعات سے کبھی براہ راست واسطہ تو نہیں پڑا لیکن دوسروں سے قصے بہت سنے تھے۔ میری خود ہمت نہیں ہوسکی کہ کھلے دروازے سے باہر جا کر دیکھتا۔

حرا نے جو کچھ بتایا تھا وہ مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے محسوس ہو رہا تھا اور ثبوت کے طور پر کارنس سے مورتی غائب تھی۔ بہرحال گھر کا مرد تھا۔ بیوی خوف کا شکار تھی، اسے سہارا دینا ضروری تھا۔ وہ بری طرح ڈری ہوئی تھی اور مجھ سے اس مجسمہ کے بارے میں طرح طرح کے سوالات کر رہی تھی۔ ہم رات بھر نہیں سو سکے اور مجسمہ اپنی جگہ واپس نہیں آیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ حرا کو کس طرح تسلی دوں۔ صبح کو جب میں تیار ہونے لگا تو اس نے کہا۔

"تم چلے جاؤ گے حسن اور میں خوف سے مرتی رہوں گی۔"

میں نے پریشانی سے کہا۔ "بڑے ضروری کام ہیں۔ حرا تم ہمت رکھو وہ جو کچھ بھی تھا اب تو یہاں نہیں ہے۔" خوف بیکار ہے اب وہ واپس نہیں آئے گا۔

"بچے سکول چلے جائیں گے اور میں تنہا رہوں گی۔" حرا دہشت بھرے لہجے میں بولی اور میں اسے بڑی مشکل سے سمجھاتا رہا لیکن حقیقت ہے کہ خود میں بھی سخت پریشان تھا۔ بہرحال میں اسے سمجھا بجھا کر سائٹ پر چل پڑا۔ سائٹ پر پہنچا تو وہاں دوسری مصیبت انتظار کر رہی تھی مزدوروں نے کام شروع نہیں کیا تھا بلکہ وہ باغ سے کچھ فاصلے پر بیٹھے میرا انتظار کر رہے تھے حالانکہ وہ عام حالات میں کام شروع کردیتے تھے جیسے ہی میں وہاں پہنچا تو سب میرے گرد جمع ہوگئے ہم یہاں کام نہیں کریں گے ٹھیکیدار یہ بھوت باغ ہے ہمارا ایک آدمی زخمی ہوگیا ہے۔

"کیسے؟" میں نے حیرت سے پوچھا اور مزدور مجھے تفصیل بتانے لگے یہاں کام کرنے والے مزدوروں نے اپنے لیے ایک گوشے میں آرام کی جگہ بنا رکھی تھی پہلے کسی نے ایک مزدور کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور اس مزدور کو کافی چوٹ لگی لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ایسا کس نے کیا؟ ابھی دوسرے مزدور اس پر حیرت کر رہے تھے کہ ایک اور مزدور کھڑا ہوگیا۔ اس نے اپنا لباس اتار پھینکا اور بھیانک آواز میں چیخ چیخ کر گانا شروع کردیا۔ وہ ناچ بھی رہا تھا۔ مجھے ایک مزدور نے کہا۔ ٹھیکیدار جی میں اپنے بچوں کی قسم کھا

کر کہتا ہوں کہ جھوٹ نہیں بول رہا۔ رکھا کی زبان کوئی آٹھ انچ باہر نکلی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں اتنی تیز روشنی دے رہی تھی کہ اس روشنی میں آس پاس دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ ناچتا رہا اور ہم سب لوگ وہاں سے بھاگ پڑے۔ جبکہ رکھا وہیں رکا رہا۔ صبح کو وہ زخمی حالت میں واپس آ گیا اس کی حالت خراب تھی۔ اس نے کہا کہ یہاں کام بند کر دو ورنہ سب مارے جاؤ گے۔ ٹھیکیدار جی ہم یہاں کام نہیں کریں گے، ہمارا حساب کر دو۔

میں نے مزدوروں کو بہت سمجھایا ان سے کہا کہ بے شک وہ کچھ دن کے لیے کام بند کریں اور بعد میں یہ کام شروع کر دیں مگر وہ رکے نہیں اور اس طرح میرا کام بند ہو گیا۔ میرا انتہائی قیمتی سامان وہاں پڑا ہوا تھا بہت بڑی رقم خرچ کی تھی میں نے اور میں انتہائی پریشان ہو گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ شہر سے مزدور لے کر آؤں گا کام تو شروع کرانا ہی ہے۔ جو مجھ سے بن پڑا وہ میں نے کیا اور پھر اپنی بیوی کے خیال سے واپس چل پڑا۔ بہرحال میں تو دونوں طرف سے پریشان ہو گیا تھا اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پا کر گھر میں داخل ہوا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا رہا تھا۔ یہ اچانک جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی تھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے کیسے نمٹوں؟ لیکن اللہ کا شکر تھا کہ حرا پرسکون تھی۔ بچوں کے بارے میں میں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ سکول سے آنے کے بعد کھانا کھا کر سو گئے ہیں۔

''تم تو بالکل ٹھیک ہو نا حرا۔''

''ہاں۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''کھانا پکایا ہے۔''

''ہاں۔'' اس نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ حرا کے بولنے کا یہ انداز نہیں تھا۔ وہ اس وقت کچھ عجیب سے انداز میں بول رہی تھی۔ میں آپ کو بتاؤں جناب ہمارے درمیان بہت محبت ہے، ہم ایک دوسرے سے اتنی واقفیت رکھتے ہیں جتنی میاں بیوی کو رکھنی چاہئے۔ اس نے خلاف معمول میری اتنی جلدی واپسی کے بارے میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اس کی کیفیت میں ایک ٹھہراٹھہراپن تھا۔ جسے میں بہت عجیب نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ وہ کھانا لینے چلی گئی تھی۔ پھر وہ ٹرے لے کر اندر داخل ہو گئی۔ ٹرے سنٹر ٹیبل پر رکھی واپس مڑی اور دروازہ بند کر دیا۔ یہ بھی سمجھ نہ آنے والا عمل تھا میں نے گردن جھٹکی بھوک لگ رہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ سالن کے رقاب سے ڈھکن اٹھایا تو میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی بھری رقاب میں شوربہ بھرا ہوا تھا اور اس میں لمبے لمبے عجیب ساخت کے کیڑے تیر رہے تھے۔ میں نے بے اختیار رقاب اٹھا کر دور پھینک دی اور پھر دہشت زدہ نگاہوں سے حرا کو دیکھا لیکن اس کی صورت دیکھ کر میرا سانس بند ہو گیا صاحب آپ کو کیا بتاؤں وہ سیدھی کھڑی ہوئی تھی اس کے دانت ایک ایک انچ لمبے ہو گئے تھے۔ آنکھوں کا رنگ گہرا سرخ تھا اور ان میں پتلیاں نہیں تھیں سر کے بال اس طرح ایک دوسرے سے لہرا رہے تھے جیسے سانپ کلبلا رہے ہوں اس کی یہ ہیبت ناک صورت دیکھ کر میرا روں روں کانپ اٹھا۔ اعصاب بے جان ہو گئے۔ اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ پاؤں نے ساتھ نہ دیا۔ بولنا چاہا مگر آواز نہیں نکلی۔ بس میری دہشت بھری نگاہیں اسے دیکھ رہی تھیں اور وہ اپنی سرخ آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کے چہرے کا زاویہ بدلا اور اس نے زمین پر کلبلاتے ہوئے کیڑوں کو دیکھا۔ آگے بڑھ کر ان کے قریب گئی الٹی ہوئی رقاب سیدھی کر کے اس نے یہ کیڑے چن کر اس میں رکھنا شروع کر دیئے۔

میں سکتے کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا اور وہ جیسے مجھ سے بے نیاز' اپنے کام میں مصروف تھی۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں اس وقت بڑی کمزور ہو گئی تھیں لیکن پھر بھی سوچا کیا کروں اس نے تمام کیڑے چن کر رقاب میں رکھے اور پھر اس طرح ہاتھ ہلانے لگی جیسے نیم بے ہوشی کی سی کیفیت میں ہو۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ اونگھ رہی ہو بار بار اس کے سر کو جھٹکے لگ رہے تھے اور کچھ دیر کے بعد وہ فرش پر سیدھی لیٹ گئی۔ میں نے ایک لمحے میں محسوس کر لیا کہ وہ بے ہوش ہو گئی ہے، اس کے چہرے میں تبدیلیاں رونما ہونے لگیں تھیں اور کچھ لمحوں کے بعد وہ اپنی اصلی صورت میں واپس آ گئی تھی۔

صاحب میرے اعصاب بھی آہستہ آہستہ سنبھلنے لگے اور میں اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

اسے چھوڑ کر بھاگ جانے کو دل چاہ رہا تھا لیکن یہاں بھی ایسا نہ کر سکا آخر کار وہ میری بیوی تھی، میرے بچوں کی ماں تھی۔ میں صرف اپنی زندگی تو نہیں بچانا چاہتا تھا وہ جس عذاب میں گرفتار ہوئی تھی اسے بھی دیکھنا تھا۔ چنانچہ اپنے آپ کو ہمت دلا کر میں اس کے پاس پہنچا اب اس کی صورت بالکل ٹھیک ہو گئی تھی۔ سانس چل رہی تھی اور اس کے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اطراف میں پڑے ہوئے کیڑے اب بھی کلبلا رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر شدید گھن کا احساس ہو رہا تھا لیکن میں نے انہیں نظر انداز کر دیا اور حرا کی گردن اور پاؤں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔

میں کیا بتاؤں جناب آپ کو کہ مجھے پسینہ آ گیا حالانکہ وہ ایک نرم و نازک جسم کی مالک، پھول جیسے وزن والی عورت تھی اور میں بھلا اس کے وزن سے کیسے واقف نہ ہوتا لیکن اس وقت ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا بدن ٹھوس پتھر سے تراشا گیا ہو میں اسے جنبش بھی نہیں دے پایا تھا اور میری دہشت خوف کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اچانک ہی حرا کی آنکھیں کھلیں۔ اچانک اس کے چہرے کے نقوش ایک دم بدل گئے۔ ہونٹ اوپر چڑھ گئے اور لمبے لمبے دانت باہر جھانکنے لگے۔ اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر مجھے دبوچنے کی کوشش کی لیکن اس وقت میں نے ذرا ہمت سے کام لیا اور بندر کی طرح چھلانگ لگا کر دور چلا گیا اور اس کے بعد میرا اس کمرے میں رکنا ممکن نہ رہا۔ ساری محبت سارے جذبات سرد ہو گئے تھے جو منظر میں نے دیکھا تھا وہ ایسا ہولناک تھا کہ میں تو کیا کوئی بھی ہوتا تو وہاں نہ ٹک سکتا تھا۔ دوڑتا ہوا بچوں کے کمرے کی طرف آیا اور دروازہ کھول کر اندر گھس گیا اس کے بعد میں نے دروازہ ہی اندر سے بند کر لیا تھا۔ میرے دل کی جو کیفیت تھی میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا آپ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے خود سوچیں بیٹھے بٹھائے جو مصیبت مجھ پر آن پڑی تھی میری جگہ کوئی بھی ہوتا اس کا دماغی توازن درست نہیں رہ سکتا تھا۔

میں اپنے بچوں کے اس بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب کیا کروں؟ اس مصیبت سے کیسے چھٹکارا پاؤں؟ یہ ساری باتیں۔ یہ ساری کہانیاں جن بھوت اور اس قسم کے عمل اس کے بارے میں سن تو رکھا تھا لیکن کبھی زندگی کے کسی حصے میں خود مجھ پر ایسی بری بیتا پڑے گی ایسا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا حالانکہ اس آسیب زدہ باغ کی کہانیاں میں نے سنی تھیں لیکن انہیں تسلیم نہیں کیا تھا اور اب یہ سب کچھ میری نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا۔ میری حالت بے پناہ خراب تھی میں کہتا ہوں ٹھیکہ جہنم میں جائے جو رقم پھنس گئی وہ بھی غرق ہو جائے مجھے اس چیز کا افسوس نہیں ہوگا لیکن میرا گھر، میری بیوی میرے بچے کیسے اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کریں گے۔ بہرحال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔

بڑی مشکل سے میں نے ہمت کی، سوتے ہوئے بچوں کو جگایا انہیں ساتھ لیا اور کمرے سے باہر نکلا لیکن جونہی میں نے کمرے سے باہر قدم رکھا مجھے حرا نظر آ گئی میں ایک دم چونک پڑا تھا میں نے اسے غور سے دیکھا وہ اداس سی کھڑی ہوئی تھی لیکن اس کی کیفیت بالکل مناسب تھی۔ میں نے خوف بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس نے بھی میری طرف نگاہیں اٹھائیں۔ پھر اس نے بوجھل لہجے میں بچوں کے نام لے کر انہیں پکارا اور دونوں بچے اس کے پاس پہنچ گئے پھر اس نے تعجب سے میری طرف دیکھا۔

بولی۔ ''ارے آپ کب آ گئے؟''

میں نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کے پوچھنے کے انداز میں بالکل سادگی تھی میں نے صورتحال پر غور کیا۔

اس دوران حرا بچوں کے ساتھ میرے قریب آ گئی اور بولی۔ ''خیریت تو ہے رنگ پیلا پڑ رہا ہے آپ کا کیا ہو گیا تھا آپ کو؟ جلدی کیسے آ گئے؟''

''وہ بس تمہاری وجہ سے حرا تم کہاں تھیں تم اور کیا کر رہی تھیں؟''

وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی اور میں غور سے اسے دیکھنے لگا ہاں تم بس دوپہر کا کھانا کھایا تھا بچوں کو سلایا اور خود بھی اپنے کمرے میں آ کر گہری نیند سو گئی۔ گہری نیند آ گئی تھی، پھر کچھ آوازیں سنی تو آنکھ کھل گئی باہر آ کر دیکھا تو آپ تھے۔ اس نے جواب مناسب عمل تھا جو کچھ مجھ پر بیت چکی تھی وہ تو ایک الگ کہانی تھی لیکن اگر حرا کو اس بارے میں بتا دیتا تو وہ شاید خوف سے مر ہی جاتی، اس کا اندازہ مجھے ہو گیا تھا کہ جو کچھ اس پر بیتی تھی وہ اس کے علم میں بالکل نہیں ہے چنانچہ میں نے خاموشی ہی مناسب سمجھی اور کہا بس تمہاری وجہ سے ذرا جلدی آ گیا ہوں میں نے سوچا کہ کہیں تم پریشان نہ ہو رہی ہو۔

وہ خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد وقت گزرتا رہا اور رات ہو گئی، بچوں کو آج ہم نے اپنے کمرے میں سلا لیا تھا۔

حرا نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا بس یونہی حرا پچھلی رات جو واقعہ پیش آیا اس سے میں کافی متاثر ہو گیا ہوں۔ ویسے جو کام میں کر رہا تھا وہ بھی پانچ دن کے لیے رک گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب چند روز تک میں جاؤں گا ہی نہیں۔

آپ حرا نے تعجب بھرے لہجے میں کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہاں کیوں کیا بات ہے؟"

"کوئی بات ہے جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔"

"نہیں کوئی خاص بات نہیں حرا۔ رات کے واقعہ کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں۔ آخر وہ سب کیا تھا؟" تمہاری سمجھ میں کچھ آتا ہے۔

میرے ان الفاظ پر حرا خاموش ہوگئی تھی۔ دیر تک وہ خاموش رہی پھر اس نے کہا۔

"نہیں کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

بس دماغ کچھ گم سم سا ہو رہا ہے۔ ایسا لگا ہے دن بھر جسے پورے وجود پر کوئی وجود طاری رہا ہے، میں خود کو سمجھ نہیں پا رہی کہ کیا ہوا ہے؟

میں حرا کی بات سن کر خاموش ہوگیا تھا لیکن دل میں ہزاروں خوف بھرے خیالات جنم لے رہے تھے یہ اندازہ ہوگیا کہ مصیبت آئی ہوئی ہے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے چھٹکارا کیسے حاصل ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ سب کچھ خود بخود ٹھیک ہو جائے۔ بہرحال بستر پر لیٹے لیٹے کروٹیں بدلتا رہا۔ حرا کے بارے میں بھی اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ جاگ رہی ہے یا سو رہی ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد احساس ہوا کہ حرا سو گئی ہے۔ بچے پہلے ہی گہری نیند سو رہے تھے۔ میں انتہائی کوشش کے باوجود نہیں سو سکا پریشان کن خیالات ذہن میں آرہے تھے ٹھیکے کا مسئلہ بھی درمیان میں تھا۔ جو وعدہ کیا تھا اس فارم ہاؤس کو مکمل کرنے کا اس میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔ شہر سے مزدوروں کو تلاش کرنا یہاں تک لانا اور اس کے بعد یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ بھی یہاں سے فرار ہو جاتے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں؟ کیا ٹھیکہ کینسل کردوں لیکن یہ بہت بڑا نقصان ہو جاتا اور بھی بہت سے ایسے معاملات تھے جو اس ٹھیکے کے کینسل کرنے کی وجہ سے پیدا ہو سکتے تھے بس انہی سوچوں میں رات کی نیند غائب ہوگئی۔

اس وقت تقریباً دو یا اڑھائی بجے کا عمل ہوگا۔ حرا گہری نیند سو رہی تھی لیکن اچانک ہی اٹھ کر بیٹھ گئی اور میں چونک پڑا اس کا انداز ایسا تھا جیسے اسے کسی نے گہری نیند سے جگا کر بٹھا دیا ہو۔ میں اسے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ میں نے اس نے دونوں ہاتھ سیدھے کرتے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا اور جس چیز نے میری زبان بند کر دی وہ اس کا چہرہ تھا جو انگارے کی طرح روشن ہو کر دمکنے لگا تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور سر کے بال

آہستہ آہستہ پھیلتے جا رہے تھے پھر وہ چھتری کی مانند کھڑے ہوئے اور اب یوں لگ رہا تھا جیسے باریک باریک بال سانپوں کی طرح لہرا رہے ہوں۔ وہ آہستہ آہستہ ہاتھ سیدھے کیے ہوئے دروازے کی طرف بڑھنے لگی اور پھر میرے خوف میں اس وقت مزید اضافہ ہوگیا جب میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ ہلائے بغیر دروازے کھولنے میں کامیاب ہوگئی یا پھر دروازہ جو اندر سے بند تھا خود بخود کھل گیا ہے۔ حرا رات کی تاریکی میں کھلے دروازے سے باہر نکل گئی، میرے بدن پر تھرتھری طاری ہوگئی تھی۔ پورا جسم پسینے سے تر ہوگیا تھا۔ اعصاب پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا دماغ خوف سے اڑا جا رہا تھا دل چاہ رہا تھا کہ گہری نیند سو جاؤں تاکہ اس خوف سے نجات مل جائے لیکن بیوی تھی میرے بچوں کی ماں، میرا مستقبل بڑی ہمت کرکے میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور آہستہ آہستہ دبے پاؤں دروازے کی طرف پہنچ گیا۔ جھانک کر باہر دیکھا تو حرا آگے جا رہی تھی میرے مکان کا احاطہ بہت وسیع ہے اور اس کا آخری گوشہ کافی فاصلے پر ہے۔ آخری گوشے پر بھی میں نے ایک کمرہ بنا رکھا ہے جس میں کاٹ کباڑ بھرا رہتا ہے۔ یہ کاٹ کباڑ عموماً کنسٹرکشن کے سامان سے تعلق رکھتا ہے حرا کا رخ اسی کمرے کی جانب تھا کمرے کے بالکل قریب ہی ایک درخت ہے جس کا سایہ پورے کمرے پر رہتا ہے میں نے اسے درخت کی جڑ میں کچھ ٹٹولتے ہوئے دیکھا۔

میری ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ میں آگے بڑھ کر اس کے بالکل قریب پہنچ جاؤں۔ چنانچہ احاطے کی دیوار کا سہارا لیتے ہوئے میں بالکل بلی جیسے قدموں سے چل کر اس کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ وہاں سے حرا کی حرکات کا جائزہ لے سکوں۔ وہ اس طرح زمین کھود رہی تھی جیسے بلی اپنے پنجوں سے زمین کھودتی ہے۔ گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی اور کچھ دیر کے بعد میں نے اس کے ہاتھ میں کوئی چیز دیکھی۔ آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا اور ویسے بھی عمارت کے سامنے کے حصے میں ایک طاقتور بلب روشن رہتا تھا یہ روشنی کرنا میری ہمیشہ کی عادت تھی۔ چنانچہ ان کی وجہ سے میں اس وقت حرا کی تمام حرکتیں دیکھ سکتا تھا اور پھر جو منظر میں نے دیکھا وہ میرے دل کی حرکت بند کرنے لگا۔ میں نے اس مجسمے کو صاف پہچان لیا جسے میں خود مصیبت بنا کر اپنے ساتھ لایا تھا ہاں سو فیصدی وہی مجسمہ جو کارنس سے غائب ہوا تھا حرا نے اسے درخت کی جڑ میں ایک اونچی جگہ رکھ دیا اور پھر تقریباً چار

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فٹ پیچھے ہٹی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ہاتھ اس طرح سیدھے کیے جیسے کوئی کسی کی عبادت کرتا ہے اور اس کے بعد اس نے ایک عجیب و غریب عمل شروع کر دیا۔ اس نے ہاتھ زمین پر ٹکائے اور خود بھی ان کے ساتھ جھکتی چلی گئی۔ پھر سیدھی ہوئی اور پیچھے کی سمت جسم کو موڑنے لگی۔ اس کے بعد اسی انداز میں اس کی رفتار تیز ہونے لگی، وہ ہاتھ سیدھے کر کے سر نیچے جھکا کر زمین سے لگاتی اور اس طرح پیچھے ہو کر اپنا سر عقب میں نیچے لگا دیتی ۔ میں اسے اس عالم میں دیکھتا رہا، دل خون کے آنسو رو رہا تھا لیکن آگے بڑھنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ حرا کے اس انداز میں جنبش کرنے کی رفتار تیز ہونے لگی اور پھر اتنی تیز ہوئی کہ اس پر نگاہیں جمانا مشکل ہو گیا۔ میرا کلیجہ خون ہوا جا رہا تھا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔

ایک نرم و نازک عورت تھی۔ اس انداز میں جنبش کرنے سے اس کی جو کیفیت ہو سکتی ہے مجھے اس کا احساس تھا وہ بہت ہی نازک طبع تھی لیکن اس وقت جو کیفیت تھی وہ ناقابل یقین تھی میں دونوں ہاتھ دل پر رکھ کر اسے دیکھتا رہا اور میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ بڑے پریشان کن حالات تھے تقریباً پندرہ منٹ تک وہ یہی عمل دہراتی رہی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کی رفتار سست ہوتی چلی گی۔ پھر میں نے اس مجسمے کو اٹھا کر واپس اس کی جگہ پر رکھتے ہوئے دیکھا اور وہ اس کام سے فارغ ہو کر واپس پلٹی تو میں اس سے پہلے ہی دوڑتا ہوا اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔ دل کی جو کیفیت ہو رہی تھی اس کا حال بس خدا ہی کو معلوم ہے کسی سے کیا کہہ سکتا تھا۔ بستر پر آ کر لیٹ گیا مگر بدن جیسے ہوا میں اڑ رہا تھا۔ دماغ قابو میں نہیں تھا۔

آہ، یہ کیا ہو گیا، حرا کیسے عذاب کا شکار ہو گئی ہے وہ جس کیفیت میں تھی اس سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ایسے عالم میں وہ اپنے ہوش و حواس سے عاری ہوتی ہے۔ بہرحال دوسرے دن میں نے سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا اس طرح وہ ہلاک ہو جائے گی اور میرے بچے ماں سے محروم ہو جائیں گے کیا کروں کسی سے کوئی مشورہ کروں واقعات چونکہ ایسے انوکھے تھے کسی کو بتاتے ہوئے بھی شرم آتی تھی لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے تھے، بہت کمینہ فطرت ہوتے ہیں۔ بعض لوگ یہ بھی الزام لگانے سے نہیں چوکتے کہ حرا مجھے ناپسند کرتی ہے اور اس نے یہ کھیل مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے شروع کیا

ہے۔ کہنے والے کی زبان کو کون روک سکتا ہے بہت سے علاقوں میں میں نے ایسے بورڈ لگے ہوئے دیکھے تھے جن میں سڑک چھاپ جادوگر جادو ٹونے کے خلاف کام کرنے کے دعوے کرتے ہیں، میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا جناب بہرحال مختلف لوگوں سے مجھے مختلف معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔ ایک سنیاسی بابا سے میری ملاقات ہوئی جن کا تجربہ 70 سال کا تھا اور عمر 40 سال۔ بہرحال یہ تو نہیں پتہ چل سکا کہ چالیس سال کی عمر میں ستر سال کا تجربہ کیسے ہو گیا اس کے لیے انہوں نے ایک تجربہ کیا اور اس تجربے نے مجھے کافی متاثر کیا پھر میں نے ساری صورتحال سنیاسی بابا کو بتائی انہوں نے اپنا حساب کتاب لگا کر بل میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ بل کی مجھے پرواہ نہیں تھی میں نے ان سے کہا کہ اگر وہ میری بیوی کو بالکل ٹھیک کر دیں اور اسے مصیبت سے نکال دیں تو میں انہیں منہ مانگی رقم دوں گا۔ چنانچہ سنیاسی بابا میرے ساتھ میرے گھر آ گئے میں نے انہیں وہ درخت دکھایا جس کی جڑ میں وہ خوفناک مجسمہ تھا۔ سنیاسی بابا اس طرح اظہار کرنے لگے جیسے سب کچھ سمجھ گئے ہوں اور پھر انہوں نے اپنے پیسے حلال کرنا شروع کر دیئے۔ لکڑی کی ایک چھڑی سے انہوں نے درخت کے گرد ایک دائرہ قائم کیا اور مجھ سے کچھ چیزیں طلب کرنے کے بعد مجھ سے کہا کہ میں وہاں سے چلا جاؤں اور کمرے میں جا کر بند ہو جاؤں اور اپنی بیوی پر نظر رکھوں بچوں کو سکول بھیج دیا گیا تھا۔ میں نے حرا کو اس بارے میں کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی بس یہ کہہ دیا تھا کہ میرا ایک شناسا ہے جو کچھ عمل کرنے کے لیے آیا ہے۔ بہرحال ایک گھنٹہ، دو گھنٹہ پھر ڈھائی گھنٹے گزر گئے اس کے بعد جب مجھ سے برداشت نہ پایا تو میں باہر نکل آیا لیکن جیسے ہی صحن میں قدم رکھا درخت کی طرف دیکھا ہوش حواس رخصت ہو گئے۔ سنیاسی بابا بے ہوش پڑے تھے ان کا پورا لباس دھجی دھجی ہو رہا تھا اور جسم کے مختلف حصوں میں خون کی لکیریں نظر آ رہی تھیں۔ کئی جگہ نیل پڑے ہوئے تھے ایک آنکھ رخسار تک بالکل کالی پڑ چکی تھی۔ میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا جلدی سے پانی لے کر آیا اور سنیاسی بابا پر انڈیلنے لگا۔

میرے پیچھے ہی پیچھے حرا بھی آ گئی۔ اس نے حیرانی سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ارے یہ کیا ہو گیا یہ تو یوں لگتا ہے جیسے کسی سے لڑائی ہوئی ہے ان کی۔“

”ہاں ایسا ہی لگتا ہے میں نے گہری سانس لے کر کہا۔“

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہ آپ کے ہی دوست ہیں ناں جو آپ کے ساتھ آئے تھے۔" حرا نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"مگر یہ یہاں کیا کر رہے تھے۔" خدا جانے کیا کر رہے ہیں آپ؟ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ یہاں درخت کے پاس بیٹھے ہوئے کیا کر رہے تھے حرا بولی اور میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ لیکن اس کے چہرے پر بالکل سادگی اور معصومیت تھی۔

وہ کہنے لگی۔ "آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"سوچ رہا ہوں حرا کہ واقعی یہ کیا ہو گیا؟"

"ہوش میں نہیں آ رہا یہ تو۔" حرا اور پانی لے آئی اور بمشکل تمام ہم نے سنیاسی بابا کو تھپڑ مار کر ہوش دلایا۔ وہ اٹھے اور دہشت زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتے رہے پھر مجھ پر نظر پڑی اور پھر حرا کو دیکھا اور اس کے بعد اس بری طرح بھاگے کہ اپنا جوتا بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ بڑے گیٹ سے ٹکرائے تھے گرے تھے اور پھر اٹھ کر اسی طرح بھاگ پڑے تھے۔

حرا پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسنے لگی اس نے کہا۔ "یہ کوئی تماشا کرنے آئے تھے یہاں۔"

"پتہ نہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ مجھے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ سنیاسی بابا کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے' اس نے اس کے ہوش درست کر دیئے ہیں۔ بہرحال سنیاسی بابا بھاگ گئے ہیں۔ میں آج تک اس مشکل میں ہوں۔ اس مصیبت کو مجھ پر نازل ہوئے کافی دن گزر چکے ہیں' بہت سے لوگوں سے رجوع کر چکا ہوں' کوئی بات سمجھ نہیں آتی کہ کیا کروں۔ جس مصیبت میں گرفتار ہوا ہوں میں جانتا ہوں' میرا دل جانتا ہے' باغ پر چند لوگوں کو سامان کی نگرانی پر رکھا ہوا ہے جو کافی قیمتی ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ کیا کروں؟ حرا کی وہی حالت ہے راتوں کو اٹھتی ہے' درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جاتی ہے' اب تو بچے بھی اس سے خوفزدہ رہنے لگے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے اگر یہ کیفیت زیادہ عرصہ تک رہی تو کہیں بچوں کو کچھ نہ ہو جائے۔ یہ قصہ ہے دوست میں نے آپ سے ایک بات بھی نہیں چھپائی' صورتحال کی نوعیت کا آپ کو بھی اندازہ ہو چکا ہے۔ براہ کرم سوچ سمجھ کر جواب دیجئے کہ میرے سلسلے میں کچھ کر سکیں گے یا نہیں۔

میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' البتہ جمال یزدانی کے چہرے پر بھی خوف کی لکیر تھی۔ ہم لوگ بہت زیادہ بہادر نہیں بن سکتے تھے' میں نے البتہ حسن سے اس کے گھر کا

پتہ پوچھا اور اس نے اپنا کارڈ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ پھر بولا۔ "کیا آپ لوگ مجھے ابھی یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟"

"حسن صاحب ابھی ہم کچھ نہیں بتائیں گے' لیکن بہت جلد آپ کو اس سلسلے میں تفصیل بتا دی جائے گی' چاہے وہ معذرت کی شکل میں کیوں نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے اب یہ بتائیے کہ مجھے آپ کو کیا پیش کرنا ہو گا۔" میرا مطلب ہے۔

"اس وقت۔ آپ ہمارے ساتھ ایک کپ چائے پئیں۔" بس یہی ہمارا معاوضہ ہے۔

"نہیں میرا مطلب ہے اس وقت۔ عرض کیا نہ ہم معاوضے کے لیے کام نہیں کرتے۔" کاش ہم آپ کی مشکل کو دور کر سکیں۔ نجم الحسن بہت متاثر ہوا تھا' البتہ اس کے جانے کے بعد جمال یزدانی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "وہ سوچ رہا ہو گا کہ ہم بہت اچھے کاروباری ہیں۔ اس طرح اسے دلاسے دیکر چائے پلا کر بعد میں اس سے کوئی بڑی رقم طلب کریں گے۔"

"اب یہ بتاؤ جمال کیا ارادہ ہے۔ کیا کرنا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

محترم جناب قبلہ شاہد صاحب' بات اصل میں یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی عالم تو نہیں ہے' لیکن ظاہر ہے کہ ہم نے یہ ادارہ کھولا ہے اور جو بورڈ ہم نے لگایا ہے' اس کی لاج بھی رکھنی ہے۔ بیچارے سجاد فضلی کو تو ہم نہیں بچا سکے' کیونکہ وہ ایک روح کے انتقام کا شکار ہوا ہے۔ لیکن کوششیں تو جاری رکھیں گے' ہونا وہی ہے جو نجم الحسن اور حرا خانم کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن بہرحال تھوڑا سا تجربہ' تھوڑا سا مشاہدہ بڑی کارآمد چیز ہوتی ہے' یہ تو کر کے دیکھ ہی لیا جائے۔

گویا تم اس بات سے اتفاق کرتے ہو کہ وہاں جا کر صورتحال کا جائزہ لیا جائے۔

میرا تو یہی خیال ہے کہ پہلے کی مانند جس طرح ہم وہاں اس عمارت میں پہنچے تھے اور بہرحال ان سارے واقعات کا اختتام دیکھ کر آئے تھے۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی ہمیں اپنا یہ کام کرنا چاہیے۔ اگر کسی طور پر کامیاب ہو گئے تو واہ واہ' نہیں ہوئے تو اللہ کی مرضی۔

ٹھیک ہے پھر یوں کرتے ہیں کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے' ہم نجم الحسن کے گھر جا کر

صورتحال کا جائزہ لیں گے اور اس بات پر ہم دونوں نے بیک وقت اتفاق بھی کر لیا تھا۔ حالانکہ بیچارہ جمال یزدانی بھی یہ بات نہیں جانتا تھا کہ میری اصلیت کیا ہے؟ جسے وہ شاہد سمجھ رہا ہے وہ شاہد نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہی شخصیت ہے۔ اس دن تو خیر ہم نے نجم الحسن کے گھر جانا مناسب نہیں سمجھا' تھوڑے بہت انتظامات بھی کرنے تھے۔ کوئی طریقہ کار منتخب کرنا تھا' میرے ذہن میں مرشد آئے تھے' لیکن انہوں نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا اس کے بارے میں بھی سوچنا ضروری تھا۔ بہرحال اللہ کا نام لے کر ہی فیصلہ کیا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہمیں ہر قیمت پر نجم الحسن کے معاملے میں الجھنا پڑے گا۔

رات کو جمال یزدانی سے اس موضوع پر گفتگو ہوئی اور یہ طے پایا کہ نجم الحسن سے رابطہ قائم کر کے ہم اس سے یہ کہیں گے کہ ہمیں کچھ وقت کے لیے اپنے گھر قیام کی اجازت دے۔ گھر میں یہ نہ بتائے کہ ہم کس لیے آئے ہیں اور حرا کو یہی کہے کہ ہم اس کے دوست ہیں' جو وہاں قیام کے لیے پہنچے ہیں۔ اس کے لیے نجم الحسن سے ملنا بہت ضروری تھا۔

نثار کو ہم نے یہ ڈیوٹی سونپی کہ وہ نجم الحسن کے گھر جائے اور اسے ہمارا یہ پیغام دے اور یہ کہے کہ ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ نثار وہاں روانہ ہو گیا۔ نجم اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمارے پاس آ گیا۔ چہرے پر وہی فکر منجمد نظر آ رہی تھی۔ آنے کے بعد بولا۔

''میں تو یہ سمجھتا تھا کہ شاید آپ لوگوں نے میرے مسئلے میں رسک نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''نہیں ہم نے آپ کے مسئلے میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔'' آپ نہ لینے کی بات کر رہے ہیں۔ بہت بہت شکریہ لیکن میں عرض کرنا چاہتا ہوں' یہی کہ ہم اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہوں گے۔

''کاش میرے گھر آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔''

اچھا اب ان باتوں کو چھوڑیے مسٹر حسن۔ ''ہم آپ کو نجم کہیں یا حسن؟''

''یہ آپ کی مرضی ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ حسن زیادہ اچھا لگتا ہے۔''

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آج تقریباً چار بجے ہم ایک سوٹ کیس کے ساتھ آپ کے گھر پہنچ رہے ہیں۔ آپ کے مہمان ہیں اور کسی دوسرے شہر سے آئے ہیں' آپ کے گھر قیام کریں گے۔

''بہت بہتر نام معلوم کر سکتا ہوں آپ کے؟''

''شاہد اور جمال۔''

''بہت بہتر آپ لوگ تشریف لے آئیے' اس سے زیادہ خوشی کی بات میرے لئے کیا ہو سکتی ہے؟''

''کوئی اور خاص بات تو نہیں۔''

''نہیں بالکل نہیں۔''

شکریہ' اچھا لگ رہا تھا نثار کو ہم نے تمام صورتحال بتائی اور کہا کہ ہو سکتا ہے کہ ہم کچھ دن تک دفتر میں نہ پہنچ سکیں' ایک کیس ہے جس پر کام کرنا ہے۔

نثار کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا' اسے ضروری ہدایات دے کر آخرکار ہم لوگ باہر نکل آئے۔ بازار سے کچھ خریداری کی' بچوں کے لیے کچھ کھلونے' مٹھائی وغیرہ' ایک آدھ ساڑھی بھی لے لی تھی تاکہ بالکل ہی یہ تاثر قائم ہو جائے گا کہ ہم لوگ کسی دوسرے شہر سے آئے تھے اور پھر مقررہ وقت پر نجم الحسن کے گھر پہنچ گئے۔ اچھا خاصا خوبصورت مکان تھا' ٹھکیدار کا معلوم ہوتا تھا۔ جگہ جگہ کنسٹرکشن کا سامان بکھرا پڑا تھا' وہ درخت بھی نظر آ گیا' جس کی جڑ میں وہ مصیبت دفن تھی۔ نجم الحسن نے باہر نکل کر ہمارا استقبال کیا اور پھر بولا میں نے حرا کو بتا دیا تھا کہ میرے جگری دوست آ رہے ہیں۔ حیران تو ہوئی کہ یہ میرا جگر دوسرے شہر کیسے پہنچ گیا اور اچانک ہی کیسے عالم ظہور میں آیا ہے۔ لیکن بہرحال میں نے سمجھا دیا ہے۔

آئیے آپ لوگوں کا انتظار کر رہی ہے وہ' بلکہ باورچی خانے میں مصروف ہے' کھانا پکا رہی ہے۔

ہم لوگ اس کے ساتھ اندر داخل ہو گئے' احاطے کا جائزہ لیا' ایک لمحے کے اندر یہ اندازہ ہو گیا کہ یہاں بدرونقی سی پھیلی ہوئی ہے۔ ایک منحوس سا تاثر قائم تھا۔ دل تو چاہا کہ حسن سے سوال کر لیا جائے کہ پہلے بھی یہاں ایسا ہی ماحول تھا' یا کسی بدروح کا سایہ ہونے کے بعد یہ صورتحال پیش آ گئی ہے۔ لیکن بہرحال یہ سوال اسے خوفزدہ کر دیتا' اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیے ہم نے اس کا خیال رکھا' پھر حرا سے ملاقات ہوئی۔ نرم و نازک سی ایک خاتون تھیں' عمر 28 سال سے زیادہ نہیں ہو گی' چہرے پر کچھ شوخ لکیریں بھی تھیں' لیکن اب اس چہرے پر ایک اور بھی احساس سا چھایا ہوا تھا۔ اس نے کہا ہمیں نہیں معلوم تھا کہ حسن کے آپ جیسے دوست بھی ہیں' حسن نے آج تک اپنی بے شمار باتیں ہم سے چھپا کر رکھیں ہیں۔ بھائی آپ لوگوں کے آنے سے بڑی خوش ہوئی ہے ہمیں لیکن۔

"جی لیکن کیا۔" جمال نے سوال کیا تو حرا نے حسن کی طرف دیکھا اور حسن بولا۔

"اب اتنی جلدی بھی نہ کرو حرا' میرے دوست سمجھیں گے جیسے تم انہیں ڈرا کر یہاں سے بھگانا چاہتی ہو۔"

"ارے نہیں خدا کی قسم میں تو یہ چاہتی ہوں کہ یہ دو تین مہینے ہمارے ساتھ رہیں' اتنی خدمت کروں گی ان لوگوں کی۔ ایسی ایسی اچھی چیزیں پکا کر کھلاؤں گی کہ یہ بھی یاد رکھیں۔" بھائی آپ وعدہ کیجئے کہ آپ ہمارے ساتھ ایک اچھا اور طویل وقت گزاریں گے۔

اصل میں بھابھی کھانے پینے کے تو ہم بھی بہت زیادہ شوقین ہیں' لیکن بزرگوں کا کہنا ہے کہ اگر اپنی عزت کرانی ہے تو دو دن مہمان رہو' چار دن مہمان رہو' اس کے بعد شرافت سے باہر نکل آؤ' ورنہ میزبان اٹھا کر پھینکوا دیتے ہیں۔ اس بات پر دونوں میاں بیوی خوب ہنسے تھے اور پھر حرا نے کہا تھا' چلیے بھائی ٹھیک ہے اگر آپ ہماری نگاہوں میں فرق پائیں تو چلے جائیں' مگر شرط یہ ہے کہ جب تک ہم آپ کی خدمت کرتے رہیں آپ جائیں گے نہیں۔

چلیں یہ ٹھیک ہے' یہ فیصلہ بعد میں ہو جائے گا' اب یہ بتاؤ مہمانوں کو ٹھہرائیں گے کہاں؟ عمارت اندر سے بھی کافی اچھی تھی' کیونکہ نجم خود کنسٹرکشن کا کام کرتا تھا' اس لئے اس نے گھر بھی بہت اچھا بنوایا تھا۔ ایک کافی کشادہ کمرہ ہمیں دے دیا گیا' جس کی بڑی کھڑکی پورے احاطے کے سامنے کھلتی تھی اور کمرے میں ہر طرح کی آسائش کا بندوبست تھا۔ باتھ روم بھی کمرے کے ساتھ ہی بنا ہوا تھا' یہاں ہمارے لئے بیڈ بھی موجود تھے۔ میز کرسی بھی اور ضرورت کی باقی تمام چیزیں بھی' چنانچہ ہم نے سب سے پہلے اس کمرے میں قیام کیا۔

حرا کے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ کافی خوش مزاج اور اچھی طبیعت کی خاتون تھی لیکن بیچاری کے بارے میں نجم نے جو کچھ بتایا تھا وہ بڑا افسوسناک تھا۔ دونوں بچے بھی بہت پیارے تھے' لڑکے کا نام ببلو اور لڑکی کا نام پنکی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ شام کی چائے اور پھر رات کا کھانا بہت اچھا بنایا گیا تھا۔ اس دوران ہم لوگ باہر بھی آئے تھے اور نجم ہمیں پورا گھر دکھاتا پھر رہا تھا۔ ہم اس درخت کے نیچے بھی گئے تھے' یہاں صاف ایسے آثار نظر آتے تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ درخت کی جڑ میں کوئی چیز دفن ہے۔ بڑا سنسنی خیز ماحول تھا' لیکن ہم نے طے کر لیا تھا کہ انتظار کریں گے۔ رات کو خاصا وقت ہو گیا تو ہم اپنے کمرے میں چلے گئے۔ وہ کھڑکی جو باہر کی سمت کھلتی تھی' سلاخوں کے بغیر تھی اور اس کے دروازے کھول کر کوئی بھی اندر سے باہر اور باہر سے اندر آ جا سکتا تھا۔

جمال یزدانی نے کسی قدر متاثر لہجے میں کہا۔ "کیا پروگرام ہے جاگو گے رات کو؟"

"تو پھر تم کیا چاہتے ہو آرام کی نیند سونے کے لیے آئے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یار سچی بات یہ ہے کہ میں اس معیار کا انسان نہیں ہوں' جس معیار کا بننے کی کوشش کرتا ہوں۔" اس خوفناک مکان کے ماحول سے بھی بری طرح متاثر ہو گیا تھا اور اب بھی سچی بات یہ ہے کہ میری جان نکل رہی ہے' نجانے کیا ہو گا' ویسے ارادہ کیا ہے؟ آج کی رات ذرا جائزہ لیں گے' دیکھیں گے کہ حرا باہر نکلتی ہے یا نہیں؟ ویسے ہی کمرہ بہت عمدہ ہے' یعنی جس طرح سے ہم یہاں سے سارا منظر دیکھ سکتے ہیں' شاید اس عمارت میں کوئی اور کمرہ ایسا نہ ہو۔ ہاں بالکل' پھر ہم لوگ کھڑکی سے تھوڑے فاصلے پر کرسیاں ڈال کر بیٹھ گئے اور باہر کا جائزہ لیتے رہے۔ تاحد نگاہ خاموشی اور سناٹے کا راج تھا' جمال یزدانی کا یہ کہنا درست ہے کہ عمارت پر ایک عجیب سی نحوست چھائی ہوئی ہے۔ سامنے والا دروازہ بھی بند تھا' یہ دروازہ عمارت میں داخل ہونے کا دروازہ تھا اور ہم اسے بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ تھوڑی دیر تک تو باتیں کرتے رہے۔ اس کے جمال یزدانی کی آنکھوں میں نیند نظر آنے لگی۔ میں نے اس سے کہا' یزدانی اگر تم سونا چاہتے ہو تو سو جاؤ اگر کوئی ضرورت پیش آئی تو میں تمہیں جگا لوں گا۔

"برا تو نہیں مانو گے یار؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"نہیں مانو گا جاؤ سو جاؤ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور جمال یزدانی بیڈ پر جا کر لیٹ گیا اور وہ سونے سے اپنے آپ کو باز نہیں رکھ سکا تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد اس کے گہرے گہرے سانس سنائی دینے لگے تھے' یہی شکر تھا کہ خراٹے نہیں لیتا تھا۔ باہر سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں' میں نجانے کیسے کیسے خیالات میں ڈوبا رہا۔ بہت سی باتیں یاد آ رہی تھیں' ماضی کے واقعات بھی ایسے واقعات سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ رات آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی اور پھر اچانک میں چونک پڑا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے کا بند دروازہ کھلا اور اس کے بعد میری تمام دلچسپیاں شدت کے ساتھ اس منظر میں منتقل ہو گئیں جو میں دیکھ رہا تھا۔ دروازے سے حرا باہر نکلی تھی' شب خوابی کا لباس پہنے ہوئی تھی' دونوں ہاتھ سامنے کئے ہوئے چل رہی تھی۔ بال کسی چھتری کی مانند کھڑے ہوئے تھے' چہرہ آگ کی طرح دہک رہا تھا' زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ چلنے کا انداز بے حد بھیانک تھا' میں ابھی اسے ہی دیکھ رہا تھا کہ دروازے سے کوئی اور بھی باہر نکلا اور میں نے اسے پہچان لیا۔ مصیبت کا مارا حسن ہی تھا جو اپنی آگ میں جل رہا تھا۔ اس پر جو قیامت ٹوٹی تھی' اس نے اس کے دن رات حرام کر دیئے تھے۔ ظاہر ہے کسی کا گھر اجڑ رہا ہو تو وہ سکون کی نیند تو نہیں سو سکتا اور اب اس وقت ان حالات میں جبکہ میں اس کی مشکل دور کرنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ سکون کی نیند سوتے رہنا یا پھر اسے نظر انداز کرنا ایک غیر انسانی عمل تھا۔

جمال یزدانی کی طرف دیکھا تو وہ مست نیند سو رہا تھا' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بھی مزے کی چیز تھا' بزدل' ڈرپوک اور حالات سے خوفزدہ ہونے والا' لیکن اپنے آپ کو تیس مار خان بھی سمجھتا تھا۔ بہرحال اسے اس وقت جگانا بالکل غیر مناسب سمجھ کر میں خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایسے وقت میں حسن کو سہارا دینا بے حد ضروری تھا اور پھر جو کچھ اس نے کہا تھا' اس کی تصدیق ہو رہی تھی۔ میں چند لمحوں کے بعد اس کے قریب پہنچ گیا' اسے فوراً ہی احساس ہو گیا کہ اس کے عقب میں کوئی ہے۔ دوسرے لمحے وہ میرے قریب آ کر مجھ سے چمٹ گیا' بری طرح کانپ رہا تھا۔ کچھ بولنا چاہتا تھا' لیکن آواز حلق میں پھنس گئی تھی' میں نے اسے سہارا دیتے ہوئے سرگوشی کی' نہیں حسن حوصلہ رکھو' حوصلہ رکھو۔

"وہ وہ اس نے انگلی سے حرا کی جانب اشارہ کیا۔"

"ہاں میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔"

"تم یہیں رہو میں اسے قریب سے دیکھتا ہوں۔" میں نے اسے ایک درخت کی آڑ میں کھڑا کیا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس وقت دل میں کوئی احساس' کوئی خیال نہیں تھا' لیکن پتہ نہیں کیوں دل میں ایک ہمت تھی۔ اب آپ یہ بات مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ میں کوئی عامل نہیں تھا۔ بس تجسس نے مجھے اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا اور میں ایسے معاملات میں ملوث ہو گیا تھا۔ فاصلہ طے کر کے میں حرا کے قریب پہنچ گیا' وہ اس درخت کی آڑ میں بیٹھ گئی تھی اور بلیوں کی طرح زمین کھود رہی تھی۔ پھر اس نے زمین کھود کر مجسمہ نکال لیا' اسے درخت کی جڑ میں ایک بلند جگہ پر رکھا اور اس کے سامنے دو زانو ہو گئی۔ پھر میرے سامنے خوف و حیرت کے دروازے کھلتے چلے گئے' میں نے اس مجسمے کا حجم بڑھتے ہوئے دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ بھیانک چہرہ میرے سامنے ایک انسانی جسم کے برابر ہو گیا' لیکن وہ حرا کو دیکھنے کی بجائے اپنی خونی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی صورت انتہائی مکروہ تھی اور اسے دیکھ کر نفرت کا شدید احساس دل میں ابھرتا تھا۔ اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"کون ہے یہ؟" کسے ساتھ لائی ہے تو؟ اس کے اس الفاظ پر حرا نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور پھر غرا کر بولی۔

"کون ہے تو؟ کہاں سے آ مرا ہے کمبخت؟"

"تیرے بارے میں جاننا چاہتا ہوں کہ تو کون ہے؟"

"بتائیں اسے اپنے بارے میں سنتو مہاراج۔" حرا کی آواز میں مردانہ پن تھا۔

"مار سرے کو' ختم کر دے۔" اس شخص نے کہا اور اچانک ہی حرا کھڑی ہو گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں؟ اچانک ہی مجھے اپنے شانوں پر کوئی چیز محسوس ہوئی' یوں لگا جیسے کوئی کیڑا سا میرے کندھے پر آ کر گرا ہو اور پھر وہ پھسلتا ہوا میرے بدن پر نیچے آ گیا۔ یہ ایک ایسا عمل تھا جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ کالا کفن تھا۔ جس نے سر سے پاؤں تک مجھے ڈھانک لیا تھا اور اب میں کالے کفن میں ملبوس ان کے سامنے کھڑا تھا۔ ادھر حرا نے اپنے ہاتھ سیدھے کر لئے تھے اور اس کی انگلیاں لمبی ہونے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لگیں۔ لمبی اور لچکدار جن کے سرے سانپوں کے منہ بن گئے تھے اور ان سانپوں کی زبانیں لہرا رہی تھیں۔ یہ لہراتے ہوئے لمبے سانپ میری طرف بڑھ رہے تھے' یہاں تک کہ وہ میرے قریب پہنچ گئے لیکن اچانک ہی میرے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے اور میں نے ان سانپوں کو پکڑ لیا۔ وہ میرے ہاتھوں میں تلملا رہے تھے اور مجھے ان سے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اس تمام ہنگامہ آرائی میں پہلی بار کالے کفن کی افادیت مجھ پر واضح ہوئی تھی۔ یہ سب کچھ بے مقصد نہیں تھا جو مجھے سونپا گیا تھا' یہ کالا کفن اچانک ہی مجھ تک پہنچا تھا۔ سانپوں کو مٹھیوں میں پکڑ کر دفعتاً میں نے زور دار جھٹکے دیئے اور اس کے ساتھ ہی حرا کے دونوں بازو اس کے شانوں کے پاس سے اکھڑ گئے۔ ان سے خون کے فوارے بلند ہو رہے تھے اور یہ دونوں بازو سانپوں کی شکل میں میرے ہاتھوں میں موجود تھے۔ میں نے انہیں گھما کر دور پھینک دیا' حرا نے حیرت سے اس بھیانک صورت والے شخص کو اور پھر اپنے بازو کو دیکھا' لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بھیانک انداز میں ہنس پڑی تھی۔ سنتو مہاراج دیکھ رہے ہو تم سے مقابلہ کر رہا پاپی ہتھیار اکہیں گا۔ مہان گیانی مہاراج سے' اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے چل مقابلہ ہی سہی' میں نے اب بھی کچھ نہیں کہا تھا' بس خاموش کھڑا ہوا تھا کہ اچانک ہی اس بھیانک شکل کے آدمی نے جس کا نام سنتو تھا' دو چٹکیوں میں کوئی چیز اٹھا کر اس طرف پھینکی اور حرا کے بازوؤں سے بہتی ہوئی خون کی دھار بند ہو گئی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے دوسرے بازو نمودار ہو گئے۔ حرا نے اچانک ہی رقص کے انداز میں گھومنا شروع کر دیا' اب وہ تیزی سے اپنے ان بازوؤں کو جنبش دے رہی تھی۔ اس کے دونوں بازو شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ فضا میں گردش کر رہے تھے اور پھر ایک ہی لمحے کے اندر اندر اس کے بازوؤں سے کوئی چیز نمودار ہوئی۔ یہ لاتعداد پرندے تھے جو غوطے لگا کر میرے سر پر پہنچ گئے' ان کی چونچیں لمبی اور آنکھیں سرخ تھیں۔ میں نے بغیر سوچے سمجھے ہاتھ بلند کئے اور اچانک ہی وہ پھاک پھاک کی آواز کے ساتھ فضا میں پھٹنے لگے۔ ان کے خون کے چھینٹوں سے زمین کا یہ حصہ سرخ ہو گیا تھا۔ پرندے گھبرا کر اونچے اٹھنے لگے اور سنتو کی خوفناک آواز سنائی دی' ایسے نہیں مانے گا یہ۔ ہمبورا' ہمبورا اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر سیاہ رنگ کا ایک ریچھ جیسا انسان برآمد ہو گیا' اس کا چہرہ فٹ بال کی طرح گول اور بہت خوفناک تھا۔ شکل کسی بدمانس سے ملتی جلتی

تھی' پہلے وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے چلتا ہوا سنتو کے پاس پہنچا اور اس کے پیروں کے چاٹنے لگا' پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"دیکھ لے ہمبورا اس حرام خور کو' کون ہے یہ' کون ہے؟"

اور اچانک ہی اس خوفناک شکل کے نمودار ہو جانے والے بھیانک سے وجود نے کہا۔ "کالے کفن میں لپٹا ہوا ہے مہاراج۔" پتہ نہیں' پر ایک بات ہم کہیں اس سے جھگڑا نہ کرو' نہ کرو اس سے جھگڑا' مارے جاؤ گے' کالے کفن کا داس ہے یہ۔ بھاگو رے بھیا' دیا رے دیا اور وہ کسی ریچھ ہی کی طرح چاروں ہاتھ پاؤں سے بھاگ کر چلا گیا۔"

درخت کی جڑ میں بیٹھا ہوا شخص اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "ارے یہ کالا کفن کیا ہے رے۔"

میری ہمت کا کیا پوچھنا' اب میں شیر ہو گیا تھا۔ ساری باتیں اپنی جگہ لیکن یہ بات بھی ماننے والی تھی کہ میرے مرشد کوئی معمولی شخصیت کے مالک نہیں تھے۔ اس وقت جس طرح میری مدد کی گئی تھی' میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ دل کو جو ہمت ہوئی تھی' جو ڈھارس بندھی تھی' اس کے بارے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوتا تھا سینے میں دل کی جگہ چٹان آ کر رکھ دی گئی ہے' جس میں خوف کا کوئی تصور نہیں باقی تھا۔ میں نے ہاتھ پھیلائے اور اپنی جگہ سے آگے بڑھا تو وہ بھیانک صورت والا آدمی اچھل کر کھڑا ہو گیا اور دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"نہ مہاراج نہ' ہم پاگل ناہیں ہیں' سنتو ہے ہمارا نام' سنتو سنگھ۔" بس اس نے ہمیں نکال لیا تھا اور قیدی بنا لیا تھا' اس مرد کی بات کر رہے ہیں ہم۔ یہ ہمیں اچھی لگی اور ہم نے سوچا کہ چلو اچھی چھوکریا ہے تھوڑا سا من لگا لیں اس سے پتہ نہیں تم کہاں سے آ گئے؟"

ٹھیک ہے مہاراج طاقتور سے لڑنا ہمارے بس کی بات نہیں' ہو گیا جو جھگڑا ہونا تھا' اب بات ختم ہو گئی۔ جا رہے ہیں' چھوڑ دیا اسے' اب تمہیں شکایت نہیں ہو گی اور اس کے بعد اچانک ہی وہ چھوٹا ہوتا چلا گیا۔ اس کا حجم کم سے کم ہوتے ہوتے ایک مکھی کے برابر رہ گیا' میری نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں' دوسرے لمحے وہ مکھی اڑی اور ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ میری خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا' بتا نہیں سکتا میں آپ لوگوں کو کہ میرے اندر کیسی کیسی قوتیں بیدار ہو گئیں تھیں۔ ادھر حرا وہیں سر جھکا کر بیٹھ گئی تھی' لگتا تھا جیسے وہ اونگھ رہی ہے'

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

حالات کچھ بہتر نظر آتے تھے۔ میں نے بڑے احترام کے ساتھ اپنے وجود پر سے کالا کفن اتارا جو ایک لبادے کی طرح تھا اور پھر بڑے آرام سے لپیٹ کر اپنے بازو پر لٹکا لیا۔ یہ تو ایک ایسی چیز تھی جس سے میں نجانے کیا کیا کام لے سکتا تھا' اس تحفے کو تو میں کسی طور نہیں بھول سکتا تھا۔ بہرحال میں واپس پلٹا اور میں نے حسن کی جانب رخ کر کے دیکھا' مگر یہاں حسن صاحب دلچسپ کیفیت میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کا سر نیچے تھا اور پاؤں اوپر' غالباً یہ مناظر انہوں نے دیکھے ہوں گے اور اس کے نتیجے میں مرغا بن گئے۔ ابھی میں انہیں سیدھا ہی کر رہا تھا کہ اپنے عقب میں قدموں کی آواز سنی' دیکھا تو حرا صاحبہ چلی آ رہی تھیں۔ کافی پریشان تھی' چونک کر بولی۔

''ارے انہیں کیا ہو گیا؟''

''نہیں' بس ٹہلتے ٹہلتے سونے کے لئے لیٹ گئے ہیں۔''

''ٹہلتے ٹہلتے۔''

''ہاں رات کو چہل قدمی کرنے نکلے تھے ہم دونوں' یہ یہاں آئے اور گہری نیند سو گئے۔'' لیکن آپ یہاں کیا کر رہی ہیں بھابھی جان؟

وہ حیرت سے بولی اور اس کے بعد اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اور بولی۔ ''ارے مم میں' میں یہاں کیسے آ گئی؟'' اللہ رحم کرے۔ ''کیا مجھے سوتے میں چلنے کی عادت ہو گئی ہے؟''

''ایسا ہی لگتا ہے آپ یہاں رک کر انہیں دیکھیں' میں ذرا جمال یزدانی کو بلاتا ہوں۔'' ہم دونوں انہیں ساتھ لے چلیں گے۔ جمال یزدانی کو اٹھنا بے حد مشکل ثابت ہوا تھا' جاگتے ہی دہشت زدہ لہجے میں بولا۔

''آ گئی۔''

''ابھی نہیں آئی' باہر کھڑی ہے آپ کو بلا رہی ہے۔''

''ایں' کون؟''

''جس کا آپ انتظار کر رہے تھے۔''

''مم میں۔''

''ابے اٹھ یار کیوں فضول باتیں کر رہا ہے۔ آؤ ذرا باہر چلیں۔

''وقت کیا ہو رہا ہے؟''

''بہت برا وقت ہے۔'' شرافت سے چلو ورنہ کیا فائدہ گردن پکڑ کر باہر لے جاؤں۔

''مم مگر جانا کہاں ہے؟''

''جہنم میں' کیا خیال ہے؟ کیسی جگہ ہے؟'' میں نے سوال کیا اور جمال یزدانی اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زور زور سے ہلانے لگا۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''کیا بات ہے یار۔'' میرا خیال ہے کہ میں کچھ فضول باتیں کر گیا ہوں۔ اور مسلسل کئے جا رہے ہو۔

''نہیں میں سمجھا نہیں۔''

''آؤ گے یا ابھی یہیں سمجھا دوں۔''

بمشکل تمام میں اسے یہاں لانے میں کامیاب ہو سکا۔ ادھر بیچاری حرا حیران پریشان وہیں بیٹھی ہوئی تھی' غالباً نجم الحسن صاحب ہوش میں آنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ یہاں پہنچ کر جمال یزدانی نے حیرت سے کہا۔

''یہ یہاں کیا کر رہے ہیں۔''

''چاند قلابازیاں کھا رہا ہے' ہم سب باہر چہل قدم کر رہے تھے' سوچا تمہیں بھی یہاں لے آئیں۔''

''مم مگر یہ حسن؟''

''وہ جو کہتے ہیں نا میر کی زبان میں ''ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے'' چلو اندر لے چلیں۔

''بھائی آپ انہیں سنبھال کر لائیں' میں بچوں کو دیکھتی ہوں۔'' حرا اب بالکل ٹھیک ہو گئی تھی۔ وہ اندر چلی گئی تو جمال نے کہا۔

''یار تمہیں اللہ کا واسطہ بتا تو دو یہ سب کیا ڈرامہ ہو رہا ہے؟''

''ڈرامہ تو ہو چکا بیٹے' اب یہ ڈراپ سین ہے۔''

''یعنی ہم بہت بڑے بزرگ بن گئے ہیں اور بڑے کامیاب ہو گئے ہیں اپنے معاملے میں۔''

''افسوس اس کمبخت کھوپڑی کو کسی مکینک کے حوالے کیسے کروں جو اسے ٹھیک کر دے'

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آتی۔''

''سمجھا دیں گے' سمجھا دیں گے۔ پہلے اس شریف آدمی کو اندر لے چلو۔'' میں نے کہا اور اس کے بعد بڑی مشکل سے ہم بے ہوش نجم الحسن کو لے کر اندر آئے تھے۔ حرا بیچاری بہت پریشان تھی' اسے اب تک صورتحال کا کوئی اندازہ نہیں تھا اور وہ اس بات پر اب بھی حیران تھی کہ آخر وہ باہر کیسے پہنچ گئی؟ لیکن دوسری صبح جب نجم الحسن کو ہوش آیا تو اس نے سب سے پہلے ہمارے کمرے کی جانب دوڑ لگا دی اور اندر آ کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ پھر ہانپتا ہوا بولا تھا۔ ''کیا ہوا رات کو جو کچھ میں نے دیکھا وہ وہ۔''

''دوست مبارکباد کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے' تمہیں مبارک ہو' حرا اب بالکل ٹھیک ہو گئی ہے۔ آرام سے اپنا کاروبار شروع کر دو' اللہ نے تم پر فضل کیا ہے۔ وہ ایک بڑی ارباء (عربہ) تھی جو تم پر نازل ہو گئی تھی اور اب وہاں کچھ بھی نہیں ہو گا۔ کان پکڑ کر بھاگ گئی ہے وہ۔''

''خدا کی قسم میں نے آپ کو دیکھا تھا شاہ جی' آپ اچانک ہی عجیب روپ اختیار کر گئے تھے اور اس کے بعد ہی یہ سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ میں بھی اسی وقت ٹھیک ہوا تھا' نجم الحسن نے مسخرے پن سے کہا۔'' اور میں ہنسنے لگا۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے واپس آ گئے تھے' کالا کفن اب میرے پاس موجود تھا' میں نے اس کے بارے میں جمال یزدانی کو بھی نہیں بتایا تھا۔ لیکن میرے دل میں تجسس تھا' میں کچھ اور تجربات کرنا چاہتا تھا۔ بعد میں بیچارے نجم الحسن نے ہمیں بہت کچھ دینے کی کوشش کی' لیکن اتنا تو آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی کہ اگر کسی نیک کام کا کوئی معاوضہ وصول کر لیا جائے تو پھر وہ نیک کام نہیں رہتا۔ ہمارے سامنے ایک وسیع راستہ تھا اور اب ہمیں کسی ایسے نئے مسئلے کا انتظار تھا' جس میں ہم کسی پریشان حال کی مدد کر سکیں۔ اور اگر کوئی نیا مسئلہ خود بخود ہمارے سامنے نہ آیا تو پھر آگے بڑھ کر اسے تلاش کریں گے۔

☆.....☆.....☆

ہولناک اور پراسرار ماحول میں جنم لینے والی یہ داستان ابھی جاری ہے۔

بقیہ واقعات کے لئے جلد دوئم کا مطالعہ کریں۔